مجموعہ قوانینِ اسلام

جلد اول

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن (تمغہ امتیاز)
جج سندھ ھائی کورٹ

مجموعۂ قوانینِ اسلام

جلد اوّل

قانون ازدواج

(نکاح - مہر - نفقہ)

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن

ایم۔ اے ایل ایل۔ بی۔ پی ایچ۔ ڈی

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی
الجامعة الاسلامية العالمية
اسلام آباد - (پاکستان)

marfat.com

مطبوعات ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی
نمبر ۵ (۴)

جملہ حقوق محفوظ ۲۰۰۰ء۔ ادارہ تحقیقات اسلامی، پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۵، اسلام آباد
اس کتاب کا کوئی حصہ ناشر کی تحریری اجازت کے بغیر کسی بھی شکل میں شائع نہ کیا جائے۔
البتہ تحقیقی مقاصد یا تبصرہ کے لئے ضروری اقتباسات نقل کئے جا سکتے ہیں۔

طبع اوّل ۱۹۶۵ء اشاعت دوم ۱۹۸۱ء اشاعت سوم ۱۹۸۷ء اشاعت چہارم ۲۰۰۰ء
اشاعت پنجم ۲۰۰۴ء اشاعت ششم ۲۰۰۷ء

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لائبریری، ادارہ تحقیقات اسلامی
کوائف فہرست سازی دوران طباعت

تنزیل الرحمٰن
مجموعہ قوانین اسلام، جلد اوّل : قانون ازدواج
(ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔ سلسلہ مطبوعات نمبر ۵ (۴)
کتابیات : ۳۲۹-۳۳۱
اشاریہ : ۳۳۲-۳۴۳
ISBN 969 - 408 - 005 - 3
۱۔ فقہ اسلامی ۲۔ قانون ازدواج - پاکستان
الف۔ عنوان ب۔ عنوان : قانون ازدواج

340.59 ج ۱ اشاعت پنجم ۲۰۰۴

قیمت : 175.00 روپے

مطبع : ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی۔ اسلام آباد

marfat.com

چیف جسٹس پاکستان ، عالی مرتبت جناب جسٹس اے۔ آر۔ کارنیلس

کے نام

جن کی تقریریں پاکستان میں اسلامی قانون کی ترویج و نفاذ
کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں

بگیر ایں ہمہ سرمایۂ بہار از من
کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

* منجانب مؤلف کتاب ۔ (اشاعت اول ۱۹۶۵)

marfat.com

* ھدیۂ تشکر

سپریم کورٹ پاکستان کے جج ، محترم و مکرم جناب ڈاکٹر جسٹس ایس ۔ اے ۔ رحمٰن ملک کی ھردلعزیز و مایۂ ناز شخصیت ھیں ۔ مجھے یہ افتخار حاصل رھا ہے کہ موصوف نے اس ناچیز کی علمی و ادبی کاوشوں کو ھمیشہ سراھا ہے ۔

موصوف نے اس کتاب کی تالیف و تدوین میں ابتدا ھی سے میری رہ نمائی فرمائی ، پورا مسودہ دیکھا اور بیش بہا مشوروں سے نوازا ۔ موصوف کا فیضان شامل حال نہ ھوتا تو یہ کتاب شاید وجود میں نہ آتی ۔

اُن کی خدمت میں تہہ دل سے ھدیۂ تشکر پیش کرتا ھوں ۔

کس منہ سے شکر کیجیے اس لطف خاص کا
پرسش ہے، اور پائے سخن درمیاں نہیں

* منجانب مؤلف کتاب (۱۹۶۵ء)

marfat.com

فہرست مندرجات

پیش لفظ اشاعت سوم ... ... و

پیش لفظ، عالیجناب جسٹس ایس۔ اے۔ رحمن ۱

دیباچہ، ڈاکٹر فضل الرحمن ۳

مقدمہ، تنزیل الرحمن ۹

قانون ازدواج (نکاح، مہر، نفقہ) متن دفعات ۱ تا ۹۲ .... ۲۹

شرح قانون نکاح

پہلا باب ۔ ابتدائی

صفحہ

۱- نام ۵۵

۲- اطلاق ۵۵

۳- مسلمان کی تعریف ۵۵

۴- تعریف نکاح ۵۶

دوسرا باب ۔ مختلف فرقوں اور مذاہب کے درمیان نکاح

۵- مسلمان فرقوں میں نکاح ۶۱

۶- مختلف فرقوں سے متعلق ہونے کی صورت میں زوجین کے حقوق و فرائض کا تعین ۶۱

۷- کتابیہ سے نکاح ۶۲

تیسرا باب ۔ انعقاد اور جواز نکاح

۸- اہلیت نکاح ۷۵

۹- انعقاد نکاح ۱۰۲

۱۰- قاضی کی ضرورت ۱۰۳

۱۱- ایجاب و قبول زبانی یا تحریری ۱۰۳

۱۲- ایجاب و قبول اصالتاً یا وکالتاً ۱۰۳

صفحہ

۱۳- ایجاب و قبول کے الفاظ ۱۰۷

۱۴- ایجاب و قبول کے صیغے ۱۰۹

۱۵- ایجاب و قبول میں تطابق ۱۱۰

۱۶- جواز نکاح ۱۱۰

۱۷- نکاح کی رجسٹری ۱۳۱

۱۸- تعدد ازدواج ۱۳۴

چوتھا باب ۔ صحیح، فاسد اور باطل نکاح

۱۹- نکاح صحیح ۱۴۹

۲۰- نکاح صحیح کے اثرات ۱۴۹

۲۱- نکاح فاسد ۱۵۰

۲۲- نکاح فاسد کے اثرات ۱۵۱

۲۳- نکاح باطل ۱۵۴

۲۴- نکاح باطل کے اثرات ۱۵۴

۲۵- ماؤں، بیٹیوں، بہنوں، پھوپھیوں، خالاؤں، بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح ۱۵۵

marfat.com

صفحہ

۲۶- رضاعی ماؤں، بہنوں سے نکاح ۱۵۶
۲۷- ساس سے نکاح ۱۶۱
۲۸- سوتیلی بیٹیوں سے نکاح ۱۶۲
۲۹- حقیقی بیٹوں کی بیویوں سے نکاح ۱۶۳
۳۰- اجتماع خواہرین ۱۶۴
۳۱- ایسی دو قرابت دار عورتوں کا نکاح میں اجتماع جن کا باہم نکاح حرام ہو ۱۷۱
۳۲- مشرکہ سے نکاح ۱۷۴
۳۳- غیر مسلم سے نکاح ۱۷۷
۳۴- منکوحہ غیر سے نکاح ۱۷۸
۳۵- چار بیویوں کی موجودگی میں پانچواں نکاح ۱۸۰
۳۶- معتدہ غیر سے نکاح ۱۸۴
۳۷- مطلقہ ثلاثہ سے نکاح ۱۸۸
۳۸- حاملہ ثابت النسل سے نکاح ۲۰۲
۳۹- زانیہ کی ماں اور بیٹی سے نکاح ۲۰۳
۴۰- متعہ ۲۰۶
۴۱- نکاح موقت ۲۱۲
۴۲- نکاح دیوانی ۲۱۳

پانچواں باب - ولایت نکاح

۴۳- نابالغ کا نکاح ۲۱۴
۴۴- ولی نکاح ۲۱۹
۴۵- حق ولایت ۲۲۳
۴۶- قریب تر ولی کی موجودگی میں بعید تر ولی کی ولایت ۲۲۶
۴۷- ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کا کیا ہوا نکاح ۲۲۹

صفحہ

۴۸- دو ہم درجہ اولیاء کی صورت میں ایک کے نکاح کر دینے کا اثر ۲۲۹

چھٹا باب - خیار بلوغ

۴۹- خیار بلوغ کی تعریف ۲۳۱
۵۰- خیار بلوغ کا حق ۲۳۱
۵۱- فسخ نکاح کی ڈگری ۲۳۳
۵۲- خیار بلوغ کے استعمال کا وقت ۲۵۹
۵۳- خیار بلوغ کا حق کب ساقط ہو جائے گا ۲۶۰
۵۴- ثیبہ کا خیار بلوغ ۲۶۳

ساتواں باب - کفاءت

۵۵- کفو کی تعریف ۲۶۳
۵۶- کفاءت کا اطلاق ۲۶۳
۵۷- امور کفاءت ۲۶۴
۵۸- کفاءت کا لحاظ ۲۷۰
۵۹- عدم کفاءت اور صحت نکاح ۲۷۰
۶۰- ولی کا حق اعتراض کب ساقط ہوگا ۲۷۲
۶۱- عدم کفاءت کی بناء پر تفریق ۲۷۲
۶۲- عدم کفاءت کی بناء پر تفریق کا اثر ۲۷۳

آٹھواں باب - خلوت صحیحہ

۶۳- خلوت صحیحہ کی تعریف ۲۷۴
۶۴- خلوت صحیحہ کا اثر ۲۷۵
۶۵- خلوت فاسدہ ۲۷۶
۶۶- خلوت فاسدہ کا اثر ۲۷۹

marfat.com

شرح قانون مہر

نواں باب ۔ مہر

	صفحہ
۶۷۔ مہر کی تعریف	۲۷۹
۶۸۔ مہر کی مقدار	۲۸۰
۶۹۔ اقسام مہر	۲۸۱
۷۰۔ لزوم مہر	۲۸۲
۷۱۔ مہر کی ذمہ داری	۲۸۷
۷۲۔ فوت نکاح قبل مہر کی عدم صراحت کی صورت میں مہر کا وجوب	۲۸۹
۷۳۔ خلوت صحیحہ کے بغیر طلاق یا فسخ نکاح کی صورت میں مہر کا وجوب	۲۸۹
۷۴۔ خلوت صحیحہ کے بعد مہر کا وجوب	۲۹۱
۷۵۔ خلوت صحیحہ کے بعد طلاق کی صورت میں مہر کی ادائی	۲۹۲
۷۶۔ وفات واقع ہونے پر مہر کا وجوب	۲۹۳
۷۷۔ مہر میں کمی و زیادتی	۲۹۳
۷۸۔ مہر وصول کرنے کا اختیار	۲۹۳
۷۹۔ زوجہ کا مہر کے ہبہ کرنے کا اختیار	۲۹۳
۸۰۔ عدم ادائی مہر معجل کی بناء پر زوجہ کا زن سونی سے انکار	۲۹۵
۸۱۔ مہر کی نوعیت	۳۰۲
۸۲۔ عدم ادائی مہر کی صورت میں بیوہ کا شوہر کی جائداد پر قبضہ رکھنے کا حق	۳۰۳

شرح قانون نفقہ

دسواں باب ۔ النفقہ

	صفحہ
۸۳۔ نفقے کی تعریف	۳۰۷
۸۴۔ نفقے کی شرعی حیثیت	۳۰۸
۸۵۔ شرائط وجوب	۳۱۰
۸۶۔ نفقے کا عدم وجوب	۳۱۲
۸۷۔ نفقے کی مقدار	۳۲۰
۸۸۔ گزشتہ زمانے کا نفقہ	۳۲۰
۸۹۔ مرد کے غیاب میں نفقہ	۳۲۱
۹۰۔ قید بسبب عدم ادائی نفقہ	۳۲۲
۹۱۔ ابراء نفقے کا معاہدہ	۳۲۲
۹۲۔ تفریق بربنائے تنگدستی	۳۲۳

marfat.com

پیش لفظ اشاعت سوم

ہمارے لئے یہ امر موجب مسرت و افتخار ہے کہ مجموعہ قوانین اسلام کے سلسلہ کو علماء وفضلاء، ماہرین قانون اور عام قارئین میں یکساں قبول عام حاصل ہوا ۔ اس سلسلے کی پہلی جلد جولائی ۱۹۶۵ء میں شائع کی گئی تھی ۔ یہ جلد دس ابواب پر مشتمل تھی جن میں اسلامی ضابطۂ ازدواج کے مختلف پہلوؤں پر صراحت سے روشنی ڈالی گئی تھی ۔ مارچ ۱۹۸۱ء میں اس جلد کے اسی ایڈیشن کو دوسری بار بلاترمیم و اضافہ شائع کیا گیا ۔ اب بحمدہ تعالیٰ اس کتاب کی تیسری اشاعت کا مرحلہ آیا تو یہ مناسب خیال کیا گیا کہ کتاب کی علمی افادیت میں مزید اضافہ کیلئے کتاب کے آخر میں دیئے گئے اشاریوں کو مزید وسعت دی جائے چنانچہ مضامین کے اشاریہ کے ساتھ شخصیات و مقامات کا اشاریہ بھی شامل کر دیا گیا ہے ۔ اس بدیہی ضرورت کا احساس موجود تھا کہ اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کے نظائر کو اس اشاعت کی تاریخ تک مکمل کر دیا جائے ۔ مگر اس خواهش کی تکمیل موجودہ اشاعت میں غیر معمولی تاخیر کا باعث بن سکتی تھی ۔ اس لئے فی الحال ہم زیر نظر جلد کو اسی شکل میں پیش کرنے پر اکتفا کر رہے ہیں ۔ ان شاء اللہ العزیز آئندہ اس سلسلے کی تمام جلدوں کا ایک جامع اشاریہ شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے گا ۔

marfat.com

جلد میں فاضل مؤلف کی طرف سے جناب جسٹس (ریٹائرڈ) اے۔ آر۔ کارنیلس (A. R. Cornelius) کے نام انتساب بھی شامل تھا جو اس وقت پاکستان کی عدالت عظمٰی (سپریم کورٹ آف پاکستان) کے چیف جسٹس تھے۔ اور ۲۲ فروری ۱۹٦۸ء کو اس عہدہ جلیلہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ انتساب سے متصل مؤلف کی طرف سے جناب ڈاکٹر ایس اے رحمان کی خدمت میں چند سطور پر مشتمل ہدیہ تشکر اور اسی اشاعت میں جناب جسٹس ایس اے رحمان صاحب کی طرف سے ایک مختصر مگر فاضلانہ پیش لفظ بھی شامل تھا۔ مرحوم جسٹس رحمان اس وقت سپریم کورٹ کے جج کے منصب پر فائز تھے۔ ۴ جون ۱۹٦۸ء کو عدالت عظمٰی کے چیف جسٹس کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے اور ایک بھرپور علمی و ادبی و منصبی زندگی گزارنے کے بعد ۱۴ فروری ۱۹۷۹ء کو اس دارفانی سے رحلت فرمائی۔ یہ سب مواد مؤلف کے مفصل اور معلوماتی مقدمہ اور ادارہ تحقیقات اسلامی کے اس وقت کے ڈائریکٹر ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کے دیباچہ سمیت اسی طرح بغیر کسی تبدیلی کے شامل اشاعت ہے۔

اب تک اس سلسلے کی پانچ مزید جلدیں مختلف اوقات میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

جلد دوم۔ قانون طلاق۔ ۱۹٦۵: ۱۹۷٦ (بار دوم) : ۱۹۸۴ (بار سوم)۔

جلد سوم۔ قوانین نسب اولاد، حضانت، نفقۂ اولاد و آباء، ہبہ

marfat.com

اور وقف ۱۹۶۹: ۱۹۷۶ (بار دوم): ۱۹۸۵ (بار سوم) ۔

جلد چہارم ۔ قانون وصیت ۔ ۱۹۷۳: ۱۹۸۱ (باز دوم)۔

جلد پنجم ۔ قانون وراثت ۔ ۱۹۷۸: ۱۹۸۵ (بار دوم)۔

جلد ششم ۔ قانون شفعہ ۔ ۱۹۸۱

ہمیں توقع ہے کہ ادارہ تحقیقات اسلامی کی یہ علمی پیشکش ارباب علم اور قانون کے پیشہ سے وابستہ احباب کیلئے یکساں مفید ثابت ہوگی ۔

وآخر دعوٰینا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

ڈاکٹر شیر محمد زمان

ڈائریکٹر جنرل

ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

۲۱ شعبان ۱۴۰۷ھ ۔ ۲۰ اپریل ۱۹۸۷ء

marfat.com

پیش لفظ

عالی جناب جسٹس ایس ۔ اے ۔ رحمٰن صاحب
جج ، سپریم کورٹ ، پاکستان

پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا ۔ ملک کے دستور اساسی میں اس حقیقت کا اعتراف صریح الفاظ میں موجود ہے ۔ وضع قوانین کے ضمن میں جن اصولوں کو اس آئینی دستاویز میں شامل کیا گیا ہے ، ان میں اولیت اس قاعدۂ کلّیہ کو دی گئی ہے کہ کوئی ملکی قانون اسلام کے منافی نہیں ہوگا ۔ لہٰذا اہل علم کا یہ قومی اور ملّی فریضہ قرار پاتا ہے کہ وہ موجودہ ملکی قانون کا جائزہ لیں تاکہ مناسب ردّ و بدل کے بعد ، اسے اسلامی سانچے میں ڈھالا جا سکے ۔ ترمیم و اصلاح کا یہ کام اہم بھی ہے اور نازک بھی ۔ ایک طرف تو روایت پرست علماء کا طبقہ ہے جو اپنے ائمہ کے اقوال میں شوشہ بھر تبدیلی روا نہیں رکھتے اور ان کی آراء کو پتھر کی لکیر سمجھتے ہیں ۔ ان کی دانست میں دین اپنی تمام جزئیات کے ساتھ مدت مدید سے اپنی آخری صورت اختیار کر چکا ہے اور اس میں مزید تفکّر و تفقہ کی گنجائش نہیں ۔ یہ طبقہ عموماً علوم جدیدہ کی مبادیات سے بھی نا آشنا ہے اور عصر جدید کے تقاضوں سے بے خبر ۔ اسلاف کے صحیفوں سے سرمُو اختلاف ان کی نظر میں کفر کے مترادف ہے ۔ دوسری طرف وہ جدّت پسند طبقہ ہے جو مغرب کی خیرہ کن مادی ترقی سے مرعوب ہے اور دبستان جمود کے خلاف ردّ عمل میں دین بیزاری کی حد تک پہنچ چکا ہے ۔ یہ طبقہ اشتراکی کوچہ گردوں کا ہم نوا بن کر "مذہب" کو فطری ارتقاء کے راستے کا روڑا سمجھتا ہے ۔ اس کے نزدیک لادینی مملکت ہی ہمارے تمام دکھوں کا مداوا ہے ۔

لیکن ان دونوں کے درمیان اعتدال پسندوں کی ایک جماعت بھی موجود ہے، جو زیادہ تر خاموش تماشائی کی حیثیت رکھتی ہے ۔ تاہم وہ اس بات کی متمنّی ہے

marfat.com

کہ افراط و تفریط کے راستوں کو چھوڑ کر ، اُس صراط مستقیم پر چلے جو ''فی‌الدنیا حسنۃ و فی‌الاخرۃ حسنۃ'' کی منزل مقصود تک پہنچانے کی ضامن ہے۔ یہ جماعت نیک نیتی سے علوم دینیہ میں تحقیق و تدقیق کی حامی ہے تاکہ ائمۂ اسلاف کے پُر وقار کارناموں سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر ، قرآن حکیم اور مستند سنت کی روشنی میں ، فقہ اسلامی کی نئی تدوین کی جائے اور اس طرح ہم آج کل کے مسائل سے بوجہ احسن عہدہ برآ ہو سکیں۔ ''اکملت لکم دینکم'' کے ارشاد ربّانی کا مفہوم ان کے نزدیک یہ ہے کہ تغیر پذیر زندگی کے قافلے کو ابدی بنیادی اصول تو عطا کر دیے گئے ہیں تاکہ گم راہی کا سدّ باب ہو جائے لیکن ساتھ ہی ساتھ مرور زمانہ اور موسم حیات کی تبدیلیوں کی مناسبت سے جزئیات زاد راہ کے معاملہ میں اہل قافلہ کو آزاد چھوڑا گیا ہے کہ وقتاً فوقتاً اپنی اجتماعی ضروریات اور ذیلی قواعد میں توافق پیدا کرتے رہیں۔

زیر نظر کتاب اسی سلسلۂ تحقیق کی ایک کڑی ہے۔ اس کے مؤلف جناب تنزیل الرحمٰن نے مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی کی زیر نگرانی اسے ترتیب دیا ہے۔ مؤلف چونکہ عربی زبان جانتے ہیں ، اس لیے وہ اصل عربی مآخذ سے استفادہ کے اہل ہیں۔ بحیثیت ایڈوکیٹ وہ جدید قانونی ادب و مسائل سے بھی بخوبی آشنا ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ نہیں کہ جو کچھ انہوں نے قانون ازدواج کے موضوع پر لکھا ہے ، وہ حرف آخر ہے۔ لیکن میری نظر میں ، ایک اہم موضوع پر یہ ایک کامیاب کوشش ہے۔ انہوں نے بڑی عرق ریزی سے پرانے مواد کو کھنگالا ہے اور جہاں انہیں قدیم یا جدید نظریات سے اختلاف ہوا ہے ، انہوں نے دیانت داری سے اپنا نقطۂ نظر بیان کر دیا ہے۔ ان کی کتاب اسلامی قانون کی ضابطہ بندی کی طرف ایک اہم قدم ہے۔ مجھے امید ہے کہ جس راستہ کی نشان دہی انہوں نے کی ہے ، وہ کاروان علم و ذوق کے لیے موجب تشویق ثابت ہوگا اور یوں اس تعمیری فکری تحریک کی بنیاد پڑے گی جس کی اسلامی معاشرہ میں کمی، اپنے اور بیگانے، مدت سے محسوس کر رہے ہیں۔

ایس۔ اے۔ رحمٰن

۶۵۔ گلبرگ ، لاہور

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

اسلامی جمہوریۂ پاکستان کے دستور کی رو سے مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی کے ذمہ یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ یہ ادارہ اسلامی تحقیقات اور تعلیم کا کام اس طریقے پر انجام دے کہ پاکستانی معاشرے کو ایک صحیح اور حقیقی اسلامی معاشرہ بننے میں موثّر و مددگار ثابت ہو۔ جہاں تک تحقیق کا تعلق ہے یہ کام دو سطحوں یا میدانوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اور دونوں ہی اپنے اپنے لحاظ سے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ ایک تو ہے اسلامی افکار و علوم کا میدان (جس میں تاریخ، فلسفہ، سیاسیات وغیرہ سب شامل ہیں) اور دوسرا میدان ہے فقہ یا اسلامی قانون کا۔ فقہ بھی اسلامی علوم و افکار میں ہی شامل ہے لیکن اس کے لیے ایک خاص فنّی تخصّص اور مہارت کی بھی ضرورت ہے جس کے لیے قرآن و سنت سے اسلامی احکام کی تخریج کا کام سر انجام پاتا ہے۔ اور چونکہ اسلامی قانون سازی ایک دستوری فرض ہے جو بالخصوص پاکستانی ملت نے اپنے اوپر عائد کیا ہے اس لحاظ سے اس کام کی فوری اور حسّی ضرورت ایک جابرانہ انداز میں سامنے آتی ہے۔

ہمارے معاشرے کے اندر جو نئی طاقتیں کار فرما ہیں مثلاً تعلیم کا عام سے عام تر ہونا، صنعت کاری اور زرعی پیداوار کے نئے طریقے، ان کے معاشرتی نتائج بہت دور رس ہیں اور یہ نئی طاقتیں جو بنیادی طور پر ملّت کے لیے خیر اور بھلائی کا پیش خیمہ ہیں روز افزوں ترقی کرتی جا رہی ہیں اور کرتی چلی جائیں گی۔ آئندہ پچاس سال کو تو چھوڑیے، پچیس سال کا عکس ہی پنجسالہ منصوبوں کے آئینے میں دیکھ لیجیے۔ ان وسیع اور عمیق تبدیلیوں کا، جو آنے والی ہیں،

marfat.com

ہمارے لیے آج اندازہ کرنا اور ان کے لیے تیار ہونا از بس ضروری ہے۔ ہم میں سے ایک گروہ اس بات سے مایوسی کا اعلان کر رہا ہے کہ اسلام کے اندر ان نئے حالات سے نمٹنے کی صلاحیت بھی موجود ہے! ایک دوسرا گروہ ان حالات سے دو چار ہونے کی مطلق صلاحیت نہیں رکھتا اور ایک خطرناک حد تک اس بارے میں اپنی قوت ارادی بھی کھوتا نظر آتا ہے۔ یہ اور بھی افسوسناک ہے، اس لیے کہ یہی حضرات اپنے آپ کو ''علماء'' اور علمائے سلف کا جائز وارث سمجھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں اگرچہ یہ اپنی نوعیت میں نئی ہیں لیکن یہ تصور کر لینا بالکل غلط ہے کہ اسلام کی تاریخ میں پہلی ہی بار اتنی تیزی سے اتنی وسیع تبدیلیاں معاشرے میں آ رہی ہیں۔ جب مسلمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلد ہی بعد جزیرۂ عرب سے نکل کر برق تیزی کے ساتھ آس پاس کی دنیا میں بطور فاتح کے پھیلے تو اسی پیمانے پر نئے حالات کا ان کو سامنا کرنا پڑا۔ جزیرۂ عرب کی نسبتاً سادہ زندگی سے یک لخت نکل کر نئے تمدنوں کا سامنا کرنا اور ان کو اپنے اندر سمو لینا، ایک عظیم الشان اور پیچیدہ نظام مملکت تعمیر کر لینا، اور نسبتاً ایک قلیل عرصہ میں ایک خیرہ کر دینے والا فقہی نظام استوار کر لینا ــــــ اور یہ سب کچھ قرآن و سنت کی بنیادوں پر سر انجام دینا ــــــ ہمارے لیے اپنے اندر ایک مشعل ہدایت رکھتا ہے۔ اس سے دو اہم نتیجے نکلتے ہیں :ــ

(الف) یہ کہ یہ ابتدائی دور ہمارے لیے قرآن و سنت کے بعد جتنی بنیادی اہمیت کا حامل ہے اتنے بعد کے اور دور نہیں۔ یوں تو یقیناً تمام دوروں کے فقہاء و علماء کرام کا کام ہمیں روشنی دیتا ہے لیکن یہ پہلا دور اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل جدا ہے۔

(ب) یہ کہ جس معنی میں یہ ابتدائی دور ہمارے لیے معنی خیز ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح سلف کے اس طبقے نے اپنے مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں حل کیا اسی طرح ہمیں بھی اپنے نئے مسائل حل کرنے چاہئیں۔ چونکہ ــــــ جیسے ہم کہہ چکے ہیں ــــــ ہمارے

marfat.com

نئے مسائل کی نوعیت مختلف ہے لہٰذا ان کے حل بھی مختلف ہوں گے
لیکن ان کو حل کرنے کا منہاج سلف کے اس دور کا سا ہو گا ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ فقۂ اسلامی کی تدوینِ نو کا کام بہت بنیادی نوع کا ہوگا اور سطحیت سے بہت گہری تاریخی اور تعبیری تحقیق و فکر کا نتیجہ ہو گا۔ اس کام کے لیے ظاہر ہے کہ فنی مہارت ، فکری عمق اور تاریخی گیرائی کے علاوہ عربی زبان کا علم ضروری ہے ۔ اگر ہم ایسا کام کرنے میں (خدا نخواستہ) ناکام رہتے ہیں اور محض سطحیات یا پروپیگنڈے میں پھنس کر رہ جاتے ہیں تو مجھے پورا یقین ہے کہ ہم اسلامی روح اور صحیح اسلامی اداروں کی بقا کے ضامن نہیں ہوسکتے ۔ اسلامی معاشرے کی حیثیت سے مستقبل میں ہمارا استحکام حقیقی اسلامی روح اور صحیح اسلامی اداروں کی بقا کے ساتھ ہی وابستہ ہے ۔ ان اداروں میں جو اسلامی روح کو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں ایک بنیادی ادارہ عائلی زندگی کا ہے جس کے بغیر کوئی صالح معاشرہ قائم نہیں رہ سکتا اور تہذیب و تمدن بربریت میں بدل جاتے ہیں ــــ چاہے وہ قبل از تاریخ وحشیوں کی بربریت ہو یا مادی طور پر ترقی یافتہ قوموں کی بربریت ۔

ان ملاحظات کی روشنی میں ہم عائلی زندگی پر اسلامی قوانین کی پہلی جلد قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں ۔ جناب تنزیل الرحمٰن صاحب کی اس کتاب کو میں نے لفظ بلفظ پڑھا ہے ۔ میں فاضل مصنف کی علمی تحقیق ، جانفشانی اور اخلاص سے بہت متأثر ہوا اور مجھے قوی امید ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب ہماری مقنّنہ کے لیے، قانون دانوں کے لیے اور عام تعلیم یافتہ طبقے کے لیے مفید ثابت ہو گی ۔ اسلامی قانون پر ادارے کی یہ پہلی کتاب ہے ۔ ہم کچھ کچھ وقفے کے بعد انشاء اللہ اسلامی قانون پر اور تحریریں اور کتابیں ملّت کے سامنے پیش کرتے جائیں گے جو ہمارے ایک جامع منصوبے کے تحت لکھی جا رہی ہیں ۔ وللہ الحمد ۔

(ڈاکٹر) فضل الرحمٰن
ڈائریکٹر ، مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی

کراچی ــ
مورخہ ۳ شوال ، ۱۳۸۴ ہجری
مطابق ۶ جنوری ، ۱۹۶۵ع

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱

مقـــدمـه

مغربی فلاسفه اور ماهرین قانون اس نظریے کے حامل نظر آتے هیں که انسانی معاشره میں بیک وقت قانون اور اخلاق کے دو معیاری نظام (Normative System) پائے جاتے هیں اور یه دونوں نظام بعض مقامات پر ایک دوسرے سے قریب هو جاتے هیں لیکن بعض مقامات پر ایک دوسرے سے هم آهنگ نہیں هو پاتے ۔ چنانچه کانٹ (Kant) نے قانون اور اخلاقیات کے فرق کو واضح کرتے هوئے لکھا هے که قانون همارے خارجی طرز عمل (External Conduct) کو تجویز (Prescribe) کرتا هے اور اخلاق (Morality) همارے داخلی طرز عمل کو متعین کرتا هے ۔ اسی طرح مشہور انقلابی مفکر کیلسن (Kelsen) اخلاقی تصورات کو قانون میں سمو دینے کا سخت مخالف هے اس کے خیال میں اخلاقیات محض ایک موضوعی (Subjective) چیز هے اس لیے اس کو قانون کے سائنسی مطالعه میں بحیثیت معروضی حقیقت (Objective Phenomenan) کے شامل نہیں کیا جا سکتا ۔ کیلسن کی یه رائے در اصل مجرّد قانون (Pure Law) کے نظریے پر مبنی هے ۔

اسلامی قانون کا نظریه اس سے مختلف هے ۔ اسلامی قانون اپنے اندر مذهبی اور اخلاقی نظام سموئے هوئے هے ۔ چونکه اسلام ایک مذهب کی حیثیت سے قانون کے دائرۂ کار کو بھی منضبط کرتا هے اس لیے اسلامی قانون ایک ایسے هدایتی عنصر کا مالک هے جو اپنے مزاج کے اعتبار سے دوسرے قوانین سے مختلف هے اور اس خصوصیت میں دنیا کا کوئی دوسرا مذهب اس کا حریف نہیں ۔

اسلامی قانون کا اصل مبداء اور سر چشمه خداوند تعالیٰ کی ذات هے ۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی الله علیه وسلم کی حیات مبارکه اور خلفائے راشدین (۱۱ تا ۴۰ هجری) کے دور خلافت میں اس کی جڑیں مضبوط هوئیں اور بنو امیه (۴۱ تا ۱۳۲ هجری)

marfat.com

اور بنو عباس (۱۳۲ تا ۶۵۶ ھجری) کے عہد میں قانون دانوں کی انفرادی کوششوں کے سبب اس کا ارتقاء عمل میں آیا ، جو اپنے زمانے کے مجموعی رجحانات کا آئینہ دار ہے ۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ھجرت کے بعد تقریباً ڈیڑھ سو سال تک مقدمات کے فیصلے قرآن پاک اور سنت نبوی کی براہ راست روشنی میں کیے جاتے تھے ۔ جن معاملات میں قرآن پاک یا سنت نبوی میں کوئی حکم موجود نہ ھوتا ، خلفاء راشدین کے فیصلوں اور صحابۂ کرام کے آثار سے امداد لی جاتی تھی ۔ اگر ایسا ممکن نہ ھوتا تو اجتہاد کو رو بہ عمل لایا جاتا تھا ۔ لیکن کسی باضابطہ مجموعۂ قوانین کے نہ ھونے کے سبب انفرادی اجتہادات اور فتووں سے احکام میں اختلاف اور بےضابطگی پیدا ھو رھی تھی ۔ اس کی جانب سب سے پہلے ابن المقفع (متوفی ۱۴۴ ھجری) نے جو اپنے علم و فضل کے سبب عہد عباسی میں خاص شہرت رکھتا تھا ، خلیفۂ وقت ابوجعفر منصور (متوفی ۱۵۸ ھجری) کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں ایک ایسے مجموعۂ قوانین کی تدوین کی ضرورت پر زور دیا جو ساری سلطنت میں نافذ کیا جا سکے لیکن بعض مصالح کی بناء پر ابن المقفع کی یہ تجویز عملی جامہ نہ پہن سکی ۔

دوسری صدی ھجری کے ربع ثانی میں امام ابو حنیفہ اور ان کی جماعت نے تدوین فقہ کے عظیم الشان کام کی بنیاد ڈالی ۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ھوا کہ علم فقہ نے حیرت انگیز ترقی کی اور فقہ کی کتابیں لکھی جانے لگیں ۔ لیکن اس کا ایک اثر یہ بھی ھوا کہ قاضی قرآن و سنت سے براہ راست احکام مستنبط کرنے کی بجائے کتب فقہ کی طرف رجوع کرنے لگے ۔ فقہ کے احکام منتشر تھے اس پر طرہّ یہ کہ مختصر متنوں کی شرحیں اور شرحوں کی شرحیں ، حاشیے اور ضمیمے اور تنقیدی مضامین کا ایک ایسا طولانی سلسلہ قائم ھوگیا کہ ایک قاضی کے لیے یہ امر نہایت دقّت طلب بن گیا کہ وہ کتب فقہ کے انبار میں اصل مسئلہ کی تلاش و جستجو کرکے صحیح حکم معلوم کر لے ۔ ایک مسئلہ میں ائمہ اور فقہاء کے متعدد اقوال میں سے راجح قول

marfat.com

معلوم کرنا اور بھی مشکل تھا ، اور یہ امر کہ کون سا قول مفتی بہ ہے اور کس مسئلہ میں اجماع ہے ، معلوم کرنا ہر ایک قاضی کے بس کی بات نہ تھی ۔

مسلم ہندوستان :

گیارھویں صدی ہجری میں اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی تخت نشینی کے چار سال بعد ایک شاہی فرمان کے ذریعے فقہ اسلامی کو مدوّن کرنے کا حکم جاری کیا ۔ چنانچہ ملک کے اطراف و اکناف سے علماء اور فضلاء کا انتخاب کرکے ایک بورڈ بنایا گیا جس کے صدر نظام الدین برہان پوری تھے ۔ علماء کی اس جماعت نے آٹھ سال کی مدت میں کافی جستجو اور محنت و کاوش کے بعد موضوعات اور مباحث کے لحاظ سے حنفی مذھب کے مطابق عبادات ، مناکحات ، معاملات اور عقوبات سے متعلق چھ جلدوں پر مشتمل فقہی مسائل کا ایک جامع مجموعہ تیار کر دیا جو '' فتاویٰ عالمگیری '' کے نام سے مشہور ہے ۔ اورنگ‌زیب عالمگیر کا یہ اقدام تدوین فقہ اسلام کی پہلی کامیاب اور باضابطہ کوشش تھی ۔

ترکی :

مغربی ممالک کی قانون سازی کے طرز پر تدوین فقۂ اسلام کی دوسری باضابطہ کوشش اٹھارویں صدی عیسوی میں کی گئی جب کہ سلطان ترکی نے ایک حکم کے ذریعہ ۱۸۶۹ع میں دیوانی قانون مرتب کرنے کے لیے سعادت پاشا کی سرکردگی میں ایک کمیٹی تشکیل کی ۔ اس کمیٹی نے ۱۸۷۶ع میں ترکی کے لیے '' مجلۃ الاحکام العدلیہ '' کے نام سے اسلامی دیوانی قانون مرتب کیا جو عام طور پر '' مجلّہ '' کے نام سے مشہور ہوا ۔ یہ مجلّہ بیع ، اجارہ ، کفالت ، تحویل ، رھن ، امانت ، ھبہ ، غصب ، شفع ، شراکت ، کارندگی ، تصفیہ و ابراء ، اقرار ، دعویٰ ، شہادت و تحلیف اور قضاء سے متعلق ۱۸۵۱ دفعات پر مشتمل ہے جس کو ۱۹۲۶ع تک ترکی میں قانونی حیثیت حاصل رھی ۔ (افسوس کہ کمال اتاترک کے لائے ہوئے انقلاب کے بعد ۱۹۲۶ع میں ترکی حکومت نے سوئٹزر لینڈ کے قوانین اپنانے کا فیصلہ کیا اور مجلّہ کو منسوخ کر دیا گیا ۔ البتہ '' مجلّہ '' آج کل ترمیم شدہ صورت میں فلسطین ،

marfat.com

عراق، شام اور شرق اردن میں نافذ ہے) ۔

دیوانی قانون کے علاوہ حکومت ترکی نے ۱۹۱۷ع میں قانون نکاح و طلاق وضع کیا جو "حقوق العائلہ" کے نام سے مشہور ہے ۔ اگرچہ یہ قانون حنفی مذہب کے مطابق تھا لیکن نکاح بالجبر، طلاق بالجبر اور طلاق بحالت نشہ کے مسائل میں مالکی مذہب کا اتباع کیا گیا ۔

مصر :

بیسویں صدی کے ربع اول میں اسلامی قانون کی ضابطہ بندی نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی ۔ اس تحریک میں مصر کو اولیت کا شرف حاصل ہے ۔ مصر میں شخصی قانون کی تدوین کا کام سب سے پہلے ۱۹۱۵ع میں شروع ہوا جس کے لیے چاروں مذاہب کے علماء پر مشتمل ایک بورڈ بنایا گیا ۔ اس بورڈ نے چھ سال کی محنت سے ایک مسودۂ قانون مرتب کیا لیکن جب وہ مسودۂ قانون شائع کیا گیا تو ہر طرف سے اعتراضات کیے گئے اور حکومت نے اسے بحیثیت قانون نافذ کرنے کا خیال ترک کر دیا ۔

۱۹۲۰ع میں حکومت مصر نے پھر ایک کمیشن مقرر کیا جس میں شیخ الازہر، رئیس المحکمۃ العالیۃ الشرعیہ اور مفتی مصر وغیرہ شامل تھے ۔ اس کمیشن نے اسی سال عائلی قانون سے متعلق چند امور کے بارے میں بطور اصلاح اپنی سفارشات پیش کر دیں جن کو بحیثیت قانون نافذ کر دیا گیا ۔ اس قانون سے قبل مصر میں ضابطۂ تنظیم عدالت ہائے شرعیہ مجریہ ۱۹۱۰ع کی دفعہ ۲۸۰ کے تحت شخصی معاملات میں امام ابوحنیفہ کے "مفتیٰ بہ" اقوال پر عمل درآمد ہوتا تھا ۔ لیکن ۱۹۲۰ع کے اس قانون کے ذریعہ اس دفعہ میں ترمیم کر دی گئی اور نان نفقہ، عدت، اور مفقودالخبر شوہر کے مسائل میں امام مالک و امام شافعی کے مذاہب کے مطابق عمل درآمد کیا جانے لگا ۔ مثلاً

(۱) حنفی فقہ کی رو سے عورت شوہر سے زمانۂ گزشتہ کے نفقہ کا مطالبہ

marfat.com

نہ کر سکتی تھی الّا یہ کہ وہ مطالبہ عدالت کی کسی ڈگری کی بناء پر ہو یا باہم ایسی کوئی قرار داد موجود ہو ۔ قانون مذکورہ کے ذریعے شافعی فقہ کی پیروی میں زوجہ کے نفقہ کو ایک قرض قرار دیا گیا اور جس وقت سے شوہر انکاری ہو قابل ادا قرار دیا گیا۔

(۲) اسی طرح اگر مرد عورت کو نفقہ دینے سے عاجز ہو تو عورت کو طلب تفریق کا اختیار دیا گیا نیز عورت کو شوہر کے مستقل مرض کے سبب جس سے چھٹکارا ممکن نہ ہو یا جس کے اچھے ہونے میں ایک طویل عرصہ درکار ہو ، مالکی مذہب کے اتباع میں ، طلب تفریق کا اختیار دیا گیا ۔

(۳) اسی طرح شوہر کے چار سال تک مفقودالخبر رہنے کی صورت میں زوجہ کو طلب تفریق کا حق دیا گیا ۔

قانون مذکورہ بالا کے بعد ۱۹۲۹ء میں حکومت مصر نے ایک اور قانون منظور کیا جس میں طلاق بحالت نشہ اور طلاق جبریہ کو باطل اور طلاق بالکنایہ کو غیر نافذ قرار دیا گیا الّا یہ کہ طلاق دینے والے کی نیت طلاق ہو ۔ نیز سوائے طلاق قبل دخول اور طلاق علی‌المال یعنی خلع اور تین طلاقوں کے ، جن کی تکمیل تین طہروں میں کی گئی ہو ، ہر طلاق کو طلاق رجعی قرار دیا گیا نیز شوہر کے ایک سال سے زائد مفقودالخبر ہونے یا تین سال سے زائد قید کی صورت میں زوجہ کو طلب طلاق کا حق دیا گیا ۔ نسب اولاد ، نفقہ ، عدت ، مہر ، حضانت (Custody of Children) وغیرہ کے بارے میں بھی اسلامی قانون کی ضابطہ بندی کی گئی ۔

۱۹۴۳ء میں قانون میراث ، اور ۱۹۴۶ء میں قوانین وقف و وصیت نافذ کیے گئے جس کے بعض احکام حنفی مذہب سے مختلف ہیں ۔ مختصر یہ کہ مصر میں مکمل عائلی قانون ، ''احکام الشرعیة فی الاحوال الشخصیه'' کے نام سے دفعہ وار مدوّن شکل میں موجود ہے ۔

marfat.com

شام :

شام میں ۱۳۳٦ ھجری میں فوری ضروریات کے تحت چند امور میں چاروں مذاھب سے احکام اخذ کیے گئے اور بغرض اصلاح انہیں قانون کی شکل دی گئی ۔ ان احکام میں تنگی نفقہ اور شوھر کے مرض کہنہ مثلاً جنون، جذام، اور سل وغیرہ کے لاحق ھو جانے پر عورت کو طلب تفریق کا اختیار دیا گیا ۔ نیز شوھر کے عام حالات میں چار سال تک اور زمانۂ جنگ میں ایک سال تک مفقودالخبر رھنے کی صورت میں طلب تفریق کا اختیار دیا گیا ۔

۱۷ ستمبر ۱۹۵۳ع کو ''قانون الاحوال الشخصیه'' کے نام سے دفعہ وار شکل میں مرتب شدہ شخصی قانون نافذ کر دیا گیا ۔ اس قانون کے ذریعہ اھلیت نکاح کی عمر کا تعین کر دیا گیا جو لڑکی کے لیے ۱۷ سال اور لڑکے کے لیے ۱۸ سال رکھی گئی لیکن اس امر کی گنجائش رکھی گئی کہ اگر لڑکی ۱۳ سال کی ھو اور لڑکا ۱۵ سال کا ھو اور دونوں نکاح کرنا چاھیں اور ان کے ولی معترض نہ ھوں تو قاضی انہیں نکاح کرنے کی اجازت دے سکتا ھے، بشرطیکہ وہ جسمانی اعتبار سے مشقت جماع کے متحمل ھو سکتے ھوں ۔ نکاح کے لیے قاضی سے اجازت لینا ضروری قرار دیا گیا نیز اجازت کی درخواست کے ساتھ طبّی صداقت نامہ (عمر اور صحت کے بارے میں) دینا لازمی قرار دیا گیا ۔ اسی طرح نکاح ثانی کے لیے بھی اجازت ضروری قرار دی گئی البتہ یہ اجازت مرد کی مالی استطاعت پر موقوف کر دی گئی ۔

طلاق بحالت نشہ، طلاق بالکنایہ، طلاق رجعی وغیرہ کے احکام مصری قانون کے مانند مدوّن کیے گئے چنانچہ ایک وقت میں تین یا اس سے زیادہ مرتبہ طلاق دینے کی صورت میں ایک ھی طلاق تسلیم کی گئی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عمل تھا ۔ چنانچہ طلاق بالمال یعنی خلع اور طلاق متمم للثلاث کے علاوہ باقی تمام طلاقوں کو طلاق رجعی کے حکم میں داخل کیا گیا ۔ اسی طرح مرد کے عدم قدرت نفقہ کی صورت میں عورت کو طلب تفریق کا حق دیا گیا ۔

marfat.com

نسب اولاد کے ضمن میں امام ابوحنیفہ کے اس نقطۂ نظر سے کہ حمل کی مدت دو سال تک ہو سکتی ہے اختلاف کرتے ہوئے مالکیہ مذہب کے اتباع میں مدت حمل کو ایک سال شمسی بطور حد کے مقرر کیا گیا ۔

قانون مذکورہ کے تحت شام میں وصیت کے احکام میں بھی کئی تبدیلیاں کی گئیں چنانچہ مالکی مذہب کے مطابق شخص معدوم کے لیے وصیت کو جائز قرار دیا گیا ۔ اسی طرح مالکی مذہب کے مطابق یہ قرار دیا گیا کہ اگر کسی شخص کے حق میں وصیت کی گئی ہو اور وہ شخص وصیت کرنے والے کا قاتل ہو تو اس صورت میں وصیت کے تحت اس شخص کو کچھ حصہ نہ ملے گا ۔ وصیت کے باب میں اہم تر امر یہ ہے کہ ابن حزم اور امام احمد بن حنبل کے مذہب کے مطابق اولاد محروم کے لیے یعنی ایسی اولاد کے لیے جس کا باپ اس کے دادا کی حیات میں فوت ہو جائے وصیت کرنا واجب قرار دیا گیا ۔ جس کی مقدار اتنی ہونی چاہیے جتنی کہ اس کے باپ کو ملتی اگر وہ دادا کی موت کے وقت بقید حیات ہوتا ۔

وراثت کے سلسلے میں بھی شامی قانون میں متعدد تبدیلیاں کی گئیں ۔ چنانچہ مالکی مذہب کے مطابق قاتل مقتول کے ترکے میں وارث نہیں ہوسکتا ۔ اس طرح حضرت زید و ابن مسعود کی متابعت میں بھائی دادا کے ساتھ متوفی کے ورثے میں حق دار قرار دیا گیا ۔ اسی طرح وراثت حمل صرف اس صورت میں معتبر قرار دی گئی جب مدت حمل ایک سال ہو ۔

تیونس :

تیونس میں شخصی قانون ” مجلة الاحوال الشخصیه “ کے نام سے مرتب کیا گیا جس کا نفاذ یکم جنوری ۱۹۵۷ع کو ایک فرمان کے ذریعہ عمل میں آیا ۔ تیونس کے قانون میں حنفی اور مالکی فقہ کا امتزاج پایا جاتا ہے ۔ تیونس کے عائلی قانون کے تحت مرد اور عورت کی عمر نکاح کا تعین کر دیا گیا جو بالترتیب ۱۸ اور ۱۵ سال مقرر کی گئی البتہ جج کو اس امر کا اختیار دیا گیا کہ وہ اس عمر سے پہلے بھی

marfat.com

شادی کی اجازت دے سکتا ہے ، بشرطیکہ طرفین یا ان میں سے کوئی ایک (جیسی بھی صورت ھو) اپنے بلوغ کا ثبوت پیش کریں ۔ تعدّد ازدواج کو قطعاً ممنوع قرار دے دیا گیا ۔ بصورت خلاف ورزی ایک سال قید یا ۲ لاکھ چالیس ہزار فرانک (تقریباً سات ہزار پانچ سو روپے پاکستانی) جرمانه یا دونوں سزائیں مقرر کی گئیں ۔ نیز شوھر کو حق طلاق استعمال کرنے کے لیے عدالت سے رجوع کرنا ضروری قرار دیا گیا ۔ چنانچه عدالت کے علاوہ دی جانے والی طلاق ناجائز قرار دی گئی ۔ شوھر کے مفقودالخبر ھونے کی صورت میں به زمانۂ جنگ دو سال بعد عورت کو طلب تفریق کا حق دیا گیا البتہ عام حالات میں مدت کا انحصار جج کی صواب دید پر چھوڑ دیا گیا ۔

عراق :

عراق کی وزارت انصاف نے بھی ۱۹۵۹ع میں " لائحة الاحوال الشخصیه " کے نام سے ایک قانون منظور کیا جس میں نکاح ، طلاق ، نسب اولاد ، حضانت ، وصیت اور میراث کے احکام شامل ھیں ۔ یه قانون دوسرے مسلم ممالک کے شخصی قوانین اور بالخصوص مصری قانون کو پیش نظر رکھ کر مرتب کیا گیا ۔

عراق قانون کے تحت ایک سے زائد عورتوں کو نکاح میں رکھنے پر پابندی عائد کر دی گئی ، الاّ یه که قاضی سے دوسرے نکاح کی اجازت حاصل کر لی جائے جو مالی استطاعت اور کسی دیگر شرعی مصلحت کے پیش نظر دی جا سکتی ہے ۔ خلاف ورزی کی صورت میں ایک سال قید یا سو دینار جرمانه کی سزا مقرر کی گئی ۔

طلاق کے ضمن میں بھی طلاق بلفظ الثلاث کو ایک طلاق کے حکم میں داخل قرار دیا گیا نیز زوجین کے درمیان ناچاقی یا مرد کی نفقه دینے کی عدم استطاعت کے سبب عورت کو طلب تفریق کا حق دیا گیا ۔

اولاد کے تعلیمی اخراجات کو نفقه میں داخل کیا گیا اور اولاد کی حضانت (Custody) کے سلسلے میں یه امر قاضی کی صواب دید پر چھوڑ دیا گیا که وہ صغیر

marfat.com

کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر مناسب حکم جاری کرے ۔

مراکش اور اردن :

مصر ، شام ، تیونس اور عراق کے علاوہ مراکش میں " مدّونۃ الاحوال الشخصیہ " اور اردن میں " قانون حقوق العائلۃ الاردنی " کے نام سے شخصی قوانین مرتب کیے گئے جن میں کم و بیش مذکورہ بالا مسلم ممالک کے طرز اور پیروی میں قانون سازی کی گئی ۔

سنگا پور :

سنگا پور کیلنتن وغیرہ میں بھی اس جانب قدم بڑھایا گیا ۔ چنانچہ سنگاپور میں ۳ اگست ۱۹۵۷ع کو مسلم آرڈی نینس نافذ کیا گیا جس کے تحت شرعی عدالتیں قائم کی گئیں جنھیں طلاق رجسٹر کرنے کا اختیار دیا گیا ۔ مسلم میریجیز اینڈ ڈائی وورس رولز مجریہ ۱۹۵۹ع کے تحت یہ صراحت کر دی گئی کہ رضا مندی کی صورت میں ہر دو فریق مقررہ فارم پر طلاق کی حلفیہ درخواست پیش کریں گے اور طلاق کے رجسٹر پر دستخط کریں گے اگر طلاق کے سلسلے میں نزاع ہو تو اس کے تصفیہ کا اختیار شرعی عدالتوں کو دیا گیا ۔ شرعی عدالتوں میں وکلاء کو پیروی کا اختیار دیا گیا ، ان کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کے لیے ایک اپیل بورڈ قائم کیا گیا جس کے ارکان کا مسلمان ہونا ضروری قرار دیا گیا ۔

برطانوی ہند :

انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کر لینے کے بعد جب عدالتی نظام بحال کیا تو انہوں نے بذریعۂ قانون یہ اعلان کر دیا کہ وھاں کے باشندوں کو اپنے شخصی معاملات یعنی شادی ، طلاق ، وراثت ، وصیت وغیرہ میں اپنے اپنے مذہبی قانون کے مطابق عمل کرنے کی پوری آزادی حاصل ہوگی ۔ لیکن اس کے برعکس ۱۹۲۹ع میں قانون امتناع ازدواج اطفال کے ذریعہ نابالغوں کی شادیوں پر پابندی عائد کر دی گئی ۔

۱۹۳۹ع میں مسلمانوں کے مطالبے پر ہندوستان کی مرکزی اسمبلی نے قانون

marfat.com

انفساخ ازدواج مسلمانان منظور کیا - جس کے تحت مسلمان عورتوں کے اس حق کو تسلیم کرتے ہوئے کہ شرع کے مطابق کسی بھی سبب کی بناء پر انہیں طلب تفریق کا حق حاصل ہوگا چند وجوہ و اسباب کو مدون کر دیا گیا جو بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ عورت یا مرد کس فرقے یا مسلک سے تعلق رکھتا ہے قانون مذکور جملہ مسلمانوں پر نافذ العمل قرار دیا گیا - اس قانون کے تحت اہم ترین امر امام مالک کے مذہب کی متابعت میں عورت کا فسخ نکاح کا وہ حق تھا جو اس کے شوہر کے چار سال تک مفقودالخبر رہنے کی صورت میں اس کو دیا گیا تھا -

پاکستان :

۱۴ اگست ۱۹۴۷ ع کو بفضل ایزدی مسلمانان ہند کے پیہم مطالبے اور مسلسل جد و جہد کے بعد تقسیم ہند کے نتیجے میں مسلمانوں کا سب سے بڑا ملک ''پاکستان'' قائم ہوا -

بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے اس واضح اعلان کی روشنی میں کہ پاکستان ایک جمہوری مملکت ہوگی جس کی بنیادیں اسلام کے عدل عمرانی کے اصولوں پر رکھی جائیں گی حکومت پاکستان نے اپنی اولین فرصت میں دستور پاکستان کی تدوین کے سلسلے میں اسلامی نظریات کی سفارشات کے لیے ''تعلیمات اسلامی بورڈ'' قائم کیا جس کے صدر ڈاکٹر محمد حمید اللہ پروفیسر انٹرنیشنل لاء کالج، پیرس مقرر کیے گئے - ڈاکٹر صاحب کے مستعفی ہو جانے کے بعد برّصغیر پاک و ہند کے مایہ ناز ادیب، محقق اور مؤرخ مولانا سید سلیمان ندوی (مرحومؒ) اس بورڈ کے صدر نامزد کیے گئے جو تاحیات اس کے صدر رہے -

۱۹۴۹ع میں پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے قرار داد مقاصد منظور کی جس کی رو سے پاکستان پر اللہ کی حاکمیت کے اصول کو تسلیم کرتے ہوئے اس مقصد کی تکمیل کا ذمّہ لیا گیا کہ مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو ان اسلامی تعلیمات اور مقتضیات کے مطابق

marfat.com

ڈھال سکیں جو قرآن پاک اور سنت رسول میں متعین ہیں ۔

حکومت پاکستان نے ۴ اگست ۱۹۵۵ع کو سات افراد پر مشتمل عائلی قوانین کے سلسلے میں ایک ” عائلی قانون کمیشن “ مقرر کیا جس کے صدر ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین تھے ۔ ڈاکٹر صاحب کی ناگہانی وفات کے بعد ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۵ع کو پاکستان کے سابق چیف جسٹس جناب جسٹس عبدالرشید اس کمیشن کے صدر نامزد کیے گئے ۔ اس کمیشن نے اپنی رپورٹ جون ۱۹۵۶ع میں حکومت کو پیش کر دی جو ۳۰ جون ۱۹۵۶ع کے گزٹ میں شائع کی گئی لیکن علماء کی سخت تنقید کے سبب اس رپورٹ کو ایک عرصہ تک قانون کی شکل نہ دی جا سکی ۔

۲۳ مارچ ۱۹۵۶ع کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کا پہلا دستور نافذ ہوا ۔ اس دستور کے ذریعہ مسلمانوں کی زندگیوں کو قرآن مجید اور سنت رسول کے مطابق بنانے کا موقع فراہم کیا گیا ۔ چنانچہ دستور کی دفعہ ۱۹۸ کی رو سے یہ قرار دیا گیا کہ اس ملک میں ایسا کوئی قانون نہیں بنایا جاسکے گا جو قرآن پاک اور سنت نبوی میں مذکور اسلامی احکام و تعلیمات کے منافی ہو ۔ ساتھ ہی اس امر کا بھی اظہار کیا گیا کہ موجودہ قوانین کو قرآن پاک و سنت کے مطابق بنایا جائے گا ۔ چنانچہ ۲۲ مارچ ۱۹۵۷ع کو ایک اسلامی قانون کمیشن کے قیام کا اعلان کیا گیا جس کے صدر عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) کے سابق جج جناب جسٹس محمد شریف مقرر کیے گئے ۔

دستور پاکستان ۱۹۵۶ع کی دفعہ ۱۹۷ کے تحت صدر مملکت کو اس امر کا اختیار دیا گیا کہ وہ ایک اسلامی تحقیقاتی ادارے کی تشکیل کرے گا جو مسلم معاشرے کو صحیح اسلامی بنیادوں پر قائم کرنے میں ممد و معاون ہو ۔

پاکستان کا یہ دستور ملک کے ہنگامی حالات کے پیش نظر ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ع کو ایک خاموش فوجی انقلاب کے نتیجے میں سابق صدر اسکندر مرزا کے صدارتی اعلان کے تحت ختم کر دیا گیا اور ملک میں مارشل لاء نافذ ہوگیا ۔

marfat.com

اس انقلاب کے ۲۰ دن بعد صدر اسکندر مرزا کو منصب صدارت چھوڑنا پڑا اور عنان اختیار افواج پاکستان کے سپریم کمانڈر جنرل محمد ایوب خان نے سنبھال لی جو بعدکو اس ملک کے سربراہ مقرر ہوئے۔ صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے ۱۵ جولائی ۱۹۶۱ع کو انجمن خواتین پاکستان کے پیہم اصرار پر عائلی قانون کمیشن کی سفارشات کی روشنی میں ملک میں عائلی قوانین آرڈی نینس نافذ کر دیا۔ اس آرڈی نینس میں نکاح کی رجسٹری لازمی قرار دی گئی۔ دوسری شادی پر حکومت کے مقرر کردہ ادارے کی اجازت لازمی قرار دی گئی۔ طلاق کو بھی نتیجتاً طلاق رجعی کے حکم میں داخل کر دیا گیا اور اس کے عدم نفاذ کے لیے یونین کونسل کے چیرمین کو طلاق کی اطلاع دینے کے بعد سے تین ماہ کی مدت مقرر کردی گئی۔

وراثت کے باب میں یتیم پوتے کی وراثت کے حق کو جو پہلے محروم الارث قرار پاتا تھا دادا کے ترکے میں اپنے باپ کے حصہ کے بقدر وارث قرار دیا گیا۔ مہر کے باب میں بھی یہ تصریح کر دی گئی کہ اگر نکاح نامے یا معاهدۂ نکاح میں مہر کی ادائیگی کے طریقۂ کار کے متعلق کوئی صراحت موجود نہ ہو تو کل مہر، مہر معجّل قرار پائے گا۔

۱۹۶۲ع میں پاکستان کا دوسرا دستور نافذ ہوا۔ اس کے تحت بھی قانون سازی کے اس اصول کو صراحتاً تسلیم کیا گیا کہ پاکستان میں کوئی قانون اسلام کے منافی نہ ہوگا نیز پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلام کے بنیادی اصولوں اور تصورات کے مطابق ڈھال سکیں اور انہیں ایسی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی جن کی مدد سے وہ ان اصولوں اور تصورات کے مطابق زندگی گزارنے کا مفہوم سمجھ سکیں۔ دستور کی دفعہ ۱۹۹ کے تحت صدر مملکت کو اسلامی نظریہ کی مشاورتی کونسل کے قیام کا اختیار دیا گیا تاکہ یہ کونسل پاکستان کے مسلمانوں کو ہر شعبۂ زندگی میں اسلام کے اصولوں اور تصورات کے مطابق عمل کرنے کی ترغیب اور امداد دے سکے۔ نیز یہ جائزہ بھی لے سکے کہ آیاً کوئی مجوزہ قانون اسلام کے خلاف یا منافی ہے؟

marfat.com

مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی :

دستور مذکور کی دفعہ ۲۰۷ کے تحت صدر کو ادارۂ تحقیقات اسلامی کے نام سے ایک ایسا ادارہ قائم کرنے کا بھی اختیار دیا گیا جو اسلام اور اسلامی تعلیمات کی تحقیق کرے جس سے صحیح اسلامی بنیاد پر مسلم معاشرے کی تشکیل جدید میں مدد مل سکے۔

چنانچہ مذکورہ بالا مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی نے ایک جامع منصوبہ کے تحت تمام منتشر اسلامی قوانین کو تحقیق کے بعد جدید انداز پر مرتّب اور مدوّن کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے جس میں عائلی قوانین، دیوانی قوانین اور فوجداری قوانین شامل ہیں۔ یہ ''مجموعۂ قوانین اسلام'' دس جلدوں پر مشتمل ہوگا جن میں سے تین جلدیں عائلی قوانین کی ہوں گی جس کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

رہ نما اصول :

قوانین اسلام کی تدوین اور ضابطہ بندی کے لیے سب سے پہلے چند رہ نما اصول طے کیے گئے مجموعہ ہذا کی تالیف میں اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ ان اصولوں پر حتی‌المقدور عمل کیا جائے۔ وہ اصول جو مجموعہ ہذا کی تکمیل کے دوران پیشِ نظر رہے حسب ذیل ہیں :

(۱) ہر مسئلہ کے اثبات کے لیے قرآن پاک کی کسی آیت کی تلاش اور اس کا حوالہ۔

(۲) اگر مسئلہ سے متعلق قرآن پاک میں صریحی حکم بلا اختلاف دلیل موجود ہو تو اسے بلا چون و چرا قبول کرنا۔

(۳) اگر حکم قرآنی صریح و بلا اختلاف موجود نہ ہو بلکہ دلائل میں اختلاف ہو یا حکم معنوی ہو اور اس کی تعبیر میں مفسرین، محدثین، مجتہدین یا فقہاء کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہو تو اس کے معنی و مطلب کو متعین کرنے کی غرض سے مستند اور صحیح حدیث کی تلاش کرنا اور

marfat.com

اس سے استدلال کرنا ۔

(۴) اگر کسی مسئلہ میں حکم قرآنی صریحاً یا معناً موجود نہ ہو تو احادیث نبوی کی تلاش و حوالہ ۔

(۵) اگر حدیثیں آپس میں متعارض ہوں تو ان کا تاریخی جائزہ لینا اور اصول درایت کے تحت ان کی تخریج کرنا اور صحیح تر حدیث معلوم کرکے اس پر مسئلہ کی بنیاد رکھنا ۔

(۶) اگر کوئی مسئلہ حکم قرآنی یا حدیث صحیح سے ثابت نہ ہو مگر اس مسئلہ کے بارے میں صحابۂ کرام خصوصاً خلفائے راشدین یا ائمہ میں اتفاق پایا جاتا ہو تو اس کو اختیار کرنا ۔

(۷) اختلاف ائمہ کی صورت میں فقہی قواعد و اصول فقہ کی روشنی میں ائمہ کے دلائل کا جائزہ لینا اور یہ دیکھنا کہ زمانہ سابق میں اس مسئلہ میں خلافیات میں کس کو ترجیح دی گئی ہے اور کس پر عمل رہا ہے ؟ اگر وہ طریقہ زمانۂ حال کے تقاضوں کے مطابق ہو تو اس کو اختیار کرنا ۔

(۸) اگر زمانۂ سابق کا تعامل (Practice) زمانۂ حال کے تقاضوں کے مطابق نہ ہو تو مصلحت عامہ (جو قرآن و سنت کے احکام کے مغائر نہ ہو) کے اصول پر عمل پیرا ہوکر مختلف مکاتیب فکر میں سے جس کے ساتھ حق نظر آئے اس کی رائے کو ترجیح دینا اور اسے اختیار کرنا ۔

(۹) اگر کسی مسئلہ میں نص موجود نہ ہو اور کسی بھی مکتب فکر کی رائے کا اتباع بوجوہ معقول بالخصوص مصلحت عامہ کے نقطۂ نظر سے (جو قرآن و سنت کے احکام کے مطابق ہو) قابل قبول نہ ہو تو ضروری اجتہاد سے کام لینا ۔

(۱۰) اجتہاد میں قرآن و سنت کی متابعت اور ادلّۂ شرعیہ کی پابندی کرنا ۔

یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا بے محل نہ ہوگا کہ اسلامی فقہ

marfat.com

کی ترقی میں اصل مانع مختلف فرقوں کا ایک دوسرے سے دور ہونا اور جذب و انگیز کی صلاحیت سے محروم ہونا رہا ہے۔ چنانچہ مجموعۂ ھذا میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ حنفی فقہ کو سامنے رکھ کر قانونی احکام کو جدید انداز پر مدوّن اور مرتب کیا جائے البتہ جن مسائل میں حالات کے تحت ضروری ہو، کسی دوسرے مکتب فکر کے امام یا مجتہد کا اتباع کیا جائے۔

اسلامی قانون کی ترتیب و تدوین کے راستے کی سب سے بڑی دشواری صدیوں کی عصبیت اور رجعت پرستی کے مہلک جراثیم اور تاریخ کے منفی محرکات ہیں جو کسی نئے راستے کی تلاش میں قدم قدم پر ہمارے آڑے آتے ہیں۔

پاکستان کے سامنے سب سے بڑا سوال اقدار کا ہے۔ ادبی، تہذیبی، سماجی، اخلاقی، تاریخی، سیاسی اور مذہبی اقدار ـــــ ہماری وہ اقدار جن سے اسلام عبارت ہے ہمیں جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ لیکن وہ اقدار جو زمانے کے ارتقائی عمل کا نتیجہ ہیں ان میں سے بعض کو قبول کرنا ہے اور بعض کو رد۔ مجھے اس سلسلے میں قانونی مسائل اور فقہی احکام کے میدان میں بے جا قدامت پسندی اور روایت پرستی سے جنگ لڑنی پڑی ہے لیکن میں نے یہ جنگ درایت اور دیانت کے ساتھ لڑی ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ میرے قدم حقیقتوں کی طرف بڑھے ہیں۔

در اصل وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ معاشرتی امور سے متعلق قانونی احکام میں مناسب گنجائش پیدا کی جائے۔ چنانچہ بالخصوص عائلی زندگی میں سہولتیں پیدا کرنے کی غرض سے بلا تخصیص ہر مسلم ملک آج کل اس نظریہ پر عمل پیرا ہے کہ فقہی احکام میں جس امام یا مجتہد کے مذہب میں جس مسئلہ میں عامّة المسلمین کے لیے سہولت و آسانی موجود ہو اور معاشرتی ضروریات کی تکمیل کا بہترین ذریعہ ہو اس کو اختیار کرکے قانون کی حیثیت سے نافذ کر دیا جائے اور ایسے احکام میں جن کے متعلق قرآن و سنت میں صریح احکام اوامر یا نواہی موجود نہ ہوں اجتہاد سے کام لیا جائے۔ اس سلسلے میں ایک اصول یہ بھی مدّ نظر رکھا گیا ہے کہ مصلحت

marfat.com

عامّہ کے پیش نظر (جو قرآن و سنت کے مغائر نہ ھو) اولی الامر یا قانون ساز ادارے کو یہ اختیار حاصل ھے کہ وہ کسی مباح فعل کی تعمیل کو واجب قرار دے سکتا ھے -

اس کتاب کے بارے میں :

زیر نظر کتاب پاکستان میں اسلامی قانون کی ضابطہ بندی (Codification) کی طرف ایک قدم ھے - یہ کتاب اسلامی قانون کی تعبیر (Interpretation) ، اطلاق (Application) اور ضابطہ بندی (Codification) کی اس تحریک کی ایک کڑی ھے ، جس کا آغاز ترکی میں ۱۸۷۶ع میں " مجلة الاحکام العدلیه " کی شکل میں ھوا اور بعد میں مصر ، شام ، تیونس ، عراق ، مراکش ، اردن اور سنگاپور وغیرہ میں اس تحریک کو آگے بڑھایا گیا جس کا تفصیلی ذکر ما قبل سطور میں کیا جا چکا ھے -

مجموعہ قوانین اسلام کی اس جلد میں نکاح ، مہر ، اور نفقہ کے قانونی احکام بیان کیے گئے ھیں - یہ جلد حسب ذیل دس ابواب پر مشتمل ھے :

(۱) ابتدائی -
(۲) مختلف فرقوں اور مذاھب کے افراد کے مابین نکاح -
(۳) انعقاد اور جواز نکاح -
(۴) صحیح ، فاسد اور باطل نکاح -
(۵) ولایت نکاح -
(۶) خیار بلوغ -
(۷) کفات -
(۸) خلوت صحیحہ -
(۹) مہر -
(۱۰) نفقہ -

اس مجموعہ میں قانونی احکام کو دفعات میں تقسیم کرکے بسط و شرح کے ساتھ

marfat.com

ان کے مآخذ، اسباب و علل، غرض و غایت اور قانونی اثرات و نتائج سے بحث کی گئی ہے۔ ساتھ ہی جہاں کہیں قانون نافذ الوقت اور مجموعۂ ہذا کے قانونی احکام میں اختلاف پایا گیا ہے اس کی وجوہ بیان کرتے ہوئے قانون نافذ الوقت میں ترمیم کی تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں مثلاً :

(۱) پاکستان میں نافذالوقت کرسچین میریجیز ایکٹ، ۱۸۷۲ع کے تحت مسلمان مرد کے عیسائی عورت سے نکاح کے انعقاد کے سلسے میں ضروری ہے کہ وہ نکاح ایکٹ مذکور کے تحت مقرر کردہ رجسٹرار کے روبرو ہوا ہو ورنہ باطل ہوگا۔ یہ صورت اسلامی شریعت کے صریحاً خلاف ہے۔ اس لیے اس قانون میں ترمیم کی تجویز پیش کی گئی ہے۔

(۲) اسی طرح اس مجموعہ میں اسلام کے مصالح کے پیش نظر یہ تجویز بھی شامل ہے کہ حکومت پاکستان مسلمان پاکستانی باشندوں کو غیر مسلم ممالک کی عیسائی اور یہودی عورتوں سے نکاح کرنے سے باز رکھنے کے لیے ایک قانون بنائے تاکہ اسلامی معاشرہ ان مضر اثرات سے کسی حد تک محفوظ رہ سکے جو ایک مخلوط گھرانے کے سبب انفرادی اور اجتماعی زندگی پر مرتب ہو رہے ہیں۔

(۳) ولایت نکاح کے سلسلے میں شافعی مذہب کے تحت ایک باکرہ بالغہ لڑکی بلا وساطت ولی اپنا نکاح خود کرنے کی مجاز نہیں، مجموعۂ ھذا میں اس امتیاز کو ختم کر دیا گیا ہے۔ البتہ مسلم معاشرے کو انتشار سے محفوظ رکھنے کے لیے اولیاء کے اس حق کو تسلیم کیا گیا ہے کہ اگر کسی لڑکی نے ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو سے نکاح کر لیا ہو یا مہر مثل سے کم پر نکاح کیا ہو جس سے اولیاء کو عار لاحق ہو تو ولی عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعوی دائر کر سکتا ہے اور عدالت معقول شرعی وجوہ کی بناء پر نکاح کو فسخ

marfat.com

کر سکتی ہے -

(۴) وکالت نکاح کے حق میں شافعیہ کے اس نقطہ نظر کو اختیار کیا گیا ہے کہ وکیل نکاح کا بالغ ہونا ضروری ہے اگرچہ حنفیہ کی رائے میں ایک عاقل لڑکا (خواہ بالغ نہ ہو) وکیل نکاح بن سکتا ہے -

(۵) نافذالوقت قانون کے تحت ایک خاص عمر تک نکاح کرنے پر مطلقاً پابندی عائد ہے - بعض اوقات شرعی مصلحتوں کے حصول کے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اولیاء لڑکی یا لڑکے کا نکاح اس مقررہ عمر سے پہلے کر دیں - بریں بناء اس امر کی سفارش کی گئی ہے کہ نابالغ کے نکاح کی اجازت کا اختیار عائلی عدالتوں کو تفویض کر دیا جائے البتہ رخصتی پر کچھ پابندیاں عائد کی جا سکتی ہیں -

(۶) نکاح کی رجسٹری کے نافذ الوقت قانون کو بر قرار رکھتے ہوئے اس امر کی توضیح کر دی گئی ہے کہ نکاح کی رجسٹری انعقاد نکاح کی صرف ایک بادی النظری شہادت ہوگی- نکاح کے جواز یا ناجوازی سے اس کا کوئی تعلق نہیں -

(۷) نافذ الوقت عائلی قوانین آرڈی نینس کی دفعہ ۶ کے تحت پاکستان میں تعدّد ازدواج پر پابندی ہے - ایک زوجہ کی موجودگی میں دوسری عورت سے نکاح کے لیے ثالثی کونسل کی اجازت لازم قرار دی گئی ہے - اس دفعہ میں موجودہ زوجہ کی رضا مندی سے متعلق استفسار بھی شامل ہے - مجموعۂ ھذا میں یہ سفارش کی گئی ہے کہ دوسری عورت سے نکاح کی اجازت کے لیے موجودہ زوجہ کی رضا مندی غیر منطقی اور غیر حقیقی ہے - اس کو حذف کر دینا چاہیے - نیز دوسری شادی کے سلسلہ میں ثالثی کونسل کا تقرر بھی غیر مناسب ہے کیونکہ موجودہ بیوی کو فریق کی حیثیت حاصل نہیں اور نہ ہی فریق کی حیثیت دی جانی چاہیے -

marfat.com

مزید برآں یہ معاملہ یونین کونسل کی بجائے عائلی عدالت کے روبرو پیش ہونا چاہیے جو شرعی مصالح کے پیش نظر سرسری سماعت کے بعد اجازت دینے کی مجاز ہو۔

(۸) فاسد اور باطل نکاحوں کے سلسلے میں تفصیلی بحث کے بعد اس نقطۂ نظر کو اختیار کیا گیا ہے کہ جو نکاح نصوص قطعیہ صریحہ کے خلاف ہیں وہ من ابتداء باطل ہیں البتہ دیگر صورتوں میں صحبت کے بعد نکاح فاسد کے احکام مرتب ہوتے ہیں جو دراصل نکاح کے احکام نہیں بلکہ وطی (جماع) کے احکام ہیں جو فقہاء نے صرف اس دلیل کی بنیاد پر مرتب کیے ہیں کہ وہ جماع صورتاً نکاح کے مشابہ ہونے کی وجہ سے زنا نہیں رہا اور شبہ فی المحل، شبہ فی الفعل یا شبہ فی العقد کے سبب زنا کی حد ساقط ہو گئی۔ اسی بناء پر فاسد نکاح میں وجوب مہر، وجوب عدت، اور ثبوت نسب کو بالاتفاق تمام ائمہ اور فقہاء نے تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ امر بھی واجب قرار دیا گیا ہے کہ فساد نکاح ظاہر ہو جانے پر مرد و عورت کو تفریق اختیار کر لینی چاہیے اور اگر تفریق اختیار نہ کی گئی تو عدالت ان میں تفریق کرائے گی اور سزا دے گی۔ اس سلسلے میں حکومت سے یہ سفارش بھی کی گئی ہے کہ باجود علم کے نکاح فاسد کرنے یا علم ہو جانے کے بعد تفریق اختیار نہ کرنے کو تعزیرات پاکستان کے تحت قابل دست اندازی پولیس جرم قرار دیا جائے۔ (زنا پر حد جاری کرنے کے سلسلے میں اسلامی نظریہ کی مشاورتی کونسل پہلے ہی سفارش کر چکی ہے)۔

(۹) ولایت نکاح کے سلسلے میں بھی یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ مسلمانوں کا ولی صرف مسلمان ہی ہونا چاہیے اور ایکٹ نمبر ۲۱ بابت

marfat.com

۱۸۵۰ع کے سبب جو تصادم پایا جاتا ھے اس کو دور کیا جانا چاھیے -

(۱۰) ''غیبت منقطعه'' کے اصول کے بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال کا جائزہ لیتے ھوئے یہ کہا گیا ھے کہ ''غیبت منقطعه'' کے اصول کا اطلاق محض فاصلے یا دوری پر نہ ھونا چاھیے بلکہ اُن تمام اسباب پر بھی کیا جانا چاھیے جن کی بنیاد پر ولی اقرب اپنا اختیار استعمال نہ کر سکتا ھو -

(۱۱) خیار بلوغ کے مسئلے میں اس نافذالوقت قانونی حکم کو اختیار کیا گیا ھے کہ لڑکے یا لڑکی دونوں کو خیار بلوغ کے استعمال کا حق ھوگا خواہ وہ نکاح ان کے باپ یا دادا نے کیا ھو ، اگرچہ جمہور فقہاء کے خیال میں باپ داد کے کیے ھوئے نکاحوں میں نابالغوں کو خیار بلوغ نہیں ھے - فقہی مباحث کا جائزہ لے کر نافذالوقت قانون کو صحیح سمجھا گیا ھے کیونکہ قرآن و سنت میں خیار بلوغ کے سلسلے میں باپ دادا اور دوسرے اولیاء مثلاً چچا وغیرہ کے کیے ھوئے نکاحوں میں تفریق کا کوئی جواز موجود نہیں -

(۱۲) اس مسئلہ میں کہ لڑکی کے خیار بلوغ کے محض استعمال سے نکاح ختم ھو جاتا ھے یا عدالت کے حکم تک باقی رھتا ھے ' جمہور فقہاء کی رائے یہ ھے کہ نکاح قاضی کے حکم تک باقی رھتا ھے چنانچہ اگر درخواست عدالت میں زیر تصفیہ ھو اور زوجین میں سے کوئی ایک فوت ھو جائے تو ایک دوسرے کا وارث ھوگا - اس سلسلہ میں ھند و پاکستان کی عدالتوں نے مختلف آراء کا اظہار کیا ھے - مجموعۂ ھذا میں جمہور فقہاء کی رائے کو اختیار کیا گیا ھے -

(۱۳) کفات کے ضمن میں اس امر کی صراحت کر دی گئی ھے کہ نکاح میں کفات کا لحاظ بدرجہ اولیٰ ھے ، خود جواز نکاح کی کوئی شرط

marfat.com

نہیں ہے ۔ البتہ ان خاندانوں میں کفأت کا لحاظ کیا جائے گا جن کے اندر پشتہا پشت سے کفأت کا برابر خیال رکھا گیا ہے ۔

(۱۴) مہر معجل (Prompt dower) کی عدم ادائی کے سبب عورت کے اس حق کو تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ شوہر کے ساتھ رہنے اور وظیفۂ زوجیت ادا کرنے سے انکار کر سکتی ہے خواہ پہلے صحبت ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو ۔ ائمہ کے درمیان اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر مرد عورت کے ساتھ صحبت کر چکا ہو یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو اس کے بعد عورت کا یہ اختیار باقی رہتا ہے یا نہیں کہ وہ تا ادائی مہر معجل شوہر کو اپنے نفس پر قدرت نہ دے ۔ فقہی مباحث اور وجوہ اختلاف کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے اس نقطہ نظر کو اختیار کیا گیا ہے کہ عورت کو ایسا اختیار حاصل ہے ۔

(۱۵) گزشتہ زمانہ کے نفقہ کی وصولی کے سلسلے میں حنفی مذہب کے مطابق ایسا اختیار حاصل نہیں ہے الّا یہ کہ کوئی ایسی باہمی قرارداد یا عدالتی ڈگری موجود ہو ۔ شافعی مذہب میں زوجہ کو گزشتہ زمانے کا نفقہ وصول کرنے کا اختیار دیا گیا ہے ۔ اس ضمن میں حنفی اصول سے صرفِ نظر کرتے ہوئے زمانۂ گزشتہ کا نفقہ پانے کے عورت کے حق کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے اسی کے مطابق قانونی حکم مرتب کیا گیا ہے ۔

مقصد تالیف :

مجموعۂ ھذا کی تالیف کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ملک میں اسلامی قانون کی ضابطہ بندی کی تحریک کی بنیاد پڑے اور حکومت وقت کے لیے اہم قوانین کا ایک خاکہ فراہم کر دیا جائے جو اسلامی قانون سازی میں ممد و معاون ثابت ہو ۔

مجموعۂ ھذا میں جہاں جہاں قانون نافذ الوقت سے اختلاف کیا گیا ہے وہاں

marfat.com

اس کی حیثیت محض ایک "تجویز" کی ہے البتہ اگر کسی مسئلہ میں ہماری مقننہ کا منظور کردہ کوئی قانون نافذ نہیں ہے اور عدالتیں مختلف کتب فقہ کو سامنے رکھ کر کسی مسئلہ میں حکم جاری کرتی ہیں تو "مجموعۂ ھذا" میں بیان کردہ مباحث کو پیش نظر رکھا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں کے عائلی قوانین پر جو قانونی ادب اس وقت ملک میں عام طور پر دستیاب ہے وہ اردو زبان میں فقہ کی چند ایک ناقص کتابوں، انگریزی زبان میں تلخیص شدہ ترجموں اور دو چار قابل ذکر انگریزی قانون دانوں کی تالیفات پر مشتمل ہے۔ لیکن اردو یا انگریزی میں (جسٹس سید امیر علی کی کتاب محمڈن لا کو کسی حد تک مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے) کوئی ایسی کتاب موجود نہیں جس میں فقہی احکام و مسائل کا تفصیلی اور تنقیدی جائزہ لیا گیا ہو اور ان کے اسباب و علل اور فقہاء کے اختلاف کی وجوہ سے بحث کی گئی ہو اور قانونی احکام و مسائل قرآن و سنت سے براہ راست مستنبط کیے گئے ہوں۔ لہذا امید ہے کہ اسلامی قانون سے شغف رکھنے والے اہل علم حضرات اور وہ طلباء جو اپنے اندر تحقیق کا جذبہ رکھتے ہیں اس کتاب کو بنظر استحسان دیکھیں گے۔

شاید اس بات کو کسر نفسی پر محمول کیا جائے لیکن یہ حقیقت ہے کہ قوانین اسلام کی ضابطہ بندی کے اس کام میں میری حیثیت ایک ایسے رہرو کی ہے جو حق کا متلاشی ہے ـــــ میرے پاس صرف مسافتیں ہیں۔ میں نے دانش جوئی اور حکمت طلبی کا جو سفر شروع کیا ہے اس میں منزل تک پہنچنا تو ایک بہت بڑا اعزاز ہے، اگر میں نے چند قدم مسافت بھی طے کر لی ہے یا کسی نئے راستے کا سراغ لگا لیا ہے تو وہ میری محنت و کاوش کا حقیقی صلہ ہوگا۔

اس سفر علمی کے دوران مجھے زادراہ کی کمی کا احساس رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اپنے بے بضاعت بندوں کو بھی نوازتا ہے۔ یہ اسی کا فضل و احسان

marfat.com

ہے کہ مجھ جیسے بندۂ بے نوا کو یہ کام کرنے کی توفیق اور ہمت بخشی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مجموعہ میں جو حق اور مسلمانان پاکستان کے لیے مفید ہو اسے شرف قبولیت بخش اور جاری فرما ، اور جو غلط ہو اس کی تصحیح کی ہدایت فرما ۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار ۔

کراچی ، ۲۳ - مارچ ۱۹۶۵ ع

تنزیل الرحمٰن

marfat.com

قانونِ ازدواج

(نکاح ، مہر ، نفقہ)

marfat.com

پہلا باب

ابتدائی

نام ۱۔ اس مجموعہ کا نام ''مجموعۂ قوانین اسلام'' ہوگا۔

اطلاق ۲۔ (۱) قانون ھذا کا اطلاق جملہ مسلمانوں اور ان غیر مسلم عورتوں پر ہوگا، جن سے مسلمان مرد کا نکاح جائز ہے اور جو شرعاً جائز طریقہ پر مسلمان مردوں کے نکاح میں آ جائیں۔

(۲) قانون ھذا اور قانون نافذالوقت میں اگر مغائرت یا تضاد پایا جائے تو قانون نافذ الوقت غالب رہے گا الاّ یہ کہ اسے منسوخ کر دیا جائے یا ترمیم کے ذریعہ قانون ھذا کے مطابق بنا دیا جائے۔

(۳) اگر کسی مسئلہ میں کوئی شرعی حکم قانون نافذ الوقت یا قانون ھذا میں موجود نہ ہو تو شریعت اسلامیہ کی مبادیات کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

(۴) شریعت اسلامیہ کی مبادیات میں حکم نہ ہونے کی صورت میں عرف عام و نظائرِ عدالت کی روشنی میں مناسب حکم جاری کیا جائے گا۔

(۵) اگر مذکورہ بالا صورتوں میں کوئی بھی صورت ممکن نہ ہو تو عدالتیں اجتہاد سے کام لیں گی:

مگر شرط یہ ہے کہ اجتہاد قرآن و سنت کے تابع اور ادلۂ شرعیہ کا پابند ہوگا۔

marfat.com

مسلمان کی تعریف

۳- جو کوئی شخص خدا کو ایک اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتا ہے اور خود کو مسلمان کہتا ہے۔ مسلمان ہے۔

تعریف نکاح

۴- نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے جس کے ذریعہ مرد و عورت کے درمیان جنسی تعلق جائز اور اولاد کا نسب صحیح ہو جاتا ہے اور زوجین کے مابین دیوانی حقوق و فرائض پیدا ہو جاتے ہیں۔

دوسرا باب

مختلف فرقوں اور مذاہب کے افراد کے درمیان نکاح

مسلمان فرقوں میں نکاح

۵- مسلمانوں کے ہر فرقے کے مرد و عورت کے درمیان باہم نکاح جائز ہے۔

مختلف فرقوں سے متعلق ہونے کی صورت میں زوجین کے حقوق و فرائض کا تعین۔

۶- (۱) کسی برعکس قانون کی عدم موجودگی میں، زوجین کا تعلق اگر مختلف فرقوں سے ہو تو ان کے ازدواجی حقوق و فرائض اس فرقے کے مطابق متعین ہوں گے جس کے وہ بوقت نکاح پابند تھے الاّ یہ کہ انہوں نے یا ان میں سے کسی ایک نے اپنی مرضی سے اپنے فرقے کے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے فرقے کے مذہب کو اختیار کر لیا۔ اس صورت میں ان کے حقوق و فرائض اس تبدیل شدہ فرقے کے مطابق متعین ہوں گے۔

(۲) کسی برعکس قانون کی عدم موجودگی میں عدالتی کارروائی میں اس فرقے کے مذہب کے مطابق عمل ہوگا جس سے مدعا علیہ متعلق ہے۔

marfat.com

کتابیہ سے نکاح

۷- مسلمان مرد کا کتابیہ عورت سے نکاح جائز ہے مگر کتابیہ حربیہ سے نکاح مکروہ ہوگا -

تیسرا باب

انعقاد اور جواز نکاح

اھلیت نکاح

۸- ھر عاقل و بالغ مسلمان مرد اور عورت بلا وساطت ولی نکاح کی اھل ہے - البتہ عورت کے مہر مثل سے کم پر یا غیر کفو سے نکاح کر لینے کی صورت میں اس کے ولی کو بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ھوگا -

انعقاد نکاح

۹- نکاح مرد و عورت کے ایجاب و قبول سے منعقد ھوتا ہے -

قاضی کی ضرورت

۱۰- انعقاد نکاح کے لیے کسی رجسٹرار، قاضی یا مولوی کی ضرورت نہیں -

توضیح: فریقین ایک دوسرے سے خود اپنا نکاح کر سکتے ھیں - یہ امر لازم نہ ھوگا کہ کوئی دوسرا شخص ان کا نکاح پڑھائے -

ایجاب و قبول زبانی یا تحریری

۱۱- ایجاب و قبول زبانی یا تحریری دونوں طرح جائز ہے -

توضیح: اگر فریقین اصالتاً یا وکالتاً مجلس نکاح میں موجود ھوں تو زبانی ایجاب و قبول لازم ھوگا، الّا یہ کہ کسی معذوری کے سبب ایسا ممکن نہ ھو -

ایجاب و قبول اصالتاً یا وکالتاً

۱۲- (۱) ایجاب و قبول اصالتاً یا وکالتاً دونوں طرح جائز ہے بشرطیکہ وکیل عاقل و بالغ ھو -

marfat.com

(۲) اگر شخص غیر مجاز (فضولی) کسی کا نکاح کر دے یا وہ اپنے اختیار سے تجاوز کرتے ہوئے موکل یا موکلہ کی جانب سے نکاح کا ایجاب یا قبول کر لے تو ایسا نکاح موکل یا موکلہ کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

ایجاب و قبول کے الفاظ

۱۳۔ نکاح ایجاب و قبول کے ایسے الفاظ سے منعقد ہو سکتا ہے جو اپنی تاثیر کے اعتبار سے عاقدین نکاح کو شرع کے مطابق فوری طور پر رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیں۔ مثلاً:

(ا) ''میں نے اپنی لڑکی کو تمھارے نکاح میں دیدیا۔''

(ب) ''میں نے اپنی لڑکی کو تمھاری مِلک میں دے دیا۔''

(ج) ''میں نے اپنی لڑکی کو تمھیں ھبہ کر دیا۔''

توضیح: بحالت معذوری ایسے اشارے کے ذریعہ بھی ایجاب و قبول ہو سکتا ہے جس سے فریقین ایک دوسرے کے مقصد کو غیر مبہم طور پر سمجھ لیں۔

ایجاب و قبول کے صیغے

۱۴۔ ایجاب و قبول کے الفاظ میں دونوں صیغے ماضی کے ہوں گے یا ایک ماضی کا اور دوسرا مستقبل کا، یا ایک صیغہ امر کا اور دوسرا ماضی کا۔

ایجاب و قبول میں تطابق

۱۵۔ ایجاب و قبول کے لیے ضروری ہے کہ ایک کلام دوسرے کلام کے مطابق ہو۔

جواز نکاح

۱۶۔ نکاح کا جواز متناکحین یا ان کے اولیاء کے عاقل و بالغ ہونے اور دو عاقل بالغ مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی اور سماعت میں برضامندی فریقین ایک مجلس میں ایجاب و قبول پر منحصر ہے، بشرطیکہ متناکحین یا ان میں سے کسی ایک کی ذات میں کوئی ایسا امر شرعی موجود نہ ہو جو مانع نکاح ہو۔

marfat.com

مگر شرط یہ ہے کہ متناکحین اگر شیعہ ہوں یا نکاح شیعہ مذہب کے مطابق پڑھایا جائے تو اس کے جواز کے لیے مجلس میں گواہوں کی موجودگی ضروری نہ ہوگی۔

نکاح کی رجسٹری

۱۷- (۱) عائلی قانون کے بموجب عمل میں لایا ہوا ہر نکاح درج رجسٹر کیا جائے گا۔

(۲) اس غرض کے لیے صوبائی حکومتیں مختلف علاقوں میں مناسب اشخاص کو بحیثیت نکاح رجسٹرار مقرر کریں گی۔

(۳) جس نکاح کو نکاح رجسٹرار نے سرانجام نہ دیا ہو اُسے درج رجسٹر کرانے کے لیے اس شخص کی طرف سے نکاح رجسٹرار کو اطلاع بھیجی جائے گی جس نے وہ نکاح سرانجام دیا۔

(۴) نکاح کی رجسٹری انعقاد نکاح کی صرف ایک بادی النظری شہادت ہوگی۔

(۵) نکاح رجسٹر نہ کرانے کی صورت میں خاطی کو ایک ماہ قید سادہ یا پانچ سو روپے تک جرمانہ کی سزا دی جا سکے گی۔

تعدد ازدواج

۱۸- (۱) کوئی شخص ایک زوجہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے، بجز عائلی عدالت کی ماقبل تحریری اجازت کے دوسرا نکاح کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

(۲) عائلی عدالت صرف اس صورت میں اجازت دے گی جب کہ اسے اس امر کا اطمینان ہوگیا ہو کہ۔

(ا) وہ شخص حسب ضرورت مالی استطاعت رکھتا ہے۔

(ب) ایک زوجہ کی موجودگی میں دوسری عورت سے نکاح میں شرعی مصلحت مضمر ہے، اور

(ج) اس امر کے باور کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں

marfat.com

کہ وہ دوسرے نکاح کی اجازت دیے جانے کی صورت میں بیویوں کے درمیان عدل نہ کرے گا۔

(۳) دوسرے نکاح کی اجازت کے لیے موجودہ زوجہ کی منظوری حاصل کرنا ضروری نہ ہوگا۔

(۴) اگر کوئی شخص ایک زوجہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسرا نکاح کر لے تو ایسا نکاح شرعاً جائز ہوگا۔ مگر ماقبل تحریری اجازت حاصل نہ کرنے کے جرم میں اس کو ایک سال تک قید سادہ یا پانچ ہزار روپیہ تک جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔

چوتھا باب

صحیح، فاسد اور باطل نکاح

نکاح صحیح

۱۹- وہ نکاح جو شرع کے عین مطابق ہو اور جملہ ارکان و شرائط کی پابندی کے ساتھ بلا کسی شرعی مانع کے منعقد ہوا ہو، نکاح صحیح کہلائے گا۔

نکاح صحیح کے اثرات

۲۰- نکاح صحیح سے زوجین کو حسب ذیل حقوق حاصل ہوں گے۔

(۱) دائمی رشتہ زوجیت و حق حبس زوجہ (بیوی کو پابند بنانے کا حق)؛

الاّ یہ کہ طلاق واقع ہو جائے یا کسی امر شرعی کی بناء پر تفریق واقع ہو یا کوئی فریق مر جائے۔

marfat.com

(۲) حق مقاربت جنسی -

(۳) حرمت مصاہرت -

(۴) تولید نسل و ثبوت (قیام) نسب اولاد -

(۵) حق مہر زوجہ -

(۶) حق نفقۂ زوجہ و راحت و آسایش بقدر استطاعت -

(۷) حق وراثت اولاد و مابین زوجین ، اور

(۸) دیگر استمتاع جس کی شرع نے اجازت دی ہو -

نکاح فاسد

۲۱- نکاح فاسد وہ نکاح ہے جس میں نکاح صحیح کی کوئی شرط مفقود ہو -

نکاح فاسد کے اثرات

۲۲- (ا) اگر دخول نہ ہوا ہو تو نکاح فاسد نکاح باطل کے حکم میں ہوگا اور نتیجتاً طرفین کو ایک دوسرے پر کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔

(ب) دخول کی صورت میں نکاح فاسد کے حسب ذیل اثرات و نتائج مرتب ہوں گے -

(۱) مہر مسمیٰ یا مہر مثل، دونوں میں جو کم ہو -

(۲) اثبات نسب اولاد -

(۳) حرمت مصاہرت -

(۴) نفقۂ اولاد -

(۵) زوجہ کا نفقہ تا وقتیکہ فسادِ نکاح کا علم نہ ہو -

(۶) وراثت اولاد -

(۷) عدت بصورت تفریق یا وفاتِ شوہر -

(۸) عدم توارث بین الزوجین -

marfat.com

(ج) نکاحِ فاسد کی صورت میں فساد ظاہر ہو جانے پر تفریق واجب ہوگی۔ اگر زوجین خود تفریق اختیار نہ کریں تو حاکم عدالت ان میں تفریق کرائے گا اور انہیں سزا دینے کا مجاز ہوگا۔

نکاح باطل

۲۳۔ نکاح باطل وہ ہے جو فی نفسہٖ کالعدم ہو۔

نکاح باطل کے اثرات

۲۴۔ نکاح باطل باعتبار نتیجہ بالکلیہ بے اثر ہوتا ہے۔ اس سے مابین فریقین کوئی ازدواجی حق یا وجوب پیدا نہیں ہوتا۔

ماؤں، بیٹیوں، بہنوں، پھوپیوں، خالاؤں، بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح

۲۵۔ ماؤں، بیٹیوں، بہنوں، پھوپیوں، خالاؤں، بھتیجیوں اور بھانجیوں سے، خواہ وہ کتنی ہی پشت پہلے یا بعد کی ہوں، نکاح حرام ہے۔

رضاعی ماؤں اور بہنوں سے نکاح

۲۶۔ رضاعی ماؤں اور بہنوں سے نکاح حرام ہے۔

ساس سے نکاح

۲۷۔ کسی مرد کا اپنی ساس سے نکاح کرنا حرام ہے۔

سوتیلی بیٹیوں سے نکاح

۲۸۔ کسی مرد کا اپنی سوتیلی بیٹی سے، جو اس کی مدخولہ بیوی کے بطن سے ہو، نکاح حرام ہے۔

حقیقی بیٹوں کی بیویوں سے نکاح

۲۹۔ کسی مرد کا اپنے حقیقی بیٹوں کی بیویوں سے نکاح حرام ہے۔

اجتماع خواہرین

۳۰۔ ایسا نکاح جو ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی دوسری بہن سے کیا جائے حرام ہے۔ البتہ بیوی کے مر جانے یا اسے طلاق دے دینے اور عدّت گزر جانے کے بعد اس کی بہن سے نکاح جائز ہوگا:

استثناء: اگر مرد نے ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی دوسری بہن سے لا علمی میں نکاح کیا اور صحبت کر لی تو نکاح ثانی پر نکاح فاسد کے احکام مرتب ہوں گے،

marfat.com

لیکن طرفین پر فساد ظاہر ہو جانے پر فوراً تفریق واجب ہوگی ۔ اگر فریقین خود تفریق اختیار نہ کریں تو عدالت ان میں تفریق کرائے گی اور انھیں سزا دینے کی مجاز ہوگی ۔

ایسی دو قرابت دار عورتوں کا نکاح میں اجتماع جن کا باہم نکاح حرام ہے

۳۱۔ ایسی دو قرابت دار عورتوں سے بیک وقت یا یکے بعد دیگرے (جب کہ ایک عورت نکاح میں پہلے سے ہو) نکاح جن میں سے اگر ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو ان میں نکاح حرام ہو ، ناجائز ہے ۔

مشرکہ سے نکاح

۳۲۔ کسی مسلمان مرد کا ایک مشرکہ یا بت پرست عورت سے نکاح حرام ہے ۔

غیر مسلم سے نکاح

۳۳۔ مسلمان عورت کا کسی مشرک یا کتابی مرد سے نکاح مطلقاً حرام ہے ۔

منکوحۂ غیر سے نکاح

۳۴۔ کسی مسلمان مرد کا منکوحۂ غیر سے باوجود علم کے نکاح کرنا حرام ہے :

استثناء: اگر منکوحہ غیر سے بلا علم نکاح کی صورت میں دخول ہوگیا ہو تو نکاح فاسد کے احکام مرتب ہوں گے ، البتہ فساد ظاہر ہو جانے پر ان پر تفریق واجب ہوگی ۔ اگر فریقین خود تفریق اختیار نہ کریں تو عدالت ان میں تفریق کرائے گی اور انھیں سزا دینے کی مجاز ہوگی ۔

چار بیویوں کی موجودگی میں پانچواں نکاح

۳۵۔ کسی مسلمان مرد کا چار بیویوں کی موجودگی میں پانچواں نکاح باطل ہے ۔

معتدۂ غیر سے نکاح

۳۶۔ معتدۂ غیر سے دوران عدّت نکاح باطل ہے :

استثناء: معتدۂ غیر سے بلا علم نکاح کی صورت میں وطی

marfat.com

بالشبہ کی بناء پر نکاح فاسد کے احکام مرتب ہوں گے ۔ البتہ فساد ظاہر ہو جانے پر ان پر تفریق واجب ہوگی ۔ اگر فریقین خود تفریق اختیار نہ کریں تو عدالت ان میں تفریق کرائے گی اور سزا دینے کی مجاز ہوگی ۔

مطلقۂ ثلاثہ سے نکاح

۳۷۔ مطلقۂ ثلاثہ کا بدون حلالہ اپنے سابق شوہر سے نکاح جدید حرام ہے ۔

حاملہ ثابت النسب سے نکاح

۳۸۔ ایسی عورت سے نکاح جو حاملہ ثابت النسب ہو باطل ہے ۔

زانیہ کی ماں اور بیٹی سے نکاح

۳۹۔ اگر کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ زنا کرے تو زانیہ کی ماں اور بیٹی سے اس مرد کا نکاح حرام ہے ۔

متعہ

۴۰۔ متعہ حرام ہے ۔

نکاح موقت

۴۱۔ نکاح موقّت باطل ہے ۔

نکاح دیوانی

۴۲۔ نکاح دیوانی (سول میرج) جو احکام شریعت کے مطابق نہ ہو کالعدم ہے ۔

پانچواں باب

ولایت نکاح

نابالغ کا نکاح

۴۳۔ نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح عدالت مجاز کی اجازت سے ان کے ولی کر سکتے ہیں ۔

توضیح : نابالغ پر حق ولایت اس کے بالغ ہو جانے پر ختم ہو جاتا ہے ۔

marfat.com

ولی نکاح

۴۴- ہر عاقل و بالغ مسلمان جس کو بلحاظِ احکامِ شرع حقِ ولایت پہونچتا ہو ولی نکاح ہو سکتا ہے۔

توضیح: مسلمان کا ولی کوئی کافر یا مرتد نہیں ہو سکتا۔

حق ولایت

۴۵- نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کر دینے کا اختیار علی الترتیب حسب ذیل اشخاص کو حاصل ہوگا:

(۱) باپ۔

(۲) دادا (خواہ کتنی ہی اگلی پشت کا ہو)

(۳) سگا بھائی۔

(۴) علّاتی بھائی۔

(۵) سگا بھتیجا۔

(۶) علّاتی بھتیجا۔

(۷) سگا چچا۔

(۸) علّاتی چچا۔

(۹) سگا چچا زاد بھائی۔

(۱۰) علّاتی چچا زاد بھائی اور اسی طرح دوسرے عصبات (پدری رشتہ داران) بہ ترتیب وراثت۔

(۱۱) ماں۔

(۱۲) بیٹے کی بیٹی۔

(۱۳) بیٹی کی بیٹی۔

(۱۴) پوتے کی بیٹی۔

(۱۵) بیٹی کی نواسی۔

(۱۶) سگی بہن۔

(۱۷) سوتیلا بھائی۔

۱۸) سوتیلی بہن۔

marfat.com

(۱۹) دیگر ذوی‌الارحام (مادری رشتہ داران) بہ ترتیب وراثت۔

(۲۰) حاکمِ وقت یا قاضی۔

قریب تر ولی کی موجودگی میں بعید تر ولی کا حق ولایت

۴۶۔ قریب تر ولی کی موجودگی میں بعید تر ولی کا حق ولایت معدوم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر قریب تر ولی غیبت منقطعہ پر ہو تو بعید تر ولی مولیٰ علیہ کا نکاح کر دینے کا مجاز ہوگا۔

ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کا کیا ہوا نکاح

۴۷۔ اگر ولی اقرب موجود ہو مگر نا بالغ کا نکاح ولی ابعد کر دے تو اس کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

دو ہم درجہ اولیاء کی صورت میں ایک کے نکاح کر دینے کا اثر

۴۸۔ اگر دو ہم درجہ ولی ہوں اور ان میں سے کوئی ایک مولیٰ علیہ کا نکاح کر دے تو نکاح جائز ہوگا۔

چھٹا باب

خیار بلوغ

خیار بلوغ کی تعریف

۴۹۔ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا بہ زمانہ نابالغی ولی کے کیے ہوئے نکاح کو بالغ ہو جانے پر رد کر دینے کا اختیار ”خیار بلوغ“ کہلاتا ہے۔

خیار بلوغ کا حق

۵۰۔ نابالغ لڑکے یا لڑکی کو اس کے ولی کے کیے ہوئے نکاح کو رد کرنے کے لیے خیار بلوغ کے استعمال کا حق حاصل ہے خواہ وہ نکاح اس کے باپ دادا یا کسی بھی ولی کا کیا ہوا ہو۔

فسخ نکاح کی ڈگری

۵۱۔ اگر لڑکے یا لڑکی کا نکاح بزمانۂ نابالغی ان کے جائز ولی

marfat.com

نے کرایا ہو تو وہ بالغ ہو جانے پر خیار بلوغ کے ذریعہ عدالت سے فسخ نکاح کی ڈگری حاصل کرنے کے مجاز ہوں گے ۔

خیار بلوغ کے استعمال کا وقت

۵۲- لڑکا یا لڑکی زمانۂ نابالغی میں ولی کے کیے ہوئے نکاح کو ناپسند کرنے کی صورت میں اندرون مدت ۳ سال بعد بلوغ یا علم نکاح یا ۱۸ سال کی عمر کو پہونچنے پر (جو مدت بھی زیادہ ہو) خیار بلوغ کا حق استعمال کرنے کے مجاز ہوں گے ۔

خیار بلوغ کا حق کب ساقط ہو جائے گا

۵۳- باکرہ عورت کا خیار بلوغ زائل ہو جائے گا ، اگر وہ نکاح کے علم کے باوجود بعد بلوغ مرد کو جماع کی اجازت دے یا اس سے کوئی ایسا فعل یا ترک فعل سرزد ہو جس سے صراحتاً یا معناً یہ ظاہر ہوتا ہو کہ اس نے نکاح کو رد نہیں کیا ۔

توضیح : اگر جماع بزمانۂ نابالغی یا بغیر رضامندی کے کیا گیا ہو تو خیار بلوغ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

ثیبہ کا خیار بلوغ

۵۴- مرد یا ثیبہ عورت کا خیار بلوغ اس وقت تک زائل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ بعد بلوغ صراحتاً نکاح پر اپنی رضامندی ظاہر نہ کر دے ۔

ساتواں باب

کفاءت

کفو کی تعریف

۵۵- کفو وہ شخص کہلاتا ہے جو مذہب ، نسب ، آزادی ، پیشہ ، دیانت اور تموّل میں ہم سر ہو ۔

کفات کا اطلاق

۵۶- نکاح میں مرد کا عورت کے لیے کفو ہونا ضروری ہوگا ۔ عورت کا مرد کے لیے کفو ہونا ضروری نہیں ۔

marfat.com

امور کفات

۵۷۔ امور کفأت حسب ذیل ھیں:

(۱) اسلام۔ (۲) نسب۔

(۳) آزادی۔ (۴) حرفہ (پیشہ)۔

(۵) دیانت، اور۔ (۶) تموّل۔

کفأت کا لحاظ

۵۸۔ کفأت کا لحاظ نکاح کے وقت کیا جائے گا۔

کفأت اور صحت نکاح

۵۹۔ اگر بالغہ عورت نے اپنا نکاح غیر کفو سے کر لیا تو نکاح صحیح ہوگا البتہ ولی عصبہ بر بنائے عدمِ کفأت عدالت کے ذریعہ نکاح فسخ کرنے کا حقدار ہوگا۔

ولی کا حق اعتراض کب ساقط ہوگا

۶۰۔ ولی کا حق اعتراض نکاح کے علم کے ایک سال بعد یا عورت کے بچہ پیدا ہو جانے پر (جو پہلے واقع ہو) ساقط ہو جائے گا۔

عدم کفأت کی بناء پر تفریق

۶۱۔ عدم کفأت کی بناء پر تفریق بحکم عدالت ہوگی۔

عدم کفأت کی بناء پر تفریق کا اثر

۶۲۔ عدم کفأت کی بناء پر تفریق بمنزلۂ فسخ نکاح ہوگی۔

آٹھواں باب

خلوت صحیحہ

خلوت صحیحہ کی تعریف

۶۳۔ خلوت صحیحہ کے معنی ھیں مرد و عورت دونوں کا کسی ایسی جگہ، مکان، یا حصۂ مکان میں تنہا جمع ہونا، جہاں باہم صحبت کرنے سے کوئی جسمی، طبعی یا شرعی مانع موجود نہ ہو۔

توضیح: وہ جگہ، مکان یا کمرہ ایسا ہو جہاں دونوں کی

marfat.com

اجازت کے بغیر کسی کے اندر آنے یا دیکھنے کا کھٹکا نہ ہو ۔

خلوت صحیحہ کا اثر

۶۴۔ (الف) خلوت صحیحہ اپنے اثر کے اعتبار سے حسب ذیل صورتوں میں وطی (صحبت) کی قائم مقام متصور ہوگی :

(۱) کل مہر کے لازم ہونے میں ۔

(۲) نسب اولاد ثابت ہونے میں ۔

(۳) عدت کے واجب ہونے میں ۔ اور

(۴) نفقہ دوران عدت کے واجب ہونے میں ۔

(ب) حسب ذیل صورتوں میں وطی (صحبت) کے قائم مقام متصور نہ ہوگی :

(۱) بکارت زائل ہونے میں ۔

(۲) سنگ ساری کے حکم میں ۔

(۳) زوجہ کی لڑکی (پہلے شوہر سے) کے حرام ہونے میں ۔

(۴) رجعت میں ۔ اور

(۵) میراث میں ۔

خلوت فاسدہ

۶۵۔ خلوت فاسدہ کے معنی ہیں مرد و عورت دونوں کا کسی ایسی تنہا جگہ، مکان یا حصۂ مکان میں جمع ہونا جہاں ان کی اجازت کے بغیر کسی کے اندر آنے یا دیکھنے کا کھٹکا نہ ہو لیکن دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو حقیقتاً صحبت کرنے پر قدرت نہ ہو ۔

خلوت فاسدہ کا اثر

۶۶۔ خلوت فاسدہ کی صورت میں عدت اور نفقہ استحساناً واجب ہوگا ۔

marfat.com

نواں باب

مہر

مہر کی تعریف

۶۷- مہر اس مالی منفعت کا نام ہے جو عورت شرعاً مرد سے بعوض نکاح پانے کی مستحق ہوتی ہے۔

مہر کی مقدار

۶۸- مہر کی کم از کم مقدار ساڑھے تین روپے پاکستانی یا اس کے مساوی قیمت کی کوئی شے ہے۔ زائد کی کوئی حد نہیں۔

اقسام مہر

۶۹- مہر کی اقسام حسب ذیل ہیں:

(۱) مہر مسمیٰ۔
(۲) مہر مثل۔

مہر مسمیٰ: اس مہر کو کہتے ہیں جو بوقت نکاح یا بعد نکاح مابین زوجین مقرر ہوا ہو۔ اس کی حسب ذیل دو قسمیں ہیں:

(و) مہر معجّل۔ (ب) مہر موجّل۔

مہر معجّل: اس مہر کو کہتے ہیں جو بوقت نکاح فوری ادا کر دیا جائے یا عندالطلب قابل ادا ہو۔

مہر موجّل: اس مہر کو کہتے ہیں جو طلاق یا زوجین میں سے کسی ایک کی وفات پر قابل ادا ہو۔

مہر مثل: مہر مثل امثال و اقران کے مہر کو کہتے ہیں جو اس عورت کے مثل عورت کا مقرر ہوا ہو۔

لزوم مہر

۷۰- اگر معاهدۂ نکاح میں مہر کا تذکرہ نہ کیا گیا ہو تو شرعاً مہر لازم تصور کیا جائے گا اور مرد پر مہر مثل واجب ہوگا۔

marfat.com

توضیح : اگر نکاح اس شرط کے ساتھ کیا جائے کہ نکاح میں کوئی مہر نہ ہوگا تو شرط ساقط ہوگی اور مہر مثل واجب ہوگا۔

مہر کی ذمہ داری

۷۱- مہر کی ادائی کی ذمہ داری براہ راست شوہر پر عائد ہوگی الّا یہ کہ نکاح بحالت صغر سنی اس کے ولی نے کیا ہو، ایسی صورت میں اس کی ذمہ داری ولی پر ہوگی۔

توضیح : شوہر کے بالغ ہونے پر نکاح کے قائم رکھنے کی صورت میں مہر کی ذمہ داری شوہر پر ہوگی اور ولی بری‌الذمہ ہو جائے گا۔

عدم صراحت کی صورت میں مہر کی ادائی

۷۲- معاہدۂ نکاح میں مہر کی ادائی کے بارے میں کوئی صراحت نہ ہونے کی صورت میں پورا مہر مہر معجّل متصور ہوگا۔

خلوت صحیحہ کے بغیر طلاق کی صورت میں مہر کا وجوب

۷۳- خلوت صحیحہ کے بغیر طلاق کی صورت میں مرد کے ذمہ نصف مہر مسمیٰ واجب ہوگا۔

توضیح : (و) اگر کوئی مہر مقرر نہ ہوا ہو تو عورت کو متعہ (ایک جوڑا کپڑا) دیا جائے گا۔

(ب) اگر فسخ نکاح کی ذمہ داری عورت پر ہو تو وہ کچھ مہر پانے کی مستحق نہ ہوگی۔

خلوت صحیحہ کے بعد مہر کا وجوب

۷۴- حسب ذیل صورتوں میں کل مہر متاکد اور فی الفور واجب ہو جائے گا۔

(و) خلوت صحیحہ کے بعد۔

(ب) کسی ایک کی وفات واقع ہونے پر۔

خلوت صحیحہ کے بعد طلاق کی صورت میں مہر کی ادائی

۷۵- خلوت صحیحہ کے بعد طلاق یا فسخ نکاح کی صورت میں کل مہر فی‌الفور واجب ہو جائے گا۔

marfat.com

وفات واقع ہو جانے پر مہر کا وجوب

۷۶- نکاح صحیح کے دوران زوجین میں سے کسی ایک کی وفات کی صورت میں کل مہر واجب الادا ہو جائے گا، بلا لحاظ اس کے کہ خلوت صحیحہ ہوئی ہو یا نہ۔

مہر میں کمی یا زیادتی

۷۷- قیام نکاح کے دوران:

(ا) زوجہ اپنے مہر میں کمی کر سکتی ہے۔

(ب) شوہر مہر مقررہ میں زیادتی کر سکتا ہے۔

مہر وصول کرنے کا اختیار

۷۸- بالغہ عورت کو مہر وصول کرنے کا خود اختیار حاصل ہے۔ نابالغہ ہونے کی صورت میں اس کا شوہر یا ولی مہر معجل کو (بصورت ادائی) عدالت میں جمع کرانے کا پابند ہوگا۔

زوجہ کا مہر کے ہبہ کرنے کا اختیار

۷۹- زوجۂ بالغہ اپنے مہر کا کل یا جزو ہبہ یا معاف کر سکتی ہے۔

توضیح: اگر زوجہ نابالغہ ہو تو اس کا ولی مہر کو معاف یا بحق شوہر ہبہ نہیں کر سکتا۔

عدم ادائی مہر معجل کی بنا پر زوجہ کا زناشوئی سے انکار

۸۰- زوجہ کو تا ادائی مہر معجل شوہر کے ساتھ رہنے اور وظیفۂ زوجیت ادا کرنے سے انکار کا حق حاصل ہو گا، خواہ پہلے صحبت ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

مہر کی نوعیت

۸۱- مہر کی نوعیت ایک قرض کی ہے جو تمام حقوق وصیت و وراثت پر مقدّم ہے۔

عدم ادائی مہر کی صورت میں بیوہ کا متوفی کی جائداد پر قبضہ رکھنے کا حق

۸۲- عدم ادائی مہر کی صورت میں بیوہ کو متوفی کی جائداد پر تا ادائی مہر قبضہ رکھنے کا حق حاصل ہو گا۔

توضیح: یہ واقعہ کہ بیوہ بر بنائے دین مہر متوفی کی جائداد پر قابض ہے اس امر میں مانع نہ ہوگا کہ وہ اپنے مہر کی وصول یابی کا مقدمہ متوفی کے ورثاء پر دائر کرے۔

marfat.com

دسواں باب

نفقہ

نفقے کی تعریف

۸۳- نفقہ حبس زوجہ کا معاوضہ ہے جس میں خوراک ، لباس اور مکان شامل ہے ۔

نفقے کی شرعی حیثیت

۸۴- شوہر پر اپنی زوجہ کا نفقہ بر بنائے تسلیم نفس واجب ہے۔

شرائط وجوب

۸۵- مرد پر حسب ذیل صورتوں میں اپنی زوجہ کا نفقہ واجب ہوگا :-

(۱) جب کہ نکاح صحیح ہو ۔

(۲) جب کہ عورت نے خود کو مرد کے اختیار میں دے دیا ہو ۔

(۳) جب کہ زوجہ مشقت جماع کو برداشت کر سکتی ہو ، خواہ شوہر نا بالغ ہو یا اس سے صحبت کرنے پر قادر نہ ہو ۔

(۴) جب کہ زوجہ اپنے باپ کے گھر میں مقیم ہو مگر شوہر نے اسے اپنے گھر آنے کی دعوت نہ دی ہو یا بغیر وجہ جائز کے گھر بلانے سے منع کرتا ہو ۔

(۵) جب کہ عورت بر بنائے عدم ادائی مہر معجل یا کسی دیگر جائز سبب کی بناء پر شوہر کے گھر آنے سے انکاری ہو ، خواہ صحبت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو ۔

marfat.com

نفقے کا عدم وجوب

۸۶- حسب ذیل صورتوں میں مرد پر عورت کا نفقہ واجب نہ ہوگا :-

(۱) جب کہ زوجہ اتنی کم عمر ہو کہ جماع کی مشقت کو برداشت نہ کر سکتی ہو ، لیکن اگر زوجہ پاگل ہو جائے یا ایسی بڑھیا ہو جائے کہ جماع کے قابل نہ رہے تو نفقہ کا وجوب قایم رہے گا۔

(۲) جب کہ عورت اس قدر بیمار ہو کہ بعد عقد رخصت ہوکر مرد کے گھر نہ آ سکتی ہو ، لیکن اگر شوہر کے گھر میں بیمار ہو تو نفقہ واجب ہوگا۔

(۳) جب کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر حج کو جائے الاّ یہ کہ حج واجب ہو ۔

(۴) جب کہ عورت کاریگر یا ملازم ہو اور شوہر کے منع کرنے کے باوجود گھر سے باہر رہتی ہو ۔

(۵) جب کہ عورت قید میں ہو ، البتہ شوہر کے قید میں ہونے کے سبب عورت اپنے نفقہ کے حق سے محروم نہ ہوگی۔

(۶) جب عورت ناشزہ (نافرمان) ہو اور شوہر کی اجازت کے بغیر بلا وجہ جائز اس کے گھر سے نکل جائے ، یا اگر مکان عورت کی ملکیت ہو تو شوہر کو مکان میں داخل ہونے اور اپنے ساتھ رہنے سے منع کرے ۔

توضیح : عورت اگرچہ ناشزہ ہو مگر شوہر کے گھر میں رہتی

marfat.com

ہو تو بغرض نفقہ ناشزہ نہیں کہلائے گی خواہ وہ مرد کو ہم بستر ہونے سے منع کرتی ہو ۔

(۷) نکاح فاسد میں وطی بالشبہ کی صورت میں فساد نکاح ظاہر ہو جانے پر ، ماسوائے نکاح بلا شہود کے ۔

(۸) جب عورت بلا وجہ جائز شوہر سے علیحدہ رہے یا اس کے ساتھ دوسرے شہر جانے سے انکار کرے ۔ اِلّا یہ کہ مہر معجل ادا طلب ہو یا کوئی معاہدۂ جائز مابین فریقین موجود ہو ۔

(۹) جب کہ عورت مرتد ہوگئی ہو ۔

(۱۰) جب کہ تفریق عورت کی معصیت کے سبب واقع ہوئی ہو ۔

(۱۱) جب کہ بوجہ وفات عدت میں ہو ۔

استثنا : اگر بیوہ حاملہ ہو تو وضع حمل تک نفقہ واجب ہوگا ۔

(۱۲) جب کہ کوئی عورت کو غصب کر کے لے جائے ۔

نفقے کی مقدار

۸۷۔ زوجہ کے نفقے میں شوہر اور زوجہ دونوں کے مرتبے اور حیثیت کا لحاظ کیا جائے گا ۔ اگر دونوں کی حیثیت میں فرق ہو تو اوسط درجے کا نفقہ دلایا جائے گا ۔

گزشتہ زمانے کا نفقہ

۸۸۔ عورت کو حق ہو گا کہ وہ شوہر سے گزشتہ زمانے کے نفقہ کے جائز اخراجات کی ادائی کا مطالبہ کرے ۔

مرد کے غیاب میں نفقہ

۸۹۔ اگر شوہر غائب ہو تو زوجہ شوہر کے نام پر قرض لے کر اپنا نفقہ مہیا کر سکتی ہے اور قرض خواہ اس کے شوہر سے

marfat.com

وصول کر سکتا ہے ، بشرطیکہ نفقہ عدالت کی جانب سے مقرر کردہ ہو ۔

قید بسبب عدم ادائی نفقہ

۹۰- اگر مرد عورت کے نفقہ کی فراہمی سے مسلسل غفلت اور کوتاہی برتتا ہو تو عورت عدالت میں نفقہ کی عدم ادائی کی صورت میں مرد کو قید کیے جانے کی درخواست پیش کرنے کی مجاز ہو گی ۔

ابراء نفقے کا معاہدہ

۹۱- زوجین کے درمیان یہ معاہدہ یا زوجہ کا یہ اقرار کہ مرد پر نفقہ واجب نہ ہو گا یا وہ نفقہ نہ لے گی ، باطل ہو گا ۔

تفریق بربنائے تنگدستی

۹۲- کسی عورت کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ شوہر کی تنگدستی کے سبب تفریق کی طالب ہو الّا یہ کہ حاکم عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ معاش کا مستقبل قریب میں کوئی امکان نہیں اور عورت کے معصیت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے ۔

marfat.com

شرح

قانونِ نکاح

marfat.com

پہلا باب

ابتدائی

نام
۱۔ اس مجموعہ کا نام "مجموعۂ قوانین اسلام" ہوگا۔

اطلاق
۲۔ (۱) قانون ھذا کا اطلاق جملہ مسلمانوں اور ان غیر مسلم عورتوں پر ہوگا، جن سے مسلمان مرد کا نکاح جائز ہے اور جو شرعاً جائز طریقہ پر مسلمان مردوں کے نکاح میں آ جائیں۔

(۲) قانون ھذا اور قانون نافذالوقت میں اگر مغائرت یا تضاد پایا جائے تو قانون نافذالوقت غالب رہے گا، الآ یہ کہ اسے منسوخ کر دیا جائے یا ترمیم کے ذریعہ قانون ھذا کے مطابق بنا دیا جائے۔

(۳) اگر کسی مسئلہ میں کوئی شرعی حکم قانون نافذالوقت یا قانون ھذا میں موجود نہ ہو تو شریعت اسلامیہ کی مبادیات کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

(۴) شریعت اسلامیہ کی مبادت میں حکم نہ ہونے کی صورت میں عرف عام و نظائر عدالت کی روشنی میں مناسب حکم جاری کیا جائے گا۔

(۵) اگر مذکورہ بالا صورتوں میں کوئی بھی صورت ممکن نہ ہو تو عدالتیں اجتہاد سے کام لیں گی:

مگر شرط یہ ہے کہ اجتہاد قرآن و سنت کے تابع اور ادلّۂ شرعیہ کا پابند ہوگا:

مسلمان کی تعریف
۳۔ جو کوئی شخص خدا کو ایک اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ

marfat.com

علیہ وسلم کو آخری نبی مانتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو، مسلمان ہے۔

تعریف نکاح

۴۔ نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے جس کے ذریعہ مرد و عورت کے درمیان جنسی تعلق جائز اور اولاد کا نسب صحیح ہو جاتا ہے اور زوجین کے مابین دیوانی حقوق و فرائض پیدا ہو جاتے ہیں۔

تشریح

نکاح کے لغوی معنی ''ملانا'' اورحقیقی معنی ''جماع'' کے ہیں۔ نکاح کو قرآن پاک میں '' حَصَن '' یعنی قلعہ سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے مراد زوجین کی عفّت و عصمت کا تحفظ ہے۔

کتب فقہ میں نکاح کی تعریف:

ہدایہ میں نکاح کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ نکاح ایک معاہدہ ہے جس کا مقصد جائز اولاد پیدا کرنا ہے[1]۔ کنزالدقائق میں نکاح کو ایک ایسا معاہدہ کہا گیا ہے جو عورت سے حصول تمتع کی خاطر مالک ہونے کے لیے کیا جاتا ہے[2]۔ یہی تعریف فتاویٰ عالمگیری میں بھی بیان کی گئی ہے[3]۔ اسی طرح شرح وقایہ میں بھی نکاح کو ایک ایسے معاہدے سے تعبیر کیا گیا ہے جو اس تمتع کے حلال ہونے کے واسطے، جو مرد کو عورت سے حاصل ہوتا ہے، وجود میں آتا ہے[4]۔ ملک شام کے عائلی قانون میں

---

(۱) ہدایہ (انگریزی) چارلس ہملٹن، صفحہ ۲۵۔

(۲) " النکاح عقد یرد علی ملک المتعة قصداً " (کنزالدقائق، مطبع مجتبائی دھلی، کتاب النکاح، صفحہ ۹۷) یہ تعریف مبہم اور ناقص ہے (مؤلف)

(۳) فتاویٰ عالمگیری (عربی) مطبع مجیدی کانپور، جلد ۲ کتاب النکاح صفحہ ۱۔

(۴) شرح وقایہ (اردو ترجمہ) ملک سراج الدین اینڈ سنز، لاہور، جلد ۲ کتاب النکاح، صفحہ ۳۶۳۔

marfat.com

نکاح کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ نکاح مرد و عورت کے درمیان ایک معاہدہ ہے جس سے عورت مرد کے لیے حلال ہو جاتی ہے ، اس کا مقصد باہمی زندگی اور توالد و تناسل کا رشتہ پیدا کرنا ہے[5]۔

فی الحقیقت نکاح ایک شرعی معاہدہ ہے جس کے نتیجے میں زوجین کو ایک دوسرے پر ہر ایسے استمتاع کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے جس کی شرع نے اجازت دی ہو۔

معاہدۂ نکاح کی نوعیت اور عدالتیں :

جہاں تک معاہدۂ نکاح کی نوعیت کا تعلق ہے اس بارے میں عدالت ہائے عالیہ ہند و پاک اور پریوی کونسل کا زمانۂ دراز سے یہ نقطۂ نظر رہا ہے کہ دیگر عام معاہدات کی طرح نکاح ایک دیوانی معاہدہ ہے چنانچہ غیر منقسم ہندوستان کے مشہور جج جسٹس محمود نے تقریباً اسّی (۸۰) سال قبل بمقدمہ عبدالقادر بنام سلیمہ بی[6] اسلامی قانون میں نکاح کی نوعیت پر بحث کرتے ہوئے اس سے اتفاق کیا کہ " مسلمانوں میں نکاح ایک مذہبی رسم نہیں بلکہ ایک خالص دیوانی معاہدہ ہے "۔ دراصل یہ تصور شاما چرن سرکار (ٹیگور لاء لیکچرز ، ۱۸۷۳ء) کے نقطۂ نظر کی تائید میں قائم کیا گیا ، کیوں کہ اسلامی نکاح میں ہندوؤں کی طرح کسی مذہبی رسم کی ضرورت نہیں ہے۔ جسٹس محمود کے اس نقطۂ نظر کو اختیار کرنے کے بعد ہند و پاک کی تقریباً تمام ہی عدالتوں نے نکاح کو ایک خالص دیوانی معاہدہ قرار دیا حالانکہ

---

(۵) " الزواج عقد بین رجل و امراۃ تحل له شرعاً ، غایة انشاء رابطة للحیاۃ المشترکة والنسل " (قانون الاحوال الشخصیه ، دمشق)۔

(۶) (۱۸۸۶ء) ۸- الہ آباد ، صفحہ ۱۴۹ -

marfat.com

اسلامی نکاح کو خالص دیوانی معاہدہ کہنا اسلامی تصورِ نکاح کے ساتھ سراسر زیادتی اور کھلی بے انصافی ہے۔

البتہ کراچی کے ایک مقدمہ محمد یاسین بنام خوشنما خاتون، میں جسٹس قدیرالدین احمد نے معاہدۂ نکاح کی نوعیت پر بحث کرتے ہوئے واضح الفاظ میں لکھا کہ "اگر مذہبی رسم نکاح کا کوئی لازمی جزو نہیں ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ نکاح اپنے اندر کوئی مقدس پہلو نہیں رکھتا یا اس کے ساتھ مذہب کا تقدس اور خدا وند تعالیٰ کی خوشنودی شامل نہیں! فی الحقیقت نکاح کے ساتھ روحانیت کے اعلیٰ ترین سرچشموں سے ایک تقدس وابستہ ہے جو شروع سے آخر تک حقوق و فرائض کے تصورات کا تابع ہے۔ ان حقوق و فرائض کو اس تقدس سے، جو ان کی خاصیت میں ہے، مبرّا خیال کیا جائے تو یہ حقوق و فرائض بے حرمت ہو جائیں گے اور اپنے امتیازی خاصہ میں اسلامی نہ رہیں گے۔"

صحیح نقطۂ نظر:

جسٹس قدیرالدین احمد کا یہ نقطۂ نظر کہ شریعت اسلامیہ میں نکاح کی حیثیت محض ایک دیوانی معاہدے (Civil Contract) کی نہیں ہے بلکہ اس میں مذہبی تقدس بھی ہے، صحت پر مبنی ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے نکاح سے صرف تمدنی اور عمرانی فوائد ہی نہیں بلکہ دینی اور روحانی فوائد بھی مقصود ہیں۔

نکاح — ایک شرعی معاہدہ:

حقیقت یہ ہے کہ نکاح ایک مقدس شرعی معاہدہ ہے البتہ جو حقوق و فرائض مابین زوجین پیدا ہوتے ہیں وہ دیوانی نوعیت

---

(۷) ۲۔ کراچی ویکلی لاء رپورٹر، نمبر ۲۹ (۱۹۶۰ء) صفحہ ۶۵۔

marfat.com

کے حامل ہیں اور عدالتوں کے ذریعہ نافذ کرائے جا سکتے ہیں، لیکن محض حقوق کے دیوانی ہونے کی بناء پر نکاح کو خالص دیوانی (Civil) یا عمرانی (Social) معاهدہ نہیں کہا جا سکتا ۔ وہ حقوق کسی ملک کے قانون ساز ادارے نے عطا نہیں کیے بلکہ ایجاب و قبول سے جو معاہدۂ نکاح مشہود ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی وہ جملہ حقوق و ذمہ داریاں ایک دوسرے سے وابستہ ہو جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فرمان اور شارع علیہ السلام کی ہدایات پر مبنی ہیں ۔ اسی لیے فقہاء اسلام نے نکاح کو معاملات اور عبادات دونوں میں داخل کیا ہے ۔

نکاح — ایک شرعی حکم :

نکاح کو سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کہا ہے[8] ۔ چنانچہ حالت اعتدال میں نکاح سنت موکدہ اور جب کہ زنا میں پڑ جانے کا خوف ہو اور مرد عورت

---

(۸) " قال صلی اللہ علیہ وسلم النکاح سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی ای لیس علی طریقتی " (المبسوط ' سرخسی ' مصر ' جلد ۴ صفحہ ۱۹۳) ۔

"واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی" (کتاب السنن الکبری بیہقی ' مطبوعہ حیدرآباد دکن ' جلد ۷ ' صفحہ ۷۷) ۔

"من کان موسراً لأن ینکح فلم ینکح فلیس منا" (کتاب السنن الکبری ' بیہقی ' مطبوعہ حیدرآباد دکن ' جلد ۷ ' صفحہ ۷۸) ۔

"عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول لا صرورۃ فی الاسلام" (مسند' ابن حنبل' جلد ۴' حدیث نمبر ۲۸۴۵' مطبوعہ دارالمعارف' مصر) ۔

" عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اعطی للہ و منع للہ واحب للہ وابغض للہ وانکح للہ فقد استکمل الایمان " ۔ (مستدرک' للحاکم مطبوعہ دکن ' جلد ۲ ' کتاب النکاح ' صفحہ ۱۶۴) ۔

marfat.com

کے مہر و نفقہ پر قادر ہو تو نکاح واجب ہے، جس کا نہ کرنا باعث گناہ ہے[9]۔

نکاح—ایک عبادت :

صحابۂ کرام و حنفی فقہاء کے ظاہرا اقوال کے بموجب نکاح کی مشغولیت نفل نماز سے افضل ہے[10]۔

---

(۹) فتاویٰ عالمگیری (عربی) مطبوعہ مطبع مجیدی، کان پور، جلد ۲، کتاب النکاح، صفحہ ۱ ۔
المغنی، مطبوعہ مصر، جلد ۶، کتاب النکاح، صفحہ ۴۴۶ ۔

(۱۰) بدائع الصنائع، الکاسانی، مطبوعہ مصر، جلد ۲، صفحہ ۲۲۸ ۔
المغنی، مطبوعہ مصر، جلد ۶، کتاب النکاح، صفحہ ۴۴۶ ۔

marfat.com

دوسرا باب

مختلف فرقوں اور مذاہب کے افراد کے درمیان نکاح

مسلمان فرقوں میں نکاح

۵۔ مسلمانوں کے ہر فرقے کے مرد و عورت کے درمیان باہم نکاح جائز ہے۔

تشریح

ایک مسلمان مرد یا عورت خواہ اس کا تعلق کسی مسلمان فرقے یا مکتب فکر سے ہو، ایک دوسرے کے ساتھ آزادی کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں۔ چنانچہ مسلمان مرد یا عورت کا ایسے فرقوں سے، جن کو باجماع اُمت مسلم تصور کیا گیا ہے، متعلق ہونا مرد یا عورت کی قابلیت نکاح یا جواز نکاح کو متأثر نہیں کرتا اور باہم نکاح جائز ہوگا۔

البتہ اہل تشیع کے نزدیک ایک شیعہ عورت کا نکاح سنی مرد کے ساتھ مکروہ ہے[1]۔ اسی طرح سنیوں کے نزدیک بھی ایک سنی عورت کا نکاح شیعہ مرد کے ساتھ مکروہ ہے[2]۔

مختلف فرقوں سے متعلق ہونے کی صورت میں زوجین کے حقوق و فرائض کا تعین

۶۔ (۱) کسی برعکس قانون کی عدم موجودگی میں، زوجین کا تعلق اگر مختلف فرقوں سے ہو تو ان کے ازدواجی حقوق و فرائض اس فرقے کے مطابق متعین ہوں گے جس کے وہ بوقت نکاح پابند ہوں، الّا یہ کہ انہوں نے یا ان میں سے کسی ایک نے اپنی مرضی سے اپنے فرقے کے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے فرقے کے مذہب کو اختیار کر لیا ہو۔ اس صورت میں ان کے حقوق و فرائض اس تبدیل شدہ فرقے کے مطابق متعین ہوں گے۔

---

(۱) عزیز بانو بنام محمد ابراہیم، اے۔ آئی۔ آر۔ الہ آباد ۱۹۲۵ع ص ۷۲۰۔
(۲) فتاوی عزیزیہ، مطبوعہ حیدرآباد دکن جلد ۱، صفحہ ۴۰۔

marfat.com

(۲) کسی برعکس قانون کی عدم موجودگی میں عدالتی کارروائی میں اس فرقے کے مذہب کے مطابق عمل ہو گا، جس سے مدعا علیہ متعلق ہو۔

تشریح

زوجین کے مختلف مسلم فرقوں سے متعلق ہونے کی صورت میں ہر فریق کے ازدواجی حقوق و فرائض کا تعین اس فرقے کے احکام کے مطابق ہوگا جس سے وہ بوقت نکاح متعلق تھا۔ چنانچہ نکاح کے بعد عورت اپنی جداگانہ حیثیت برقرار رکھ سکتی ہے اور اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ شوہر کے فرقے کے احکام کی پیروی کرے۔ البتہ کوئی فریق اپنی مرضی سے اپنے فرقے کو چھوڑ کر دوسرے فرقے کے مذہب کو اختیار کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کے حقوق و فرائض اس تبدیل شدہ فرقے کے مطابق متعین ہوں گے[۳] بشرطیکہ اس کے برعکس کوئی قانون نافذ نہ ہو۔

لیکن کسی برعکس قانون موضوعہ یا قانونی قوت رکھنے والے رواج کی عدم موجودگی میں عدالتی کارروائی میں اس قانون پر عمل ہوگا جس سے مدعا علیہ متعلق ہو[۴]۔

کتابیہ سے نکاح

۷۔ مسلمان مرد کا کتابیہ عورت سے نکاح جائز ہے مگر کتابیہ حربیہ سے نکاح مکروہ ہے۔

تشریح

مسلمان مردوں کا نکاح ان غیر مسلم عورتوں سے جائز ہے جو اہل کتاب ہوں۔ یعنی کسی آسمانی کتاب کی معتقد ہوں[۵]۔

(۳) حسین بنام حمیدن، آئی۔ ایل۔ آر، ۴ الہ آباد، صفحہ ۲۰۵۔
(۴) عزیز بانو بنام محمد ابراهیم، اے۔آئی۔آر ۱۹۲۵ء الہ آباد ص ۷۲۰۔
(۵) احکام القرآن، الجصاص، مصر، جزو اول صفحہ ۳۳۲-۳۶۔
المبسوط، سرخسی، مصر، جلد ۵ صفحہ ۵۰۔ [بقیہ صفحہ ۶۳ پر]

اہل کتاب سے بالعموم عیسائی و یہودی مذاہب کے پیرو مراد ہیں -

اگر کسی عورت کے باپ یا ماں میں سے ایک کتابی ہو اور دوسرا مشرک، تب بھی وہ عورت کتابیہ کہلائے گی[۶] -

مگر امام شافعی و امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک ایسی عورت کتابیہ نہ ہوگی اور اس سے نکاح حلال نہیں ہے[۷] -

نکاح کتابیہ اور قرآن :

کتابیہ عورتوں سے نکاح کی اجازت خود قرآن پاک میں دی گئی ہے - چنانچہ چھٹے پارے میں سورۂ مائدہ کی پانچویں آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذین اوتوالکتٰب من قبلکم'' یعنی (حلال ہیں) پاک دامن عورتیں جو مسلمان ہوں اور پاک دامن عورتیں ان میں سے بھی جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی -

ابن عمر کا مسلک :

کتابیہ عورتوں سے نکاح کے سلسلے میں ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف نہیں پایا جاتا - البتہ صحابۂ کرام میں ابن عمر کے متعلق

[بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲]

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، مؤلفہ عبدالرحمان الجزیری، مصر، جلد ۴ صفحہ ۱۹۹ -

کنزالدقائق، مطبع مجتبائی دہلی، کتاب النکاح، صفحہ ۹۹ -

شرح وقایہ (اردو ترجمہ) لاہور، جلد دوم، کتاب النکاح، صفحہ ۷۲-۳۷۱ -

قدوری، قرآن محل کراچی، کتاب النکاح، صفحہ ۱۴۸ -

(۶) " و من کان احد ابویہ کتابیا والاخر مجوسیا کان حکمہ حکم اہل الکتاب کذا فی البدائع " (فتاویٰ عالمگیری، مطبع مجیدی کان پور، جلد ثانی، کتاب النکاح، صفحہ ۸) -

(۷) المغنی، مصر، جلد ۶، کتاب النکاح، صفحہ ۵۹۳ -

marfat.com

منقول ہے کہ وہ کتابیہ عورتوں سے مسلمانوں کے نکاح کو ناجائز قرار دیتے ہیں ۔ دراصل ابن عمر سے تین قول منقول ہیں ۔ ایک یہ کہ آپ نے فرمایا کہ اہل کتاب کے طعام میں کوئی مضائقہ نہیں ، لیکن ان کی عورتوں سے نکاح مکروہ ہے[۸] ۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جب ان سے یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں کو مسلمانوں پر حرام کر دیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھ کر بھی کوئی شرک ہو سکتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم یا کسی بندۂ خدا کو خدا قرار دیا جائے[۹] ۔

ابن عمر رضی‌اللہ عنہ سے تیسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ میمون بن مہران نے آپ سے کہا کہ ہم لوگ ایسے خطۂ ارضی میں رہتے ہیں جہاں اہل کتاب کے ساتھ میل جول ہے ۔ ہم ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرتے ہیں اور ان کا کھانا کھاتے ہیں ۔ یہ سن کر ابن عمر نے آیت تحلیل (والمحصنٰت من الذین اوتوالکتٰب من قبلکم) اور آیت تحریم (ولا تنکحوالمشرکات حتّٰی یؤمن) پڑھ دیں ۔ میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ یہ تو میں بھی پڑھتا ہوں جو تم پڑھتے ہو لیکن ہم ان کی عورتوں سے

---

(۸) " حدثنا جعفر بن محمد قال حدثنا جعفر بن محمد بن الیان قال حدثنا ابو عبید قال حدثنا یحیٰی بن سعید عن عبید اللہ بن نافع عن ابن عمر انہ کان یری باسًا بطعام اہل الکتاب و کرہ نکاح نسائہم "۔ (احکام القرآن ' الجصاص' مصر' جزو اول ' باب نکاح المشرکات ' صفحہ ۳۳۲) ۔

(۹) " قال ابو عبید و حدثنا عبداللہ بن صالح عن اللیث قال حدثنی نافع عن ابن عمرانہ کان اذا سئل عن نکاح الیہودیۃ والنصرانیۃ قال ان اللہ حرّم المشرکات علی‌المسلمین قال فلا اعلم من الشرک شیأ اکبر اوقال اعظم من ان تقول ربہا عیسیٰ او عبد من عبید اللہ "۔ (احکام القرآن ' الجصاص ' مصر ' جزو اول ' باب النکاح المشرکات ' صفحہ ۳۳۲) ۔

marfat.com

نکاح کرتے ہیں اور ان کا کھانا کھاتے ہیں - ابن مہران نے کہا ہے کہ ابن عمر نے آیت تحلیل اور آیت تحریم پھر پڑھ دیں -

جصّاص نے کتابیہ سے نکاح کے سلسلہ میں ابن عمر کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی کتاب احکام القرآن[10] میں لکھا ہے کہ ابن عمر نے کتابیہ عورتوں سے نکاح کے حلال ہونے کے سلسلے میں جواب دینے سے احتراز برتا اور ان کا دونوں آیتوں کا بار بار پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنی کوئی حتمی رائے اس بارے میں قایم نہ کر سکے تھے - جہاں تک ابن عمر کے کتابیہ سے نکاح کو مکروہ قرار دینے کا تعلق ہے وہ تحریم کی بناء پر نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اھل حرب کی کتابیہ عورتوں کے نکاح سے ہے -

صحابہ اور تابعین کتابیہ عورتوں سے نکاح کے جواز کے قائل تھے - چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی نائلہ بوقت نکاح عیسائی تھیں اور طلحہ ابن عبیداللہ نے شام کی ایک یہودی عورت سے شادی کی تھی - اسی طرح حذیفہ بن الیمان رض نے بھی ایک یہودی عورت سے نکاح کیا تھا -

مذکورہ بالا نکاحوں کا ذکر کرتے ہوئے جصاص نے اپنی مذکورہ کتاب[11] میں لکھا ہے کہ اگر کتابیہ سے نکاح ناجائز ہوتا تو یہ صحابہ ان عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرتے - جصاص نے لکھا ہے کہ تابعین مثلاً الحسن ، ابراہیم اور شعبی وغیرہ کتابیہ عورتوں سے نکاح کے جواز کے قائل ہیں اور ہمیں صحابہ اور تابعین میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا جو کتابیہ سے نکاح کی تحریم

(۱۰) الجزء الاول ، باب النکاح المشرکات ، صفحہ ۳۳۳ -

(۱۱) احکام القرآن ، الجصاص ، مصر ، جزء الاول ، باب النکاح المشرکات ، صفحہ ۳۳۳ -

marfat.com

کا قائل ہو ۔ چنانچہ ابن عمر سے جو کچھ مروی ہے اس سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلا جا سکتا کہ وہ کتابیہ عورتوں سے نکاح کو ناجائز قرار دیتے تھے ۔ البتہ وہ کتابیہ عورتوں سے نکاح میں کراہت کے ضرور قائل تھے اور وہ کراہت کسی حرمت کی بناء پر نہ تھی بلکہ اس مصلحت کی بناء پر تھی کہ مبادا بدکار کتابیہ عورتیں مسلمانوں کے ایمان اور اخلاق کو خراب کر دیں ۔

کتابیہ عورتوں سے نکاح کے جواز کے سلسلے میں ابن عمرؓ کے دل میں شبہ پیدا ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک ''والمحصنٰت من الذین اوتوالکتٰب من قبلکم'' سے اھل کتاب میں سے وہ عورتیں مراد ہیں جو مسلمان ہو جائیں ۔ چنانچہ ابن عمرؓ ''والمحصنٰت'' کی تفسیر ''والمسلمٰت'' سے کرتے ہیں ۔ لیکن اس مسئلے میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رائے درست نہیں ۔ اس کی بناء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کے لیے اس آیت سے پہلے ''والمحصنٰت من المؤمنٰت'' کہہ کر مسلمان عورتوں کو کتابیہ عورتوں سے ممیّز کر دیا ہے اور ظاہر ہے کہ مومنت میں پیدائشی مسلمان عورتیں اور وہ عورتیں جو کافر تھیں یا عیسائی یا یہودی تھیں اور مسلمان ہوگئیں دونوں شامل ہیں ۔ دوسرے، قرآن پاک مشرکین و کفار، اور اھل کتاب اور مومنین کا علیحدہ علیحدہ ذکر کرتا ہے اور قرآن پاک میں یہ تینوں گروہ علیحدہ علیحدہ نظر آتے ہیں ۔ اس لیے اھل کتاب کو مشرکین پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ۔

اندریں صورت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق پہلا قول کہ وہ کتابیہ عورتوں سے نکاح کو مکروہ قرار دیتے ہیں راجح ہے ۔

ابن عباس رض کا نقطہ نظر :

صحابۂ کرام میں ابن عباس کے متعلق یہ منقول ہے کہ ان کے

marfat.com

نزدیک صرف ان کتابی عورتوں سے مسلمانوں کو نکاح کی اجازت ہے جو پاک دامن ہوں اور اسلامی حکومت کی رعایا ہوں۔ چنانچہ ان کے نزدیک دارالحرب اور دارالکفر کی کتابیہ عورتوں سے نکاح درست نہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے اس گروہ سے جو دارالحرب کے رہنے والے ہوں یعنی اسلامی حکومت کے باہر رہتے ہوں جنگ کا حکم دیا ہے۔ نیز یہ کہ جو لوگ خدا اور رسول کے دشمن ہوں ان سے محبت رکھنا اہل ایمان کا شیوہ نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنی اس دلیل کے ثبوت میں قرآن پاک کی حسب ذیل آیتوں کو پیش کرتے ہیں:

(۱) ''قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ماحرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن یدوھم صاغرون'' [۱۲]۔

ترجمہ: اہل کتاب جو کہ نہ خدا پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے حرام بتایا ہے اور نہ سچے دین (اسلام) کو قبول کرتے ہیں، ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں۔

(۲) '' لا تجد قوماً یومنون باللہ و الیوم الآخر یوآدون من حاد اللہ و رسولہ و لوکانوا آباء ھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم [۱۳] ''۔

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان

---

۱۲) پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۲۹۔
۱۳) پارہ ۲۸، سورۃ المجادلہ، آیت ۲۲۔

marfat.com

کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اوراس کے رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے ہی کے کیوں نہ ہوں۔

(۳) ''ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنو آ الیہا وجعل بینکم مودۃ و رحمۃ[۱۴]۔

ترجمہ: کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی۔

حجۃ الاسلام امام ابی بکر احمد بن علی الرّازی الجصّاص نے اپنی کتاب احکام القرآن[۱۵] میں ابن عباس کے استدلال پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابن عباس نے کتابیہ ذمیہ اور کتابیہ حربیہ میں جو تفریق پیدا کی ہے وہ بے بنیاد ہے، کیونکہ آیۂ کریمہ ''والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم'' میں ذمیات اور حربیات میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ نیز یہ کہ قرآن پاک کے کسی حکم میں بلا دلالت کے تخصیص پیدا کرنا غلط ہے۔

علاوہ ازیں سعید بن المسیب اور حسن بصری کے خیال میں یہ آیت اپنے اندر ایک عام حکم کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے ذمیہ اور غیر ذمیہ میں تفریق کا کوئی جواز موجود نہیں۔ آخرالذّکر نقطۂ نظر صحت پر مبنی ہے اور اسی کو جمہور علماء نے اختیار کیا ہے۔

جہاں تک ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ان دلائل کا تعلق ہے جو مذکورہ بالا تین آیتوں پر مبنی ہیں ان کے متعلق صحیح صورت

---

(۱۴) پارہ ۲۱، سورۃ الروم، آیت ۲۱۔

(۱۵) الجزء الاول، باب النکاح المشرکات، صفحہ ۳۳۴-۳۳۵۔

marfat.com

یہ ہے کہ کسی کے واجب‌القتل ہونے یا اس کے ساتھ جنگ کو لازمی قرار دینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جا سکتا کہ اس کے ساتھ نکاح ناجائز ہے۔ فی‌الحقیقت نکاح کے جواز کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے کیونکہ اگر کسی شخص کا واجب القتل ہونا فساد نکاح کی علّت ہوتا تو خوارج اور باغیوں کی عورتوں سے بھی نکاح ناجائز ہوتا۔ چونکہ آیۂ مبارکہ "فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللہ"[16] کے مطابق اللہ تعالیٰ نے باغیوں سے لڑنے کا حکم دیا ہے، یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جائیں۔

ابن عباس کی دوسری دلیل، کہ اللہ تعالیٰ نے ازدواجی تعلق کی بنیاد جس چیز پر رکھی ہے وہ باھمی الفت اور محبت ہے اور حربی اہل کتاب سے محبت رکھنا اہل ایمان کا کام نہیں ہے، فی‌الحقیقت جواز نکاح پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اگر نکاح کے لیے مودّت واجب ہوتی تو اس دلیل سے خود ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق ایک ذمیہ کتابیہ کیونکر مستثنیٰ قرار پا سکتی ہے؟ اسی طرح حربیہ ذمیہ سے نکاح کو اس لیے ناجائز قرار دینا کہ وہ اللہ و رسول کے برخلاف ہیں، حکمت سے خالی ہے۔ کیونکہ پھر ہم کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ذمی اہل کتاب اللہ اور رسول کے برخلاف نہیں ہیں اور ان سے دوستی رکھی جا سکتی ہے اور اسی بناء پر ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے، حالانکہ قرآن پاک سے ایسی تفریق یا تخصیص بالخصوص کتابیہ عورتوں سے نکاح کے معاملے میں ثابت نہیں ہے۔

---

(۱۶) پارہ ۲۶، سورہ الحجرات، آیت ۹۔

marfat.com

صحیح شرعی حیثیت :

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن پاک کی آیت '' و المحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم '' اپنے اندر ایک عام حکم کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے ذمیہ اور غیر ذمیہ میں تفریق کا کوئی جواز موجود نہیں - اسی پر سلف و خلف کا اجماع ہے - البتہ تمام ائمہ دارالحرب اور دارالکفر کی رہنے والی کتابیہ عورتوں سے نکاح کو بالاتفاق مکروہ قرار دیتے ہیں - جس کی بنیادی وجہ اسلامی معاشرت کے تقاضوں کی تکمیل ہے نہ کہ بجائے خود قرآن و سنت کا کوئی باضابطہ حکم -

کتابیہ حربیہ سے نکاح کو مکروہ قرار دینے کی وجہ ، جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے ، یہ ہے کہ اس نکاح سے سب سے بڑا خطرہ یہ پیدا ہو جاتا ہے کہ غیر مسلم ماں کی آغوش میں تربیت پائی ہوئی اولاد اسلامی معاشرے کے لیے کارآمد ثابت نہ ہو سکے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک مسلمان گھرانے میں غیر اسلامی طریقے اختیار کرے چنانچہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے جب ایک یہودیہ سے نکاح کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اس عورت کو چھوڑ دو ، حذیفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ یہ حکم کس بناء پر ہے ؟ کیا کتابیہ عورت سے نکاح حرام ہے ؟ آپ نے جواب دیا کہ حرام نہیں مگر مجھے خوف ہے کہ کہیں تم لوگ اہل کتاب کی آبرو باختہ عورتوں میں نہ پھنس جاؤ -[۱۷]

(۱۷) " وروی عن حذیفہ --- انہ تزوج یہودیۃ و کتب الیہ عمر ان خل سبیلھا فکتب الیہ حذیفۃ أحرام ھی فکتب الیہ عمر لا ولکن اخاف ان تواقعوا المومسات منھن " (احکام القرآن ، الجصاص ، مصر ، جزء الاول ، باب النکاح ، المشرکات ، صفحہ ۳۳۳) -

نکاح کتابیہ اور شیعہ مکتب فکر :

کتابیہ عورتوں سے نکاح کے جائز (مگر مکروہ) ہونے کے سلسلے میں سنیوں میں اتفاق ہے ۔ لیکن شیعہ مکتب فکر میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔ چنانچہ اصولی شیعہ اور معتزلہ احناف سے متفق ہیں اور کتابیہ عورتوں سے نکاح کو جائز سمجھتے ہیں جب کہ اخباری شیعوں کے نزدیک مسلم کا غیر مسلمہ کے ساتھ نکاح دائمی جائز نہیں ۔[18] ان کے نزدیک کتابیہ عورتوں سے صرف متعہ جائز ہے[19]۔ چنانچہ کافی ، تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں امام باقر سے منقول ہے کہ والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب ،، والی آیت کا حکم ،، و لا تمسکوا بعصم الکوافر ،، (اور کافر عورتوں کی ناموس پر قبضہ نہ کرو) والی آیت سے منسوخ ہو چکا ہے ۔ لیکن امام باقر رضی اللہ عنہ کا یہ قول تین وجوہ کی بناء پر صحیح نہیں کہا جا سکتا ۔ ایک یہ ، کہ یہ آیت خاص طور پر ان مردوں اور عورتوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف مسلمان ہو کر ہجرت کر آئی ہوں اور جن کے شوہر یا بیویاں دارالحرب میں بہ حالت کفر رہ گئی ہوں ۔ چوں کہ مسلمان ہونے اور دارالاسلام میں ہجرت کر آنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اس لیے اپنی کافر عورتوں پر قبضہ کرنے یعنی تعلقات زوجیت برقرار رکھنے کی ممانعت کر دی گئی ۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ ،،الکوافر،، کے حکم کو اگر امام باقر رض

) تفسیر جامع الاحکام قرطبی ، جلد ۴ ، صفحات ۶۹-۶۸ ۔
) شرائع الاسلام ، کتاب النکاح ، مطبوعہ ایران ، صفحہ ۱۸۱ ۔
جامع الاحکام فی فقہ الاسلام ، سید امیر علی ، لکھنو ۱۸۸۴ع ، جلد ۱ ، صفحہ ۱۷۴ ۔

marfat.com

کے قول کے مطابق صحیح قیاس کر لیا جائے تو یہ ایک عام حکم ہوگا اور اہل کتاب استثنائی حکم کے تحت آ جائیں گے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ ''الکوافر'' کا لفظ مشرکین و کفار کے لیے ہے نہ کہ اہل کتاب کے لیے۔ اس لیے ہمارے نزدیک اخباری شیعوں کا یہ نقطۂ نظر کہ مسلم مرد کا غیر مسلمہ، (یعنی کتابیہ) کے ساتھ نکاح جائز نہیں، قرآن کی نص سے متصادم ہے[۲۰]۔

شمس الائمہ امام سرخسی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''المبسوط'' میں لکھا ہے کہ مسلمان کے لیے دارالحرب میں کتابیہ سے نکاح جائز تو ہے مگر مکروہ ہے، کیونکہ اگر وہاں شادی کرے گا تو ممکن ہے کہ کفار کے ملک میں رہ پڑے اور جب کتابیہ کے بطن سے اولاد ہو تو وہ کفار کے اخلاق پر اٹھے، اس میں اور بھی فتنے ہیں اس لیے یہ مکروہ ہے[۲۱]۔

تجویز

موجودہ زمانے میں جب کہ مسلمان غیر مسلموں سے مغلوب اور مرعوب ہیں اور زندگی کے ہر میدان میں

---

(۲۰) محمد یوسف بنام احمد نواز گردیزی، پی - ایل - ڈی، ۱۹۶۱ع سپریم کورٹ، صفحہ ۳۶۵۔

(۲۱) " (قال) رضی اللہ عنہ بلغنا عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ سئل عن مناکحة اهل الحرب من اهل الکتاب فکره ذالک و به نا خذ فنقول یجوز للمسلم ان یتزوج کتابیة فی دارالحرب و لکنه یکره لانه اذا تزوجها ثمة ربما یختار المقام فیهم و قال صلی اللہ علیه و سلم انا بری ء من کل مسلم مع مشرک لا ترا آی نارا هما و لان فیه تعریض ولده للرق فربما تحبل منه فتسبی فیصیر ما فی بطنها رقیقاً و ان کان مسلما و اذا ولدت تخلق الولد باخلاق الکفار و فیه بعض الفتنة فیکره" (المبسوط، سرخسی، مصر، جلد ۵، صفحہ ۵۰)۔

marfat.com

شکست خوردہ ذہنیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں، اسلام کے مصالح کے پیش نظر یہ امر ضروری ہے کہ یورپ اور امریکہ اور دیگر غیر مسلم ممالک کی کتابیہ عورتوں سے نکاح پر پابندی عائد کر دی جائے۔ تاکہ وہ فساد اور معصیت جو اس مخلوط گھرانے سے اسلامی معاشرے پر پڑے گی اس سے کسی حد تک بچاؤ ہو سکے۔ اس لیے حکومت پاکستان کو چاہیے کہ شرعی اور ملکی مصالح کے پیش نظر مسلم پاکستانی باشندوں کو غیر مسلم ممالک کی عیسائی اور یہودی عورتوں سے نکاح کرنے سے باز رکھنے کے لیے ایسے نکاحوں پر پابندی عائدکر دے۔

عیسائی عورت سے نکاح کا نافذ الوقت طریقہ :

جہاں تک عیسائی عورت سے مسلمان مردوں کے طریقۂ نکاح کا تعلق ہے، یہ امر مسلّم ہے کہ مسلمان مرد عیسائی عورت سے شرعی طریقہ کے بموجب نکاح کرے تو ایسا نکاح جائز اور نافذالعمل قرار پائے گا، لیکن پاکستان میں صورت حال مختلف ہے وہ یہ کہ اگر مسلمان مرد کسی عیسائی عورت سے نکاح کرے تو قانون ازدواج عیسائیان (کرسچین میریجیز ایکٹ) مجریہ ۱۸۷۲ع کی دفعہ ۴ و ۵ کی ذیلی دفعہ (۴) کی رو سے ایسا نکاح قانون مذکور کے تحت مقرر کردہ نکاح رجسٹرار کے رو برو ہونا لازمی ہے۔ چنانچہ اگر ایسا نکاح رجسٹرار کے روبرو نہ ہو تو قانون مذکورہ کے تحت کالعدم ہوگا[۲۲]۔ گویا اگر کوئی مسلمان مرد احکام شرع کے مطابق بطریق جائز کسی عیسائی عورت سے نکاح کر لے تو بموجب احکام

---

(۲۲) زرینہ تصدق حسین بنام تصدق حسین، پی۔ ایل۔ ڈی ۱۹۵۳ع لاہور صفحہ ۱۱۲، الفریڈ رابرٹ جونز بنام مسماۃ تتلی، اے۔ آئی۔ آر ۱۹۳۳ع الہ آباد، صفحہ ۱۲۲۔

marfat.com

قانون مذکورہ ایسا نکاح درست نہ ہوگا اور پاکستانی عدالتیں ایسے نکاح کو نافذ نہ کرا سکیں گی ۔ نیز یہ کہ اگر شخص غیر مجاز (ایسا شخص جس کو تحت قانون مذکور اختیار نہ دیا گیا ہو) کسی عیسائی عورت کا مسلمان مرد سے نکاح پڑھائے گا تو دس سال سزائے قید یا عبور دریائے شور کا مستوجب ہوگا[۲۳] ۔

تجویز

انگریزوں نے اپنے دور حکمرانی میں عیسائی عورتوں کو ہندوستان میں شادی کرنے کی صورت میں نکاح و طلاق کے سلسلے میں عیسائی مذہب کے بموجب قانونی تحفظات دینے کی کوشش کی تھی ۔ لیکن اب صورت حال بدل چکی ہے ۔ اس لیے ایسے نکاح کو جو اگرچہ قانون ازدواج عیسائیان (کرسچین میریجیز ایکٹ) مجریہ ۱۸۷۲ع کے تحت مقررکردہ رجسٹرار کے روبرو نہ ہوا ہو مگر احکام شرع کے عین مطابق ہو ناجائز اور ناقابل نفاذ قرار دینا احکام قرآن و سنت کے ساتھ سرا سر زیادتی کے مترادف ہوگا ۔ لہذا ضروری ہے کہ کرسچین میریجیز ایکٹ کی دفعات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے اور خلاف شرع احکام کو منسوخ کیا جائے ۔

(۲۳) دفعہ ۶۸ قانون ازدواج عیسائیان (کرسچین میریجیز ایکٹ) ۱۸۷۲ع

marfat.com

تیسرا باب

انعقاد اور جواز نکاح

اهلیت نکاح

۸- هر، عاقل و بالغ مسلمان مرد اور عورت بلا وساطت ولی نکاح کی اهل هے - البته عورت کے مہر مثل سے کم پر یا غیر کفو سے نکاح کر لینے کی صورت میں اس کے ولی کو بذریعه عدالت نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل هوگا -

تشریح

یه مسئله متفق علیه هے که ایک عاقل و بالغ مرد اپنا نکاح خود کرنے کا اهل و مجاز هے - اسی طرح ایک بالغه ثیبه (شوهر دیده عورت جو مطلّقه یا بیوه هو) بھی اپنا نکاح خود کرنے کی مجاز هے - لیکن ایک باکره، عاقله، بالغه عورت کے اپنا نکاح خود کرنے کے بارے میں ائمه کے درمیان اختلاف پایا جاتا هے - امام ابو حنیفه کے نزدیک اور صاحبین کے آخری قول کے مطابق ایک باکره، بالغه و عاقله عورت کو اپنا نکاح بلا وساطت ولی خود کرنے کا اختیار حاصل هے[1] -

اس بارے میں شیعه مکتب فکر بھی حنفیه سے متفق هے لیکن مالکیه اور شافعیه مکاتیب فکر کے نزدیک ایک باکره، بالغه و عاقله

---

(۱) کنزالدقائق، مطبع مجتبائی دهلی، صفحه ۱۰۰ - قدوری، قرآن محل کراچی، صفحات ۴۹ - ۱۴۸ - المغنی، مصر، جلد ۶، کتاب النکاح، صفحه ۴۴۹ -

"ولیس للولی شرطاً لصحة نکاح الحر والحرة العاقلین البالغین بل ینفذ نکاحاً بغیر ولی -" (دفعه ۳۴ الاحکام الشرعیة فی الاحوال الشخصیه، مصر)-

marfat.com

عورت اپنا نکاح ولی کی وساطت کے بغیر نہیں کر سکتی ۔

المبسوط ، امام سرخسی :

شمس الائمہ امام سرخسی (متوفی ۴۸۲ھ) بغیر ولی کے باکرہ عورت کے نکاح کے بارے میں اپنی شہرہ آفاق تصنیف المبسوط جلد ۵ کے صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں کہ :

''حضرت علی بن ابی طالب سے ایک واقعہ منقول ہے کہ ایک عورت نے اپنی بیٹی کا نکاح اس کی مرضی سے کر دیا ۔ بعد میں اس کے ولیوں کو علم ہوا تو انہوں نے حضرت علی کی خدمت میں اعتراض پیش کیا لیکن آپ نے اس نکاح کو جائز قرار دیا ۔ یہ فیصلہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جب کوئی عورت اپنا نکاح خود کر لے یا ولی کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو یہ حکم دے کہ وہ اس کا نکاح کر دے اور وہ شخص یعنی وکیل اس عورت کا نکاح کر دے تو ایسا نکاح جائز ہوگا ۔''

اور اسی دلیل سے امام ابو حنیفہ نے یہ حکم اخذ کیا کہ عورت باکرہ ہو یا ثیّبہ جب اپنا نکاح خود کر لے تو ایسا نکاح ظاہری روایات کے بموجب جائز ہوگا خواہ شوہر اس عورت کا کفو ہو یا غیر کفو ، نکاح صحیح ہو جائے گا لیکن اگر شوہر اس عورت کا کفو نہ ہو تو اولیاء کو اس نکاح پر حق اعتراض حاصل ہوگا اور ہ اس نکاح کو بذریعہ عدالت فسخ کرا سکتے ہیں ۔

امام ابو یوسف کے نزدیک (ان کے پہلے قول کے مطابق) اگر سی عورت نے جس کا ولی موجود تھا خود اپنا نکاح کر لیا ، اہ کفو سے کیا ہو یا غیر کفو سے، تو ایسا نکاح ناجائز ہوگا ۔

marfat.com

پھر آپ نے اس قول سے رجوع کیا اور کہا کہ اگر شوہر کفو ہے تو نکاح جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ لیکن امام ابو یوسف نے اپنے اس قول (ثانی) سے بھی رجوع کر لیا اور کہا کہ نکاح خواہ کفو سے کیا ہو یا غیر کفو سے، صحیح ہوگا۔

امام محمد کے نزدیک ایسا نکاح جو عورت نے خود کر لیا ہو ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا خواہ نکاح کفو کے ساتھ ہوا ہو یا غیر کفو کے ساتھ۔ اگر ولی نے اجازت دے دی تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور اگر انکار کر دیا تو نکاح باطل ہو جائے گا لیکن اگر شوہر اس عورت کا کفو ہے اور ولی نے عورت کے کیے ہوئے اس نکاح کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہو تو مقدمہ قاضی کی عدالت میں جائے گا اور قاضی از سر نو نکاح کرائے گا۔

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اگر کوئی عورت اپنا نکاح خود کر لے تو ایسا نکاح ہر حال میں باطل ہوگا یعنی سرے سے منعقد ہی نہ ہوگا۔ ان کے نزدیک نکاح عورت کے الفاظ سے منعقد نہیں ہوتا خواہ وہ خود اپنا نکاح کرے یا اپنی بیٹی کا کرے، یا اپنی ماں کا کرے یا کسی غیر کو نکاح کے لیے وکیل مقرر کرے، کسی صورت میں نکاح منعقد نہ ہوگا۔

بدائع الصنائع، الکاسانی:

امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی (متوفی ۵۸۷ھ) نے بھی اپنی کتاب بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد دوم صفحہ ۲۴۷-۴۹ پر اس مسئلہ میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ:

''امام ابو حنیفہ، زفر اور ابو یوسف کے پہلے قول کے مطابق

marfat.com

بالغہ و عاقلہ عورت کے نکاح کے لیے ولی کی موجودگی مستحب ہے۔ خواہ وہ عورت باکرہ ہو یا ثیّبہ اور امام محمد اور ابو یوسف کے آخری قول کے مطابق بالغہ و عاقلہ پر ولایت مشترک ہے اور امام شافعی کے نزدیک بھی بالغہ و عاقلہ پر ولایت مشترک ہے (یعنی خود بالغہ عاقلہ کو بھی اپنے نفس پر ولایت حاصل ہے اور اس کے ولی کو بھی) لیکن امام شافعی کے نزدیک الفاظ نکاح صرف ولی کے ہو سکتے ہیں (یعنی ایجاب و قبول صرف ولی کر سکتا ہے) مولیٰ علیہ کو صرف رضامندی کی حد تک ولایت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں۔

چنانچہ ایک آزاد، بالغہ، عاقلہ عورت اگر اپنا نکاح کسی مرد سے خود کر لے یا اپنے نکاح کے لیے کسی شخص کو وکیل مقرر کرے اور وہ شخص اس عورت کا نکاح کر دے یا شخص غیر مجاز اس عورت کا نکاح کر دے تو امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق وہ نکاح اس عورت کی اجازت سے جائز ہو جائے گا۔ یہی قول امام زفر کا ہے اور امام ابو یوسف کا بھی آخری قول یہی ہے کہ خواہ اس عورت نے اپنا نکاح کفو سے کیا ہو یا غیر کفو سے، زیادہ مہر پر کیا ہو یا کم مہر پر، نکاح ہو جائے گا البتہ اگر اس عورت نے اپنا نکاح غیر کفو سے کیا ہو تو اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہوگا۔ امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق غیر کفو سے نکاح کر لینے کے علاوہ اگر اس نے کم مہر پر نکاح کیا ہو تب بھی اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہوگا۔

امام محمد کے قول کے مطابق اگر عورت اپنا نکاح خود کر لے تو وہ اس وقت تک جائز نہ ہوگا جب تک کہ اس کا

marfat.com

ولی یا حاکم اس نکاح کو جائز قرار نہ دے دے ۔ چنانچہ ان کے نزدیک اجازت سے پہلے شوہر کے لیے اپنی عورت سے صحبت کرنا جائز نہیں ہے اور وہ فعل حرام ہوگا ۔ اس عورت پر طلاق ظہار یا ایلاء واقع نہیں ہوگا اور اگر ان میں سے کوئی ایک مر جائے تو ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا خواہ اس عورت نے اپنا نکاح کفو سے کیا ہو یا غیر کفو سے ۔ اور امام ابو یوسف کا دوسرا قول بھی یہی بیان کیا جاتا ہے ۔

لیکن حسن بن زیاد نے ابو یوسف سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ابو یوسف کا آخری قول یہ ہے کہ اگر لڑکی نے کفو سے نکاح کیا ہو تو وہ نکاح صحیح اور نافذ ہوگا اور تمام احکام شرعی اس نکاح پر ثابت ہوں گے ۔ اور امام محمد سے بھی یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ بالآخر انہوں نے بھی امام ابو حنیفہ کے قول پر رجوع کر لیا تھا ۔

امام محمد کا کہنا یہ ہے کہ جس طرح نکاح عورت کے الفاظ سے منعقد ہوتا ہے اور ولی کے اذن و اجازت سے نافذ ہوتا ہے اسی طرح ولی کے الفاظ سے منعقد اور عورت کے اذن و اجازت سے نافذ ہو سکتا ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک عورتوں کے الفاظ سے نکاح کسی حال میں بھی منعقد نہیں ہوتا ۔

امام محمد و امام ابو یوسف کے آخری قول کے مطابق جب عورت نے اپنا نکاح کفو سے کر لیا تو وہ نافذ ہو جاتا ہے ۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ عورت کے نکاح میں ولی کا حق صیانت (حفاظت و نگہبانی) کی غرض سے ہے ۔ چونکہ عورت کے غیر کفو سے نکاح کرنے سے اس کے اولیاء کو عار لاحق

marfat.com

ہوگا ، اس لیے اگر عورت اپنا نکاح کفو سے کر لے تو اولیاء کا حق ختم ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ اگر کوئی عورت ایک کفو کو منتخب یا پسند کر لے اور ولی سے مطالبہ کرے کہ وہ اس کا نکاح اس کفو سے کر دے تو ولی کے لیے یہ امر جائز نہیں ہے کہ اس کو منع کرے ۔ چنانچہ اگر عورت نے خود اپنا نکاح کفو سے کر لیا تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ ولی نے خود اس عورت کا نکاح کر دیا ہو ۔

امام محمد کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا ولی ہے تو وہ عقد اس کی اجازت پر موقوف رہے گا ۔ کیونکہ امام محمد کے نزدیک یہ حق ولی کا ہے لیکن جب اس عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو یہ حق خود اس کا ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ اگر اس نے ولی نہ ہونے کی صورت میں اپنا نکاح کر لیا تو گویا اس نے اپنے حق میں تصرف کیا اور وہ نکاح نافذ ہوگا ۔ چنانچہ اگر اس نے اپنا نکاح کفو سے کیا اور یہ خبر جب ولی کو پہنچی اور اس نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اور وہ اپنے مقدمے کو حاکم کے پاس لے گئی تو ابو یوسف کے قول کے مطابق حاکم اس کو جائز قرار دے گا ۔ لیکن امام محمد کے قول کے مطابق حاکم از سر نو عقد کرائے گا ۔ امام محمد کے قول کی وجہ یہ ہے کہ وہ نکاح جو اس عورت نے کیا ولی کی اجازت پر موقوف تھا ۔ جب ولی نے اجازت دینے سے انکار کر دیا تو وہ نکاح رد ہوگیا اور فی‌الاصل باطل ہو گیا اس لیے دوبارہ نکاح کرنا لابدی ہوگا ۔

ابو یوسف کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ولی نکاح کی اجازت نہ دینے سے منحرف ہوگیا ، جب کہ اس کو حق نہیں ہے

marfat.com

که وه کفو سے نکاح کی اجازت دینے سے انکار کرے، اور چونکه وه نکاح کی اجازت دینے سے منحرف هو گیا اس لیے ولایت سے خارج هوگیا اور ولایت حاکم کی جانب منتقل هوگئی اس لیے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔''

بدایتہ المجتہد ـــ ابن رشد :

جبر ولایت کے ضمن میں امام مالک کے متعدد قول منقول هیں چنانچه علامه ابن رشد نے اپنی کتاب بدایۃ المجتہد میں لکھا هے که اشہب کی روایت کے بموجب امام مالک کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں هوتا لیکن ابن القاسم نے امام مالک سے ایک اور قول نقل کیا هے، جس کے مطابق امام مالک کے نزدیک ولی کی شرط سنت هے واجب نہیں۔ چنانچه ان کے نزدیک اگر مرد و عورت دونوں بغیر ولی کے نکاح کر لیں اور اگر ان میں سے کوئی ایک فوت هو جائے تو دوسرا اس کا جائز وارث هوگا۔ اس کا یه مطلب هے که امام مالک کے نزدیک اگر کوئی عورت بغیر ولی کے نکاح کر لے تو نکاح هو جائے گا لیکن فاسد یا ناقص هوگا، جو ولی کی رضامندی سے صحیح هو جائے گا۔ گویا ولایت کی شرط اتمام نکاح کے لیے هے نه که صحت نکاح کے لیے[۲]۔

موطاء امام مالک :

امام مالک اپنی کتاب ''موطا'' میں چند روایتیں بیان کرتے

---

(۲) "اختلف العلماء هل الولایة شرط من شروط صحة النکاح ام لیست بشرط ؟ مذهب مالک الی أنه لایکون نکاح الا بولی، وأنها شرط فی الصحة فی روایة اشهب عنه ... ویتخرج علی روایة ابن القاسم عن مالک فی الولایة قول رابع ان اشتراطها سنة لافرض، و ذلک أنه روی عنه أنه کان یری المیراث بین الزوجین بغیر ولی .... فکانه عنده من شروط التمام لامن شروط الصحة" بدایة المجتهد و نهایة المقتصد تالیف الامام ابی الولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد القرطبی، مصر ۱۹۶۰ - جلد دوم، صحفه ۸۔

marfat.com

ہیں جن میں پہلی روایت ابن عباس رضی‌اللہ عنہ سے بیان کی گئی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثیّبہ ولی کے مقابلے میں اپنے نفس پر زیادہ حق رکھتی ہے ، اور باکرہ سے اذن لیا جائے گا اور سکوت اس کا اذن ہو گا ۔ اس روایت[۳] سے امام مالک یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ثیّبہ پر ولی کو ولایت اجبار حاصل نہیں ہے (خواہ بالغہ ہو یا نابالغہ) لیکن ولی کو باکرہ عورت پر جبر ولایت حاصل ہے ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن المسیب سے ایک اور روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ” نہ ہوگا نکاح عورت کا بجز اس کے ولی کی اجازت کے یا اس کے خاندان میں جو شخص اہل الرائے ہو اس کے اذن سے یا حاکم وقت کے اذن سے (اگر اس کا کوئی ولی موجود نہ ہو)[۴] ۔“

مذکوہ بالا روایت کے تحت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب موطاء میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ ” امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب وہ عورت کفو میں شادی کر لے اور مہر مثل میں کمی نہ کرے تو وہ نکاح جائز ہے “ ان کی دلیل مندرجہ بالا حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد ” اوذوی الرائے من اھلھا “ پر مبنی ہے کیوں کہ حضرت عمر کے ارشاد کے مطابق نکاح اگر خاندان کے

(۳) ” عن عبد اللہ بن عباس ان رسول‌اللہ صلی‌اللہ علیہ وسلم قال الایم احق بنفسھا من ولیھا والبکر تستاذن فی نفسھا و اذنھا صماتھا “۔ (موطا ، امام مالک، کتاب النکاح، فی استئذان البکر والایم فی انفسھا ، صفحہ ۵۳۶) ۔

(۴) ” عن مالک انہ بلغہ عن سعید بن المسیب انہ قال عمر بن الخطاب لاتنکح المراۃ الا باذن ولیھا اوذوی الرای من اھلھا او السطان “۔ (موطا امام مالک ، کتاب النکاح ، فی استئذان البکر و الایم فی انفسھا ، ص ۵۳۶) ۔

marfat.com

کسی صاحب الرائے شخص کی اجازت سے کیا جائے تو جائز ہوگا۔ حالاں کہ وہ شخص ولی نہیں ہے لیکن اس کے نکاح کو جائز قرار دیا گیا ۔ امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ وہ عورت مہر مثل میں کمی نہ کرے اور جب اس نے مہر مثل میں کمی نہ کی اور نکاح کفو سے کیا تو وہ مقصد پورا ہو گیا اور نکاح جائز ہوگا[۵]۔

امام مالک نے اپنی کتاب موطا میں دو اور روایتیں بھی بیان کی ہیں ، پہلی روایت قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ کے متعلق ہے کہ وہ اپنی باکرہ بیٹیوں کا نکاح ان سے پوچھے بغیر کیا کرتے تھے۔ دوسری روایت قاسم بن محمد ، سالم بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار کے متعلق ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اگر باکرہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر دیا جائے تو وہ لازم ہو جائے گا[۶]۔

اگر ان ہر دو روایتوں کا عرب اور بالخصوص مدینہ کے سماجی پس منظر میں جائزہ لیا جائے تو یہ امر واضح ہوگا کہ یہ روایتیں مدینہ کے عام عرف و عادت کو ظاہر کرتی ہیں ۔ ولی کے

---

(۵) "قال محمد . . . فلما ابوحنیفه قال اذا وضعت نفسها فی کفاءة ولم تقصر فی نفسها فی صداق فالنکاح جائز و من حجته قول عمر فی هذا الحدیث اوذوی الرای من اهلها انه لیس بولی وقد اجاز نکاحه لانه انما اراد ان لا تُقتَصر بنفسها فاذا فعلت هی ذالک جاز " ۔ (موطا امام محمد ، کتاب النکاح ، فی النکاح بغیر ولی ، صفحہ ۲۳۸) ۔

(۶) "عن مالک انه بلغه ان القاسم بن محمد وسالم بن عبدالله کانا ینکحان بناتهما الا بکار و لا یستامرانهن " ۔

"عن مالک انه بلغه ان القاسم بن محمد وسالم بن عبدالله و سلیمان ابن یسار کانوا یقولون فی البکر یزوجها ابوها بغیر اذنها ان ذالک لازم لها " ۔ (موطا امام مالک کتاب النکاح ، فی استئذان البکر و الایم فی انفسها ، صفحہ ۳۳۶) ۔

marfat.com

اذن و اجازت کو صحت نکاح کی شرط کے طور پر بحیثیت دلیل یا قطعی حکم شرعی کے پیش نہیں کی جا سکتیں۔

امام مالک کا صحیح مسلک:

مندرجہ بالا تجزیے کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ امام مالک ولی کی اجازت کو اتمام نکاح کے طور پر ضروری قرار دیتے ہیں نہ کہ صحت نکاح کے لیے۔ ہمارے اس نتیجۂ فکر سے علامہ ابن رشد اور دیگر مصری مالکی حضرات متفق نظر آتے ہیں، البتہ بغداد کے مالکی اصحاب ولی کی اجازت کو صحت نکاح کی شرط قرار دیتے ہیں۔

امام شافعی کا نقطۂ نظر:

جہاں تک اس مسئلے میں امام شافعی کا تعلق ہے، کتاب الام جلد ۵ صفحہ ۱۱ میں ان سے منقول ہے کہ جو عورت بھی بغیر ولی کی اجازت کے نکاح کرے اس کا نکاح نہیں ہوگا کیوں کہ حضور سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ اس کا نکاح باطل ہے۔

شافعیہ کا قرآن سے استناد:

امام شافعی اپنے قول کے استناد میں حسب ذیل آیات قرآنی سے استدلال کرتے ہیں:

پہلی آیت۔ ''فلا تعضلو هن ان ینکحن ازواجهن اذا تراضو بینهم بالمعروف(۷)'' (پھر تم ان عورتوں کو اس سے مت روکو کہ وہ اپنے زیر تجویز شوہروں سے نکاح کر لیں جب کہ وہ باہم رضامند ہوں معروف طریقہ پر)۔

امام شافعی کا استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں جب کہ خداوند

---

(۷) پارہ ۲، سورۃ البقر، آیت ۲۳۲۔

marfat.com

تعالیٰ نے اولیاء کو عورتوں کے نکاح کے معاملے میں رکاوٹ ڈالنے سے منع فرمایا ہے، اولیاء کے نکاح کر دینے کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے چنانچہ یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ نکاح بغیر ولی کے جائز نہیں کیوں کہ کسی اجنبی کو، جسے ولایت حاصل نہ ہو، منع نہیں کیا جاتا۔ لیکن امام شافعی کی یہ دلیل مغالطہ پر مبنی نظر آتی ہے کیوں کہ جس حکم میں کسی کام سے باز رہنے کے لیے ہدایت کی جائے وہ ''نہی'' ہے اور ''نہی'' عدم اختیار کو ظاہر کرتی ہے نہ کہ اثبات حق کو۔

دوسری آیت جس پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قول کی بنیاد رکھی ہے ''وانکحوا لایاملی منکم''[۸] ہے یعنی تم اپنے میں سے غیر شادی شدہ عورتوں کا نکاح کر دو۔

امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اولیاء کو خطاب کیا ہے اور لفظ ''ایّم'' ایک اسم ہے جس کے معنی ہیں ''وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو خواہ وہ عورت باکرہ ہو یا ثیبّہ'' چنانچہ جب اس عورت پر ولایت قائم ہوگئی اور وہ مولیا علیہ بن گئی پھر وہ ولیہ کیسے بن سکتی ہے؟

فقہاء نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ سیاق و سباق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیت میں خطاب اولی‌الامر یا عامۃ الناس کو کیا گیا ہے نہ کہ محض اولیاء کو، اس لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ استدلال کہ ولیوں کو غیر شادی شدہ عورتوں کے نکاح کر دینے کا حکم ان کے اختیار نکاح پر دلالت کرتا ہے، مشتبہ ہے۔ نیز اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس آیت قرآنی

(۸) پارہ ۱۸، سورہ نور، آیت ۳۲۔

marfat.com

میں نکاح کے سلسلے میں اولیاء کو خطاب کیا گیا ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ولی کی اجازت کا ہونا نکاح کے جواز کی کوئی شرط ہے بلکہ یہ امر لوگوں کے درمیان عرف و عادت کے طور پر بیان کیا گیا ہے کیوں کہ عام طور پر لڑکیاں اپنا نکاح خود نہیں کیا کرتیں ۔ اس کے لیے ان کو مردوں سے میل جول پیدا کرنے کی ضرورت ہو گی اور ایسا کرنے سے ان کو بے شرم کہا جائے گا ۔ اس لیے باکرہ لڑکی کے نکاح میں ولی کی موجودگی یا اجازت عام طور پر مستحب ہے نہ کہ واجب ۔ اس کی مثال '' والصالحین من عبادکم وامائکم '' والی آیت ہے ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنے نیک غلاموں اور کنیزوں کا نکاح کر دو ۔ اس آیت سے یہ مطلب ہرگز نہیں نکالا جا سکتا کہ تم صرف ان غلاموں اور کنیزوں کا نکاح کرو جو نیک ہیں بلکہ یہ آیت اپنے عموم پر قائم رہے گی اور یہ کہا جائے گا کہ اس آیت میں صلاح و نیکی نکاح کے جواز کی شرط کے طور پر بیان نہیں ہوئی' اسی طرح '' فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا '' میں غلاموں کے ساتھ ان کو ٹھیکہ پر اٹھانے کا معاھدہ خیر کے علم ہونے پر ھی موقوف نہیں ہے ۔

امام شافعی (کتاب الام جلد ۵ صفحہ ۱۱) '' لا نکاح الا بولی '' کے ضمن میں آیات قرآنی '' الرجال قوامون علی النساء '' اور '' فانکحوھن باذن اھلھن '' کا بھی ذکر کرتے ہیں لیکن پہلی آیت کا تعلق ولایت نکاح سے نہیں ہے بلکہ اس سے عورتوں پر مردوں کی فضیلت کا اظہار مقصود ہے اور دوسری آیت کنیزوں کے نکاح کے بارے میں ہے نہ کہ آزاد عاقلہ بالغہ عورتوں کے نکاح کے سلسلے میں ۔

marfat.com

شافعیہ کا حدیث سے استناد :

امام شافعی اور شافعیہ مذہب کے دیگر ائمہ "لا نکاح الابولی" کے ثبوت میں حسب ذیل حدیثوں سے بھی استدلال کرتے ہیں :

(۱) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"ایما امراۃ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل باطل باطل و اذا دخل بہا فلھا المہر بما استحل من فرجہا لا وکس ولا شطط فان تشاجرا فالسلطان ولی من لاولی لہ ۔"

یعنی جو عورت بغیر اذن ولی کے نکاح کرے، اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے، اس (مرد) نے صحبت کی تو عورت کو مہر ادا کرنا ہوگا، شرم گاہ کے حلال ہونے کے معاوضے میں، اور اگر تنازعہ ہو تو بادشاہ ولی ہے اس کا، جس کا کوئی ولی نہ ہو ۔

(۲) حضرت ابن عباس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث منقول ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"کل نکاح لم یحضرہ اربعۃ فھو سفاح خاطب و ولی و شاھدا عدل" ۔

یعنی جس نکاح میں چار چیزیں نہ ہوں وہ زنا ہے :

(۱) پیغام دینے والا ۔

(۲) ولی ۔ اور

(۳-۴) دو عادل گواہ ۔

marfat.com

(۳) حضرت ابو ہریرہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا۔

" لا تنکح المرأة المرأة نفسها و انماالزانية هى التى تنكح نفسها "۔

یعنی نہ کرے کوئی عورت نکاح کسی عورت کا اور وہ عورت جس نے اپنا نکاح خود کیا وہ زانیہ ہے۔

(۴) ایک اور روایت حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

" كانت تحضر النكاح و تخطب ثم نقول اعقدوا فان النساء لا يعقدن "۔

یعنی خود مجلس نکاح میں موجود ہوتیں اور نکاح کا پیغام دیتیں پھر فرماتیں کہ تم نکاح کر دو کیوں کہ عورتیں نکاح منعقد نہیں کرتیں۔

(۵) حضرت عائشہ سے ایک اور روایت ہے کہ

" لا نكاح الا بولى والسلطان ولى من لاولى له "

یعنی نہیں ہے کوئی نکاح سوائے ولی کے اور جس کا ولی نہ ہو اس کا سلطان ولی ہے۔

(۶) معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ۔

" اية امراةً نكحت نفسها بغير ولى فهى زانية " (اوكماقال)۔

یعنی جس عورت نے خود اپنا نکاح بغیر ولی کے کر لیا وہ زانیہ ہے۔

تخریج :

ان سب حدیثوں کو جن سے امام شافعی رحمۃاللہ علیہ اور

marfat.com

دیگر شافعی ائمہ استدلال کرتے ہیں حنفی محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ چنانچہ جہاں تک پہلی حدیث کا تعلق ہے اس کا مدار زہری کی روایت پر ہے۔ ابن جریج کا قول ہے کہ میں نے جب زہری سے ملاقات کی اور ان کے سامنے یہ حدیث پیش کی تو انہوں نے اس حدیث سے انکار کیا۔

یہ امر حدیث کے لیے ضعف کا باعث ہے۔ اگرچہ اس اعتراض کا مختلف فقہاء نے جواب دیا ہے، چنانچہ ابن حبان نے اپنی ''صحیح'' میں اس کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے کہ کسی شخص کا اپنی بیان کردہ روایت کو بھول جانا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس شخص کی بیان کردہ روایت درست نہیں۔ کیونکہ بسا اوقات ایک شخص ایک روایت بیان کرنے کے بعد بھول جاتا ہے۔

اسی طرح ابن حزم نے محلّی (جلد ۵ صفحہ ۹۳-) میں لکھا ہے کہ ابن جریج ثقہ ہیں اور اس روایت کے بارے میں سلیمان بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ ان سے زہری نے حدیث بیان کی تھی۔ لہذا یہ روایت حجت ہوگی، جب کہ ان لوگوں نے سن کر آگے بیان کر دی، خواہ اس کے بعد وہ خود بھول جائیں۔

لیکن یہاں صورت حال ذرا مختلف ہے وہ یہ کہ زہری کا انکار کے ساتھ روایت بیان کرنے والے کے حق میں دعائے خیر کرنا اور اپنے شاگرد کے بارے میں یہ کہنا کہ اسے وہم ہوگیا ہے روایت کے عدم صحت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ سوال محض نسیان کا نہیں بلکہ حدیث کی صحت کا ہے۔ نیز یہ کہ زہری کا خود اپنا مسلک یہ ہے کہ وہ بغیر ولی کے نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں۔

علاوہ ازیں اس حدیث میں ''باطل'' کا جو لفظ استعمال ہوا ہے

marfat.com

وہ فاسد کے معنی میں ہے۔ کیونکہ اگر ولی کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہوتا یعنی سرے سے منعقد ہی نہ ہوتا تو پھر مجامعت کے سبب مرد و زن پر حد یا کم از کم تعزیر واجب ہوتی۔ لیکن اس فعل کو جائز قرار دیتے ہوئے مہر کی ادائیگی کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہوگا نہ کہ سرے سے باطل، جو ولی کی مابعد مرضی سے صحیح ہو جائے گا۔

دوسری حدیث کی اسناد میں ابن میسر ابو خطیب مجہول ہے اس لیے حنفی اس حدیث کی روایت کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔

تیسری حدیث کو دارقطنی نے دو طریقوں سے بیان کیا ہے ایک کی اسناد میں جمیل بن الحسن اور دوسرے کی اسناد میں مسلم بن ابی مسلم ہیں۔ لیکن یہ دونوں غیر معروف ہیں اس لیے ان کی روایت مقبول نہیں۔

چوتھی اور پانچویں حدیث کو بھی احناف نے ضعیف کہا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عائشہ بغیر ولی کے نکاح کے جواز کی قائل تھیں۔ اس کی دلیل میں یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنی بھتیجی یعنی بھائی، عبدالرحمان ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا نکاح ان کی غیر موجودگی میں جب کہ وہ ملک شام گئے ہوئے تھے منذر بن زبیر سے کر دیا تھا۔ چنانچہ ایک ایسی حدیث جس پر خود ان کا عمل نہ ہو اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے حکم شرعی کے طور پر استدلال نہیں کیا جا سکتا یا کم از کم یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ حکم واجب نہیں ہے۔ مزید برآں بعض علماء سے منقول ہے کہ ''لا نکاح الا بولی'' والی حدیث ان تین احادیث میں سے ایک ہے جو رسول اللہ سے ثابت نہیں ہیں اور اسی لیے اس کو صحیح بخاری و مسلم نے روایت نہیں کیا ہے۔

marfat.com

چھٹی حدیث کو دارقطنی نے متروک کہا ہے۔

اگرچہ محدثین نے سند اور روایتوں کے اعتبار سے ان اعتراضات کے جوابات دیے ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ احادیث نقد و جرح سے خالی نہیں۔ اس کے مقابلے میں صحیحین کی روایتیں خصوصاً ابن عباس کی روایت ''الایّم احق بنفسہا من ولیھا'' ثابت کرتی ہے کہ ولی کے مقابلے میں مولیہ کو اپنے نفس پر زیادہ اختیار حاصل ہے۔

بہر حال، ولی کو عاقلہ بالغہ پر جبر ولایت حاصل نہیں، جیسا کہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں باکرہ اور ثیّبہ عورتوں کے ان کے ولیوں کے کیے ہوئے نکاح رسول اللہ نے ان عورتوں کی شکایت پر رد کر دیے تھے کہ ولی کو ان عورتوں پر ولایت اجبار حاصل نہیں ہے۔

امام شافعی اور استدلال:

امام شافعی اپنے دعوے کے ثبوت میں استدلال سے بھی کام لیتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ نکاح اپنی اصلیت، حکم اور نتیجے کے اعتبار سے باعث مضرت ہے۔

اصلیت کے اعتبار سے اس بناء پر کہ نکاح حضرت محمد صلعم کے قول ''النکاح رق'' اور ''النکاح عقد ضررا'' کے مطابق ایک غلامی اور اسیری ہے اور ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں ضرر ہے اور ظاہر ہے کہ غلامی یا اسیری ایک آزاد شخص کے لیے موجب ضرر ہوتی ہے۔

حکم کے اعتبار سے نکاح اس لیے موجب مضرّت ہے کہ نکاح سے شوہر کو عورت کے منافع بضع میں تصرف کا حق حاصل ہو جاتا ہے جس کے سبب مرد عورت سے جماع کا فائدہ اٹھاتا ہے۔

marfat.com

نیز عورت کو باہر نکلنے، گھومنے پھرنے، اور کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنے کو منع کرتا ہے اور اسی حق ملکیت کے سبب وہ طلاق کے ذریعہ جب چاہے نکاح کو ختم بھی کر سکتا ہے۔

نیز نکاح اپنے نتیجہ کے اعتبار سے عورت کے لیے اس لیے موجب مضرت ہے کہ اس کی بناء پر خواہ عورت چاہے یا نہ چاہے مرد کو عورت کے ساتھ ہم بستر ہونے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ سب نکاح کی مضرتیں ہیں لیکن نکاح اپنے اندر بہت سی ظاہری و باطنی مصلحتیں بھی رکھتا ہے جن کو رائے کامل کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا اور چونکہ عورت ناقص الرائے ہے اس میں عقل کی کمی ہے اس لیے اس کے کیے ہوئے نکاح میں مضرت باقی رہ جائے گی۔

لیکن حدیث نبوی ''النکاح عقداً ضرراً'' کے بارے میں محدثین کا کہنا ہے کہ یہ حدیث ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ عقد میں منفعت ہے اور اس میں دین و دنیا کی مصلحتیں مثلاً سکون، محبت، مؤدت تولید نسل، زنا سے تحفظ اور عورت کی نفقے سے بے فکری پوشیدہ ہیں اور یہ ایسی مصلحتیں ہیں جو عورت کے خود کو شوہر کی ملک میں دیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے عورت پر جو ملکیت رکھی گئی ہے وہ ضرورت کے لحاظ سے ہے تاکہ مصلحتوں کا حصول ممکن ہو، کیونکہ یہ ملک زوج مصلحتوں کے حصول کا وسیلہ ہے اور جو امر مصلحت کا وسیلہ ہو وہ خود مصلحت ہوتا ہے اس لیے یہ کہنا غلط ہوگا کہ نکاح غلامی ہے یا ایک ایسا معاہدہ ہے جو مضر ہے۔

بہرکیف، نکاح کو غلامی کہنا تمثیل کے طور پر ہوسکتا ہے

marfat.com

نہ کہ تحقیق کے طور پر، ورنہ حقیقت میں تو نکاح عورت کو دوسروں کی غلامی سے محفوظ رکھتا ہے۔

اسی طرح امام شافعی کی یہ دلیل کہ عورت ناقص العقل ہے اگر تسلیم بھی کر لی جائے تو یہ ایسا نقص نہیں ہے جو عورت کے لیے نکاح کی مصلحتوں کے علم میں مانع ہو اور نہ ہی یہ کوئی ایسا نقص ہو سکتا ہے جو سرے سے نکاح کی اہلیت ہی کو سلب کر لے، کیونکہ یہ نقص دوسرے تمام معاملات میں عورت کے تصرف کرنے کی اہلیت کو سلب نہیں کرتا۔ مثال کے طور پر ایک باکرہ بالغہ عورت اپنے مال میں بلا شرکت غیرے تصرف کر سکتی ہے، جب کہ مالی تصرفات میں خفیہ خیانتیں بھی ہوتی رہتی ہیں جن کو بلا غور و فکر معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں عورت کا حدود و قصاص کے معاملات میں اقرار کرنا صحیح تسلیم کیا گیا ہے اور اس کو خطاب بالایمان اور شرعی احکام کا مکلّف مانا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے پاس کافی عقل ہے اور اسی بناء پر شوہر کے انتخاب میں اس کی رائے کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ امر مسلّمہ ہے کہ جب وہ اپنے ولی سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ اس کا نکاح فلاں کفو کے ساتھ کر دے تو ولی کے لیے اس کفو کے ساتھ نکاح کرنا فرض ہو جاتا ہے اور اگر ولی مانع ہو تو قاضی کے لیے بطور نائب نکاح کر دینا جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ عورت ناقص العقل ہے اور نکاح کی مصلحتوں کو نہیں سمجھتی معاملات سے غیر متعلق چیز ہے۔

امام ابو حنیفہ کا نقطۂ نظر:

امام ابو حنیفہ، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، بلا اجازت ولی باکرہ کے نکاح کر لینے کو بالکل جائز قرار دیتے ہیں وہ اپنے قول

marfat.com

کے ثبوت میں قرآن پاک ، سنت اور استدلال سے کام لیتے ھیں ۔

امام ابو حنیفہ کا پہلا استدلال ''ان وھبت نفسہا للنبی ان ارادالنبی ان یستنکحھا'' سے ھے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ھے کہ ایک مومنہ عورت نے اپنے نفس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ھبہ کیا ۔ پس اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاھتے تو اس عورت سے نکاح کر سکتے تھے ۔ امام صاحب کی دلیل یہ ھے کہ یہ آیت عورت کے اپنے الفاظ سے نکاح کرنے کے اختیار پر نص ھے ، کیونکہ نکاح کا انعقاد لفظ ''ھبہ'' سے ھو جاتا ھے ۔ شافعیہ کا یہ اعتراض کہ لفظ ''ھبہ'' سے نکاح کا ھو جانا رسول اللہ کی خصوصیت ھے ، صحیح نہیں ھے کیونکہ رسول اللہ کے نکاح کی خصوصیت لفظ ''ھبہ'' سے نکاح ھو جانے میں نہیں ھے بلکہ بلا وجوب مہر نکاح کر لینے میں ھے ۔ اس لیے کہ اس آیت کے ساتھ ھی اللہ تعالیٰ نے اس کا سبب رسول اللہ کی تنگی کو دور کرنا قرار دیا ھے اور ظاھر ھے کہ تنگی لفظ ''نکاح'' کے بجائے لفظ ''ھبہ'' سے دور نہیں ھوتی ۔ اصل تنگی زر مہر کی ھے جو ھبہ سے دور کرنا مقصود ھے ۔

دوسری آیت ''فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن''[۹] ھے اور تیسری آیت ''فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ'' ھے ۔[۱۰]

امام ابو حنیفہ ان آیات سے دو طرح استدلال کرتے ھیں ایک یہ کہ یہ آیات خود عورت کے اپنے آپ نکاح کرنے کے حق کی جانب صریح ھیں ۔ اور دوسرے یہ کہ شخص دیگر سے نکاح کر لینا پہلے شوھر سے دوبارہ نکاح کرنے کی حرمت کو ختم کرنے کا باعث ھے

(۹) سورۃ البقرہ ، آیت ۲۳۴
(۱۰) سورۃ البقرہ ، آیت ۲۳۰

marfat.com

جو خود اس عورت کے اپنے نکاح کرنے سے ختم ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا دوسرے شوہر سے نکاح مؤثر ہوگا۔ یہ اس بھی محل نظر ہے کہ دو آیات میں الفاظ ''فعلن'' اور ''تنکح'' تانیث کے صیغے ہیں اور ان کا فاعل عورت ہے۔

قرآن پاک کی آیت '' فلا جناح علیھما ان یترا جعا ''[۱۱] بھی عورتوں کے، بغیر ولی کے، نکاح کی طرف نسبت کرتی ہے۔ اس آیت میں صیغہ تثنیہ کا ہے اور اس کا فاعل مرد و عورت دونوں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد و عورت بلا ولی کے ایجاب و قبول کر سکتے ہیں۔

قرآن پاک کی چوتھی پانچویں آیت ''و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن''[۱۲] سے بھی امام ابو حنیفہ دو طرح استدلال کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت میں نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے۔ کیونکہ '' ان ینکحن'' کا فاعل عورت ہے اور یہ خود عورت کے الفاظ سے بغیر کسی ولی کی شرط کے نکاح کے جواز کی دلیل ہے۔ دوسرے یہ کہ اس آیت میں ولیوں کو منع کیا گیا ہے کہ وہ عورتوں کو خود اپنے نکاح کرنے سے نہ روکیں، جب کہ شریعت کے مطابق دونوں فریق راضی ہوں۔

اس دلیل پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ آیت عورتوں کے اپنے پہلے شوہروں سے دوبارہ نکاح کرنے کے ضمن میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن یہ اعتراض درست نہیں، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ آیت قرآنی اپنے عموم پر قایم رہتی ہے اور شان نزول اس کا صرف ایک پہلو یا جزو ہوتا ہے۔

---

(۱۱) سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۰
(۱۲) سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۲

marfat.com

حنفیہ کا احادیث نبوی سے استدلال :

بغیر ولی کے نکاح کے جواز کے بارے میں متعدد احادیث بھی ملتی ھیں ۔ چنانچہ ابن عباس سے روایت ھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثیّبہ پر ولی کا کوئی حکم نہیں اور ثیّبہ ھونا ولی کی ولایت کو منقطع کرنا ھے ۔[۱۳]

اسی طرح ابن عباس سے ایک اور روایت ھے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ ''ایّم'' اپنی ذات کے معاملے میں ولی سے زیادہ حق رکھتی ھے[۱۴] (''ایّم'' اس عورت کو کہتے ھیں جس کا کوئی شوھر نہ ھو خواہ باکرہ ھو یا ثیّبہ) ۔ یہ حدیثیں مسلم ' ابو داؤد ' ترمذی اور نسائی نے بیان کی ھیں ۔

علاوہ ازیں چند واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسے پیش ھوئے ھیں جن میں باپ نے لڑکیوں کی منشاء کے خلاف نکاح کر دیے تھے ۔ لڑکیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر شکایت کی تو آپ نے باپ کے کیے ھوئے نکاحوں کو رد فرما دیا ۔ ان واقعات کی تفصیل حسب ذیل ھے :

پہلا واقعہ خنسا بنت خذام کا ھے ۔ خنسا کا نکاح اس کے باپ نے کر دیا تھا اور وہ اس نکاح کو ناپسند کرتی تھی ۔ چنانچہ وہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ھوئی ' آپ نے اس نکاح کو رد کر دیا ۔[۱۵]

---

(۱۳) روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لیس لاولی مع الثیب امر و ھذا قطع ولایۃ لولی عنہا (بدائع الصنائع ' الکاسانی ' جزو دوم صفحہ ۲۴۸ اور نصب الرایہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۷)

(۱۴) عن عبداللہ بن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ وسلم قال الآیم احق بنفسہا من و لیہّا والبکر تستاذن فی نفسہا و اذنہا صماتہا ۔ (موطا' امام مالک' کتاب النکاح ' فی استئذان البکر و الایم فی انفسہا) ۔

(۱۵) وعن خنساء بنت خذام ان اباھا زوجہا وھی ثیب فکرھت ذالک

marfat.com

دوسری حدیث حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ’’ قتادہ حضرت عائشہ کے پاس آئیں اور کہا کہ میرے باپ نے اپنے بھتیجے سے میرا نکاح کر دیا ہے تاکہ اس کا حسب بڑھے ۔ حضرت عائشہ نے قتادہ کو بٹھایا ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے اس کے باپ کو بلایا اور قتادہ کو نکاح کا اختیار دیا ۔ تب قتادہ نے کہا کہ ’’اے رسول اللہ! تحقیق کہ اجازت دی میں نے اس کی جو میرے باپ نے کیا اور میں نے سوائے اس کے کوئی ارادہ نہیں کیا کہ میں عورتوں کو آگاہ کر دوں کہ ان پر باپوں کو اختیار نہیں ہے ۔‘‘

اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا ہے اور استدلال کی وجہ یہ بتائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتادہ کے اس قول پر کہ باپوں کو کچھ اختیار نہیں، سکوت اختیار فرمایا ۔

یہ حدیث حضرت عائشہ کی پہلی حدیث ’’لا نکاح الا بولی‘‘ سے معارض ہے اس ضمن میں محدثین نے قتادہ والی حدیث کو از روئے سند صحیح تر اور قوی تر کہا ہے ۔

ایک اور حدیث ابی سلمہ ابن عبدالرحمان سے مروی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور شکایت کی کہ میرے باپ نے میرا نکاح ایک شخص سے کر دیا ہے اور میں اسے ناپسند کرتی ہوں ۔ آنحضرت نے اس لڑکی کے باپ سے فرمایا کہ نکاح کا اختیار تمھیں نہیں ہے اور لڑکی سے فرمایا جاؤ جس سے تمھارا جی چاہے نکاح کر لو ۔[16]

فاتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرّد نکاحہ رواہ البخاری وفی روایة ابن ماجه نکاح ابیھا ۔ (مشکوۃ شریف، مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب، کراچی صفحہ ۸۵) ۔

(۱۶) عن ابی سلمه ابن عبدالرحمن قال جاءت امراۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقالت ان ابی انکحنی رجلاً وانا کارھة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه

marfat.com

علاوہ ازیں احناف بغیر ولی کے نکاح کی صحت کے ثبوت میں ام سلمیٰ کے خود آنحضرت سے، نکاح کے واقعہ کو پیش کرتے ہیں، جس میں آنحضرت نے ام سلمیٰ سے ان کے ولیوں کی موجودگی کے بغیر عقد کیا تھا۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب آنحضرت نے ام سلمیٰ سے نکاح کی خواہش کی تو ام سلمیٰ نے فرمایا کہ میرا کوئی ولی موجود نہیں ہے تو آپ نے فرمایا کہ ''تمہارے ولیوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو مجھ سے تمہارے نکاح کو نا پسند کرے۔'' اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ام سلمیٰ کی جانب سے بغیر کسی ولی کے منعقد ہو گیا۔

ان تمام احادیث کی روشنی میں بہ‌آسانی یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ باکرہ بالغہ لڑکی پر ولی کو ولایت اجبار حاصل نہیں ہے۔ اگر نکاح ولی کی موجودگی یا اجازت کے بغیر کیا جائے تو وہ نکاح اصلاً صحیح ہوگا۔ البتہ عدم کفاءت کی بناء پر اور امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق بسبب کمی مہر مثل بھی ولی کو بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہوگا۔

چند مزید دلائل:

قرآن پاک اور حدیث نبوی کے علاوہ اگر اس مسئلہ کا عقلی بنیادوں پر جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوگی کہ جس طرح ایک عاقل لڑکا بالغ ہو جانے پر اپنا نکاح خود کر سکتا ہے اسی طرح ایک لڑکی بھی بالغ ہونے پر اپنے نفس کی خود مالک بن جاتی ہے اور اس پر کسی کی ولایت باقی نہیں رہتی۔ باپ کو اپنی نابالغ اولاد

وسلم لابیها لا نکاح لک اذ هبی فانکحی من شئت (نصب الرایه جلد ۳، صفحه ۱۸۲)۔

فتح المعین مطبوعہ قاہرہ، کتاب النکاح، جلد ۲ صفحہ ۲۶۔

مجمع الانہر، مصر، جلد ۱ صفحہ ۳۳۲۔

marfat.com

کے نکاح کرنے کی جو ولایت حاصل ہے وہ اس کو بطور نیابت کے حاصل ہوتی ہے، کیونکہ نابالغ خود ان مصلحتوں کو حاصل کرنے سے عاجز ہے۔ اس لیے اولاد کے عجز کے سبب باپ کا ان کے نکاح میں تصرف کرنا صحیح ہوگا لیکن جب وہ اولاد بالغ ہو گئی تو وہ عجز دور ہو گیا۔ چنانچہ لڑکے کی طرح ایک لڑکی کو بھی بلوغ کے بعد اپنی ذات میں تصرف کرنے کی قدرت حاصل ہو گئی اور کسی غیر کی ولایت اس پر باقی نہیں رہی بلکہ اس پر خود اپنی ولایت قایم ہو گئی۔ اور چونکہ شرعاً نیابت ضرورت کے طور پر ثابت ہوتی ہے، اس لیے ضرورت کے ختم ہونے پر نیابت بھی ختم ہو گئی۔ اور چونکہ نیابت اور اصالت دونوں ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتیں اس لیے باپ کو لڑکی کے بالغ ہو جانے کے بعد اس پر بحیثیت نائب کے حق ولایت باقی نہیں رہا۔

یہ بات مسلّم ہے کہ بالغ ہو جانے پر لڑکی کو اپنے مال میں تصرف کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے باپ یا کسی دیگر ولی کی ولایت اس کے مال پر سے زائل ہو جاتی ہے، اسی طرح جب وہ مال پر تصرف کر سکتی ہے تو نکاح کے معاملے میں بھی اس کو تصرف کا اختیار ہے اور اس پر کسی کی ولایت باقی نہیں رہتی۔

نکاح کے سلسلے میں عورت اور ولی کے حقوق کا جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہوگا کہ ولی کا حق عورت پر نہیں ہے بلکہ خود عورت کا حق ولی پر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ ولی کو اپنی پسند کے کفو سے نکاح کرنے پر مجبور کر سکتی ہے لیکن اگر ولی اپنی پسند کے مرد سے اس کا نکاح کرنا چاہے تو وہ انکار کر سکتی ہے اور اس معاملے میں اس پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔

ولی کے حق کی بنیاد در اصل کفاءت پر ہے۔ چنانچہ عورت اگر

marfat.com

غیر کفو سے نکاح کر لے تو ولی کو حق حاصل ہوگا کہ نکاح کے لزوم اور نفاذ سے انکار کر دے تاکہ ولی کو عورت کے غیر کفو سے نکاح کر لینے کے سبب شرم و عار لاحق نہ ہو۔ لیکن اگر عورت کفو سے نکاح کرے تو پھر ولی کا مقصد پورا ہوگیا اور شرم و عار کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب لزوم اور نفاذ کا مانع زائل ہوگیا تو نکاح لازم اور نافذ ہو جائے گا۔

دوسرے الفاظ میں یہ بات یوں کہی جا سکتی ہے کہ اگر عورت نے غیر کفو سے نکاح کر لیا تو اس کے نفاذ میں اولیاء کو ضرر ہے اور نکاح کے عدم نفاذ میں اس عورت کو ضرر ہے۔ لہذا ضرر دو ہیں۔ اس لیے کوشش اس امر کی کرنی چاہیے کہ دونوں ضرر دور ہوں۔ چنانچہ نکاح کے نفاذ کے ذریعہ اس عورت کا ضرر دور کیا جا سکتا ہے اور اولیاء کے حق اعتراض کو تسلیم کرکے ان کے ضرر کو دور کیا جاسکتا ہے۔ شریعت میں اس کی نظیریں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ایک غلام مشترک ہو اور ایک مالک اپنا حصہ اس کو ٹھیکہ پر اٹھا دے تو دوسرے شریک مالک کو قیمت کی ادائگی سے قبل اس امر کا اختیار حاصل ہے کہ وہ اس معاملے کو فسخ قرار دے دے۔ یا اسی طرح ایک شفیع کو یہ حق ہے کہ شفعہ کے ذریعہ اس ضرر کو دفع کرے جو خریدار کے ہبہ کر دینے کی صورت میں نفاذ ہبہ کے ذریعہ اس کے حق کو پہنچ سکتا ہے۔

تجزیہ :

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ معاہدۂ نکاح کے اصل فریق مرد اور عورت ہیں نہ کہ ان کے ولی۔ اس لیے ایک بالغ اور عاقل عورت کو یہ حق ہونا چاہیے کہ

marfat.com

وہ بلا وساطت ولی اپنا نکاح کرنے پر قادر ہو ۔

وجہ اختلاف :

فی الحقیقت اس مسئلے میں ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف کی اصل وجہ یہ ہے کہ ولایت کے بارے میں جو آیات نازل ہوئیں ان سے واضح طور پر یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ باکرہ بالغہ عورت کے نکاح میں ولی کی اجازت یا موجودگی شرط ہے نیز اس سلسلے میں جو احادیث بیان کی جاتی ہیں ان کے الفاظ اور صحت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے ' چنانچہ فقہاء کا ایک گروہ چند احادیث کو اس استدلال کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ ولایت صحت نکاح کی شرط ہے جب کہ دوسرا گروہ ایسی احادیث پیش کرتا ہے جن سے نکاح کے لیے ولایت کا شرط ہونا ثابت نہیں ہے ۔ نتیجے کے طور پر جتنی آیات اور احادیث اس بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ محتمل علیہ ہیں ۔ ان کے معنی اور وسعت میں اختلاف ہے اور ان سے موافق و مخالف دونوں مفہوم نکالے جا سکتے ہیں ۔

اس صورت حال کے پیش نظر جب کہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی محتمل علیہ ہوں اور ائمۂ اربعہ کے درمیان نکاح کے جائز اور ناجائز ہونے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہو تو عامۃ المسلمین کے نزدیک جو قول راجح رہا ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے بشرطیکہ وہ صریح نص کے خلاف اور مصلحت عامہ کے مطابق ہو ۔

صحیح شرعی حکم :

چنانچہ اس پوری بحث کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ شافعیہ کا یہ نظریہ کہ عورت نکاح کی حقیقت سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتی اور اس کے نکاح کے لیے ولی کی وساطت ناگزیر ہے ' در اصل عورت کی آزاد مرضی کو مشروط بنانے اور اس کے

marfat.com

وہ بلا وساطت ولی اپنا نکاح کرنے پر قادر ہو ۔

وجہ اختلاف :

فی الحقیقت اس مسئلے میں ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف کی اصل وجہ یہ ہے کہ ولایت کے بارے میں جو آیات نازل ہوئیں ان سے واضح طور پر یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ باکرہ بالغہ عورت کے نکاح میں ولی کی اجازت یا موجودگی شرط ہے نیز اس سلسلے میں جو احادیث بیان کی جاتی ہیں ان کے الفاظ اور صحت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے ، چنانچہ فقہاء کا ایک گروہ چند احادیث کو اس استدلال کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ ولایت صحت نکاح کی شرط ہے جب کہ دوسرا گروہ ایسی احادیث پیش کرتا ہے جن سے نکاح کے لیے ولایت کا شرط ہونا ثابت نہیں ہے ۔ نتیجے کے طور پر جتنی آیات اور احادیث اس بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ محتمل علیہ ہیں ۔ ان کے معنی اور وسعت میں اختلاف ہے اور ان سے موافق و مخالف دونوں مفہوم نکالے جا سکتے ہیں ۔

اس صورت حال کے پیش نظر جب کہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی محتمل علیہ ہوں اور ائمۂ اربعہ کے درمیان نکاح کے جائز اور ناجائز ہونے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہو تو عامّۃ المسلمین کے نزدیک جو قول راجح رہا ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے بشرطیکہ وہ صریح نص کے خلاف اور مصلحت عامہ کے مطابق ہو ۔

صحیح شرعی حکم :

چنانچہ اس پوری بحث کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ شافعیہ کا یہ نظریہ کہ عورت نکاح کی حقیقت سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتی اور اس کے نکاح کے لیے ولی کی وساطت ناگزیر ہے ، در اصل عورت کی آزاد مرضی کو مشروط بنانے اور اس کے

marfat.com

ذاتی حق و اختیار پر ایک قدغن کے مترادف ہے ۔ البتہ مسلم معاشرے کو انتشار سے محفوظ رکھنے کے لیے شرع نے اولیاء کو یہ حق دیا ہے کہ اگر لڑکی نے ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کیا ہو یا مہر مثل سے کم پر کیا ہو تو ولی عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر سکتا ہے اور عدالت معقول شرعی وجوہ کی بناء پر نکاح کو فسخ کر سکتی ہے ۔

انعقاد نکاح

۹۔ نکاح مرد و عورت کے ایجاب و قبول سے منعقد ہوتا ہے ۔

تشریح

نکاح کا انعقاد ایجاب و قبول پر منحصر ہے ۔[۱۷] ایجاب نکاح کی پیشکش کرنے والے کلام اول کو کہتے ہیں اور اس کو منظور کرنے والے کلام کو قبول کہتے ہیں ۔[۱۸]

نکاح کی بنیادی اور اہم ترین شرط یہ ہے کہ ایک فریق کی طرف سے ایجاب اور دوسرے کی طرف سے قبول ہو ۔

الکافی میں لکھا ہے کہ ایجاب و قبول نکاح کے ستون ہیں ۔ پہلا قول خواہ کسی فریق کی جانب سے ہو ایجاب کہلائے گا اور اس کا جواب دوسرے فریق کی جانب سے قبول ۔[۱۹]

معاہدۂ نکاح میں عموماً ایجاب عورت کی جانب سے ہوتا ہے

---

(۱۷) قدوری ' قرآن محل کراچی ' کتاب النکاح ' صفحہ ۱۴۷ ۔
کنزالد قائق ' مطبع مجتبائی ' دہلی ' کتاب النکاح ' صفحہ ۹۷ ۔
شرح وقایہ (اردو ترجمہ) ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور ' جلد دوم ' صفحہ ۳۶۳ ۔
الاحکام الشرعیہ فی الاحوال الشخصیہ ' مصر ' دفعہ ۵ ۔
قانون الاحوال الشخصیہ ' شام ' دفعہ ۵ ۔
(۱۸) عنایہ بحوالہ فتاوی عالمگیری عربی جلد ثانی ' صفحہ ۱ ۔
(۱۹) الکافی بحوالہ فتاوی عالمگیری (عربی) ' جلد ثانی ' صفحہ ۱ ۔

marfat.com

اور قبول مرد کی جانب سے۔

بعض صورتوں میں ایک شخص جو دونوں طرف سے ولی یا وکیل ہو خود ایجاب اور قبول کر سکتا ہے۔[۲۰]

قاضی کی ضرورت

۱۰۔ انعقاد کے لئے کسی رجسٹرار، قاضی یا مولوی کی ضرورت نہیں۔

توضیح: فریقین ایک دوسرے سے خود اپنا نکاح کر سکتے ہیں یہ امر لازم نہ ہوگا کہ کوئی دوسرا شخص ان کا نکاح پڑھائے۔

تشریح

اسلام میں نکاح کے لیے قاضی یا پادری کی ضرورت نہیں ہے اور اس امر میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ اسلامی قانون کے بموجب نکاح قاضی یا رجسٹرار کے بغیر منعقد ہو سکتا ہے۔ اسلام میں پاپائیت کا کوئی وجود نہیں۔

ایجاب و قبول زبانی یا تحریری

۱۰/ا۔ ایجاب و قبول زبانی یا تحریری دونوں طرح جائز ہے۔

توضیح: اگر فریقین اصالتاً یا وکالتاً مجلس نکاح میں موجود ہوں تو زبانی ایجاب و قبول لازم ہوگا الّا یہ کہ کسی معذوری کے سبب ایسا کرنا ممکن نہ ہو۔

تشریح

اگر کوئی فریق اصالتاً یا وکالتاً مجلس نکاح میں موجود نہ ہو بلکہ اس کی طرف سے ایجاب مستند تحریر کی شکل میں موجود ہو اور وہ ایجاب بموجودگی گواہان مجلس نکاح میں پڑھا جائے اور فریق ثانی اس کے جواب میں اپنی منظوری ظاہر کر دے تو نکاح

---

(۲۰) بدائع الصنائع، الکاسانی، مصر، جلد دوم، صفحات ۲۳۲-۲۳۳۔

marfat.com

منعقد ہو جائے گا ۔[۲۱] چنانچہ اگر عورت کے پاس قاصد بھیجا یا اس کو ایجاب کا خط لکھا اور عورت مذکورہ نے ایسے دو گواہوں کے سامنے جنھوں نے قاصد کے کلام کو یا خط کی عبارت کو سنا ، قبول کیا تو نکاح منعقد ہوجائے گا کیوں کہ مجلس من حیث المعنی متحد ہے ۔[۲۲]

اسی طرح اگر عورت نے گواہوں سے کہا کہ فلاں مرد نے مجھے خط لکھا ہے ۔ اس میں یہ مضمون ہے کہ وہ مجھ سے نکاح کرتا ہے پس تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے اپنے نفس کو اس کے نکاح میں دیا تو نکاح صحیح ہوگا کیوں کہ گواہوں نے عورت کا کلام اس کے قبول کرنے سے سنا اور مرد کا کلام (ایجاب) اس طریقہ پر سنا کہ مذکورہ عورت نے اس کا کلام ان گواہوں کو سنایا ہے ۔[۲۳]

ایجاب و قبول اصالتاً یا وکالتاً

۱۲ ۔ (۱) ایجاب و قبول اصالتاً یا وکالتاً دونوں طرح جائز ہے ، بشرطیکہ وکیل عاقل و بالغ ہو ۔

(۲) اگر شخص غیر مجاز (فضولی) کسی کا نکاح کر دے یا اپنے اختیار سے تجاوز کرتے ہوئے موکل کی جانب سے نکاح کا ایجاب یا قبول کر لے تو ایسا نکاح موکل کی اجازت پر موقوف رہے گا ۔ اگر اس نے اجازت دے دی تو نافذ ہو جائے گا ورنہ کالعدم قرار پائے گا ۔

---

(۲۱) قانون الاحوال الشخصیہ ، شام ، دفعہ ۷ ۔
(۲۲) بدائع الصنائع ، الکاسانی ، جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ ۔
فتاوی عالمگیری (عربی) مطبع مجیدی کانپور ، جلد ثانی کتاب النکاح صفحہ ۲ ۔
(۲۳) ذخیرہ بحوالہ فتاوی عالمگیری (عربی) ، مطبع مجیدی کانپور ، جلد ثانی ، صفحہ ۲ ۔
رد المحتار ، مطبوعہ مصر ، جلد ۲ ، صفحہ ۲۷۲ ۔

marfat.com

تشریح

یہ مسئلہ متفقہ ہے کہ نکاح میں ایجاب و قبول وکلاء (Agents) کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔

وکیل نکاح کی اہلیت :

بیشتر کتب فقہ کی رو سے وکیل نکاح کے لیے ضروری ہے کہ وہ عاقل ہو لیکن بلوغ شرط نہیں ۔ چنانچہ صبي عاقل (ایسا لڑکا جو بھلے برے اور نفع و نقصان کی تمیز رکھتا ہو) وکیل نکاح بن سکتا ہے ۔ اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ جو معاہدات ایسے ہیں جن میں معاہدے کے حقوق کی نسبت وکیل اپنی ذات کی طرف کر سکتا ہے ، وہاں یہ حقوق وکیل کی طرف راجع ہوں گے جیسے بیع و شراء ، اجارہ و صلح ۔ لیکن جن عقود کی نسبت وکیل اپنی ذات کی طرف نہیں کر سکتا بلکہ ان کی نسبت موکّل ہی کی طرف کرنا لازم ہے وہاں معاہدہ کے تحت حقوق موکّل کی طرف راجع ہوں گے اور وکیل اس صورت میں محض سفیر و معبّر متصور ہوگا ، جیسے نکاح ، طلاق و خلع وغیرہ ۔[۲۴]

حنفیہ اور شافعیہ میں اختلاف :

حنفیہ کے نزدیک ایسے نا بالغ لڑکے کو جو عاقل ہو اچھے و برے ، نفع و نقصان کی تمیز و سمجھ رکھتا ہو وکیل نکاح بنانا جائز ہے ۔[۲۵] ان کے نزدیک وکالت میں بلوغ و حریت کی

(۲۴) بدائع الصنائع ' الکاسانی ' مطبوعہ مصر ' جلد ۶ ' کتاب الوکالت ' صفحہ ۳۴ ۔

(۲۵) در مختار برحاشیہ رد المحتار ' مصر جلد ۴ ' صفحہ ۴۱۷ ۔
مجمع الانہر ' مصر ' جلد ۲ کتاب الوکالت ' صفحہ ۲۳۲ ۔
فتح المعین ' مصر ' جلد ۳ ' صفحات ۹۵-۹۴ ۔
فتاوی عالمگیری (عربی) مطبوعہ کان پور ' جلد ۳ کتاب الوکالت ' صفحہ ۲۵۴ ۔

marfat.com

شرط نہیں ۔ صرف عاقل ہونا شرط ہے ۔ البتہ امام شافعی کے نزدیک صبي کی وکالت درست نہیں کیوں کہ وہ غیر مکلّف ہے ۔[۲۶]

کلکتہ ہائی کورٹ نے ایک مقدمہ عرفان الدین بنام بدّن شیخ میں یہ قرار دیا کہ یہ امر کہ وہ وکیل جس نے لڑکی کی جانب سے بحیثیت وکیل عمل کیا نابالغ تھا نکاح کے جواز کو متأثر نہیں کرتا کیوں کہ زیر دفعہ ۱۸۴ قانون معاہدہ ۱۸۷۲ع ایک نابالغ ، اصل شخص (Principal) اور شخص ثالث کے درمیان بحیثیت کارندہ عمل کرسکتا ہے ۔[۲۷]

تجزیہ :

وکیل ، کارندہ یا ایجنٹ کا جو عام مفہوم ہمارے معاشرے میں لیا جاتا ہے اور جو ذمہ داریاں اس سے منسوب کی جاتی ہیں ان کے پیش نظر عقد کی بات چیت طے کرنے کی حد تک اس کی حیثیت معبّر اور سفیر کی ہوسکتی ہے ۔ لیکن جب وہ اس امر کا مجاز ہو کہ اپنے موکل یا موکلہ کا نکاح خود ایجاب یا قبول کرکے کسی عورت یا مرد کے ساتھ کر دے تو اس کی حیثیت محض ایک معبر اور سفیر کی نہیں رہتی بلکہ ایک کارندۂ مجاز کی ہو جاتی ہے ، جس کا قول یا عمل قابل نفاد اور اس کے موکل کے لیے قابل پابندی ہوتا ہے ۔ ایسی صورت میں کارندہ کے لیے لازم ہونا چاہیے کہ وہ عاقل و بالغ ہو ، کیوں کہ زمانہ کے عام معیار کے مطابق ایک عاقل و بالغ شخص ہی سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے موکل یا موکلہ کے حقوق کی

---

(۲۶) بدائع الصنائع ، الکاسانی ، مطبوعہ مصر ، جلد ٦ ، کتاب الوکالت ، صفحہ ۲۰ ۔

(۲۷) ۵۱ انڈین کیسیز صفحہ ۵۸۳ ۔

marfat.com

نگہداشت کا اہل ثابت ہوگا۔ اس سے قطع نظر، ایک نابالغ، جب خود معاہدہ کرنے کا اہل نہیں ہے تو وہ دوسروں کو اپنے کیے ہوئے معاہدہ کا کیوں کر پابند کر سکتا ہے؟۔

عقلاً بھی یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ وکیل نکاح کا بالغ ہونا ضروری قرار دیا جائے۔ اس ضمن میں ہم خود کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے متفق پاتے ہیں۔

ایجاب و قبول کے الفاظ

۱۳۔ نکاح ایجاب و قبول کے ایسے الفاظ سے منعقد ہو سکتا ہے جو اپنی تاثیر کے اعتبار سے عاقدین نکاح کو شرع کے مطابق فوری طور پر رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیں۔ مثلاً

(ا) "میں نے اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دے دی"۔

(ب) "میں نے اپنی لڑکی کو تمہاری ملک میں دے دیا"۔

(ج) "میں نے اپنی لڑکی تمہیں ھبہ کر دی"۔

توضیح: بحالت معذوری بذریعہ تحریر یا ایسے اشارہ کے ذریعہ بھی ایجاب و قبول ہو سکتا ہے جس سے فریقین ایک دوسرے کے مقصد کو غیر مبہم طور پر سمجھ لیں۔

تشریح

حنفیوں کے نزدیک نکاح مختلف کلمات مثلاً نکاح، تزویج، تملیک، ھبہ[۲۸] وغیرہ سے منعقد ہوسکتا ہے۔[۲۹] لیکن امام

(۲۸) حنفی لفظ "ھبہ" سے نکاح ہو جانے کے جواز میں "ان المراۃ المومنۃ انتی و ھبت نفسھا للنبی ---" الخ سے استدلال کرتے ہیں۔

(۲۹) "ینعقد النکاح والتزویج والتملیک والھبۃ والصدقۃ ولا ینعقد بلفظ لاجارۃ والاعارۃ والاباحۃ" (قدوری، قرآن محل کراچی، صفحہ ۱۴۷) "لاخلاف ان النکاح ینعقد بلفظ النکاح والتزویج وھل ینعقد بلفظ البیع والھبۃ والصدقۃ والتملیک قال اصحابنا رحمھم اللہ وقال الشافعی لاینعقد الا بلفظ النکاح والتزویج" (بدائع الصنائع، الکاسانی، مصر، جلد ۲ صفحہ ۲۲۹)۔

marfat.com

شافعی کے نزدیک نکاح صرف نکاح یا تزویج کے الفاظ سے منعقد ہوتا ہے ۔ اسی طرح شیعیہ مکتب فکر میں بھی ''نکاح'' یا ''تزویج'' کے الفاظ کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا ۔[۳۰] بہر کیف ایجاب و قبول کے الفاظ ایسے ہونے چاہئیں جو لفظاً و معناً اور عرفاً نکاح پر دلالت کرتے ہوں ۔[۳۱]

سبب اختلاف :

اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک نکاح کی نیت کے ساتھ ایسے واضح الفاظ کے اظہار کی بھی ضرورت ہے جن سے سوائے نکاح کے اور کوئی مفہوم نہ نکلتا ہو لیکن دوسرے فقہاء کے نزدیک نکاح کی نیت کے علاوہ ایسے خاص الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں جو صرف نکاح کے لیے مستعمل ہوں بلکہ اگر نکاح کا اظہار ایسے الفاظ سے بھی کر دیا جائے جو اپنے اصلی معنی کے علاوہ نکاح پر بھی دلالت کرتے ہوں تو یہ کافی ہو گا ۔

گونگے بہرے کا ایجاب و قبول :

اگر فریقین یا ان میں سے کوئی ایک گونگا یا بہرا ہو تو ایجاب و قبول اشارے کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے لیکن وہ اشارہ ایسا ہونا چاہیے جس سے فریقین پر یہ واضح ہو جائے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ رشتۂ زوجیت میں منسلک ہو رہے ہیں ۔[۳۲]

---

(۳۰) شرح وقایہ (اردو ترجمہ) ملک سراج الدین اینڈ سنز جلد ۲ ' صفحہ ۳۶۴ ۔
شرائع الاسلام مطبوعہ ایران ' کتاب النکاح ۔
(۳۱) قانون الاحوال الشخصیہ ' شام ' دفعہ ۶ ۔
(۳۲) فتاوی عالمگیری (عربی) جلد ثانی ' مطبع مجیدی کان پور ' صفحہ ۳ ۔
الاحکام الشرعیہ فی الاحوال الشخصیہ ' مصر ' دفعہ ۱۰ ۔

marfat.com

اگر عاقدین نکاح یا ان میں سے کوئی ایک گونگا یا بہرا ہو اور وہ مجلس نکاح میں موجود ہو اور بذریعۂ تحریر ایجاب یا قبول کرے تو اشارے کے مقابلہ میں بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

ایجاب و قبول کے صیغے

۱۴۔ ایجاب و قبول کے الفاظ میں دونوں صیغے ماضی کے ہوں گے یا ایک ماضی اور دوسرا مستقبل کا، یا ایک صیغہ امر اور دوسرا ماضی کا۔

تشریح

ایجاب و قبول کے لیے دونوں صیغے ماضی کے ہوں۔ جیسے کوئی کہے کہ میں نے اپنا یا اپنی بیٹی کا یا اپنی موکلہ کا نکاح تجھ سے کیا۔ اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا۔ نکاح ان دو لفظوں سے بھی منعقد ہو جاتا ہے جن میں سے ایک لفظ ماضی کے لیے موضوع ہو اور دوسرا مستقبل یا حال کے لیے۔ مستقبل سے مراد امر کا صیغہ ہے جیسے کوئی کہے کہ میرا نکاح اپنی ذات سے کر دے یا یوں کہے کہ تو میری بیوی ہو جا۔ اور دوسرا کہے کہ میں نے تیرا نکاح اپنی ذات سے کر دیا یا میں تیری بیوی ہو گئی۔ نکاح ان دو لفظوں سے بھی ہو سکتا ہے جن میں ایک صیغہ ماضی اور دوسرا مضارع کا ہو لیکن صیغہ مضارع سے اس وقت نکاح منعقد ہوگا جب کہ متکلم اس سے استقبال کے معنی کا ارادہ نہ کرے بلکہ حال مراد ہو، ورنہ وعدۂ نکاح ہو گا نہ کہ ایقاعِ نکاح۔ بہر حال ایجاب و قبول کے الفاظ میں ایک صیغہ ماضی کا ہونا لازمی ہے۔[۳۳] اگر نکاح کی نسبت مستقبل کی

(۳۳) قدوری، قرآن محل کراچی، صفحہ ۱۴۷۔
کنزالدقائق مطبع مجتبائی دھلی، صفحہ ۹۷۔
فتاوی عالمگیری (عربی) مطبع مجیدی کانپور جلد ثانی، کتاب النکاح، صفحہ ۳۔
(بقیہ برحاشیہ صفحہ ۱۱۰)

marfat.com

طرف ہو یا کسی غیر متحقق شرط پر معلق ہو تو نکاح منعقد نہ ہوگا۔[۴۴]

ایجاب و قبول میں تطابق

۱۵۔ ایجاب و قبول کے لیے ایک کلام کا دوسرے کلام سے مطابق ہونا ضروری ہوگا۔

تشریح

ایجاب و قبول کے لیے ضروری ہے کہ ایک کلام دوسرے سے مختلف نہ ہو۔ چنانچہ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے ایک ہزار درہم پر کیا اور مرد نے جواب دیا کہ میں نے نکاح قبول کیا لیکن مہر قبول نہیں کرتا تو نکاح باطل ہوگا یعنی سرے سے منعقد ہی نہ ہوگا۔[۴۵]

جواز نکاح

۱۶۔ نکاح کا جواز متناکحین یا ان کے اولیاء کے عاقل و بالغ ہونے اور دو بالغ و عاقل مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی اور سماعت میں برضا مندی فریقین ایک مجلس میں ایجاب و قبول پر منحصر ہے بشرطیکہ متناکحین یا ان میں سے کسی ایک کی ذات میں کوئی ایسا امر شرعی موجود نہ ہو جو مانع نکاح ہو۔

استثنا: متناکحین اگر شیعہ ہوں یا نکاح شیعہ مذہب کے مطابق پڑھایا جائے تو اس کے جواز کے لیے گواہوں کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔

(بقیہ از حاشیہ صفحہ ۱۰۹)
درالمختار و رد المحتار جلد ۲، مطبوعہ مصر، کتاب النکاح، صفحہ ۲۷۰۔
شرح وقایہ (اردو ترجمہ) جلد ۲، صفحہ ۳۶۳۔
غایۃ الاوطار مطبع نو لکشور لکھنؤ، جلد دوم صفحہ ۴۔
(۴۴) قانون الاحوال الشخصیہ، شام، دفعہ ۱۳۔
(۴۵) فتاوی عالمگیری (عربی) مطبع مجیدی کانپور، جلد ثانی، صفحہ ۲۔
الدرالمختار و رد المحتار، جلد ۲ صفحہ ۲۷۳ و ۲۷۴، مطبوعہ مصر۔

marfat.com

تشریح

فقہا نے نکاح کی شرائط کو تین انواع میں تقسیم کیا ہے :

(۱) شرائط انعقاد نکاح ۔

(۲) شرائط جواز نکاح ۔

(۳) شرائط لزوم نکاح ۔

انعقاد نکاح کی شرائط کو دو انواع میں تقسیم کیا گیا ہے :

(الف) وہ شرائط جن کا تعلق عاقدین نکاح سے ہے ۔

(ب) وہ شرائط جن کا تعلق مجلس عقد سے ہے ۔

پہلی شرط انعقاد ۔ عقل :

جن شرائط کا تعلق عاقدین نکاح سے ہے وہ عقل ، بلوغ اور رضا مندی ہیں ۔ چنانچہ نکاح کے لیے عاقل ہونے کی شرط لازمی حیثیت رکھتی ہے ۔ کیونکہ پاگل یا بے عقل لڑکا نکاح کی اہلیت نہیں رکھتا ۔ لیکن صبی عاقل کا کیا ہوا نکاح اس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا ۔[۳۶]

دوسری شرط انعقاد ۔ بلوغ :

انعقاد نکاح کی دوسری شرط بلوغ ہے ۔ کیونکہ نکاح کی قابلیت بلوغ ہی سے پیدا ہوتی ہے ۔ اگر متناکحین یا ان میں سے کوئی ایک بالغ نہ ہو تو ان کا کیا ہوا نکاح منعقد نہ ہوگا البتہ نابالغ کی طرف سے اس کا ولی ایجاب یا قبول (جیسی صورت ہو) کر سکتا ہے ۔[۳۷]

---

(۳۶) واماشروطه فمنها العقل و البلوغ و الحرية فی العاقد الا ان الاول شرط الانعقاد فلا ینعقد نکاح المجنون والصبی لا یعقل والاخرین شرط انعقاد فان نکاح الصبی العاقل یتوقف نفاذه علی اجازة ولیه۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب النکاح ، جلد ثانی ، صفحه ۱) ۔

(۳۷) ملاحظه هو باب "ولایت نکاح" کتاب هذا ۔

marfat.com

بلوغ اور حنفیہ و شافعیہ مکاتیب فکر :

شرعاً لڑکی اس وقت بالغ سمجھی جاتی ہے جب کہ اسے حیض آنا شروع ہو جائے۔ حیض آنے کی کم از کم عمر ۹ سال ہے۔ حیض نہ آنے یا بلوغ کی کوئی دوسری شہادت نہ ہونے کی صورت میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک لڑکی کی عمر بلوغ سترہ سال ہے۔ لڑکا اس وقت بالغ سمجھا جاتا ہے جب کہ اُسے احتلام ہونے لگے اس کی کم از کم عمر ۱۲ سال ہے۔ احتلام یا بلوغ کی کوئی دوسری شہادت نہ ہونے کی صورت میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک لڑکا اٹھارہ سال کی عمر میں بالغ سمجھا جائے گا لیکن امام ابویوسف اور امام محمد نے امام اعظم سے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔ ان کے نزدیک اگر لڑکا محتلم یا لڑکی حائضہ ہو جائے یا دونوں اپنی عمر کے پندرہ سال پورے کر لیں تو بالغ متصور ہوں گے امام شافعی نے بھی صاحبین کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔[۳۸]

شیعیہ مکتب فکر :

شیعیہ مکتب فکر کے نزدیک بھی لڑکے اور لڑکی دونوں کا بلوغ شرعی پندرھواں سال قمری ختم ہونے پر قیاس کر لیا جائے گا۔ الاّ یہ کہ شہادت سے یہ ثابت کر دیا جائے کہ بلوغ اس سے پہلے ہو چکا تھا۔[۳۹]

---

(۳۸) عن سیدنا عمر رضی‌الله عنه عرّض علی رسول الله صلی علیه وسلم غلام و هوابن اربع عشرة سنة فرده و عرض هوابن خمس عشرة فاجازه فقد جعل علیه السلام خمس عشرة حدالبلوغ۔ (بدائع الصنائع ' الکاسانی ' مصر ' جلد ۷ صفحه ۱۷۲)۔
هدایه (انگریزی) صفحه ۵۲۹ -

(۳۹) جامع الاحکام فی فقه‌الاسلام مطبوعه لکھنؤ ' جلد اول ' صفحه ۱۱۰ -

marfat.com

نافذالوقت قانون :

پاکستان میں از روئے دفعہ ٣ قانون بلوغ (Majority Act) مجریہ ١٨٧٥ع تقویم عیسوی کے مطابق ١٨ سال کی عمر سن بلوغ ہے اور جن نابالغوں کا ولی بحکم عدالت مقرر کیا گیا ہو یا جو کورٹ آف وارڈز کی زیر نگرانی ہوں، ٢١ سال کے اختتام پر بالغ متصور ہوتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے عائلی امور مثلاً نکاح، مہر، اور طلاق کے معاملات میں قانون مذکور کا اطلاق نہیں ہوتا۔[٣٠]

البتہ مسلم عائلی قوانین آرڈی نینس نمبر ٨، مجریہ ١٩٦١ع کے تحت امتناع ازدواج اطفال مجریہ ١٩٢٩ع میں ترمیم کے ذریعہ اطفال کی شادیوں سے پیدا ہونے والی سماجی برائیوں کے انسداد کی غرض سے متناکحین کی کم از کم عمروں کا تعین کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ از روئے قانون نافذالوقت لڑکی اور لڑکے کی قابل نکاح عمر علی الترتیب سولہ اور اٹھارہ سال قرار دی گئی ہے۔

دیگر مسلم ممالک میں عمر نکاح کا تعین :

عمر نکاح کے تعین کے سلسلہ میں دیگر مسلم ممالک میں بھی قانون سازی کی گئی ہے چنانچہ عراق کے قانون الاحوال الشخصیہ کے تحت عمر نکاح اٹھارہ سال مقرر ہے۔ قانون الاحوال الشخصیہ سوریہ اور قانون حقوق العائلۃ الاردنی کے تحت لڑکے کی عمر نکاح اٹھارہ سال اور لڑکی کی سترہ سال مقرر ہے۔ مراکش کے مدونۃ الاحوال الشخصیہ میں بھی لڑکے کی عمر نکاح اٹھارہ سال مقرر ہے مگر لڑکی کی عمر نکاح پندرہ سال مقرر ہے۔ در اصل عمر نکاح کے تعین کا مسئلہ معاشرتی حالات و کوائف پر منحصر ہوتا ہے۔

---

(٣٠) قانون بلوغ، ١٨٧٥ع، دفعہ ٢۔

marfat.com

تیسری شرط انعقاد — رضا مندی :

عاقدین نکاح سے متعلق نکاح کی تیسری شرط رضا مندی ہے۔ چنانچہ طرفین کی رضا مندی کے بغیر نکاح جائز نہ ہوگا۔[۴۱] خواہ عورت باکرہ بالغہ ہو یا ثیّبہ، رضا مندی لازمی ہے۔ احناف کے نزدیک اس کا ولی اس کو نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا۔[۴۲] چنانچہ ان کے نزدیک بالغہ عورت (باکرہ ہو یا ثیبہ) کا نکاح اس کی رضا مندی کے بغیر یا اس کی مرضی کے خلاف منعقد نہیں ہو سکتا۔ خواہ نکاح کرنے والا اس کا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن شافعیہ کے نزدیک باکرہ عورت کے نکاح میں، اگر وہ نکاح اس کے باپ اور دادا نے کیا ہو، اس کی رضا مندی شرط نہیں ہے۔[۴۳] لیکن اگر اس کے باپ یا دادا کے علاوہ کوئی اور شخص نکاح کرنے والا ہو تو اس صورت میں باکرہ عورت کا نکاح کے لیے واضح الفاظ میں اظہار رضا مندی ضروری ہے۔[۴۴]

اس امتیاز کا سبب یہ ہے کہ شافعیہ کے نزدیک صرف باپ یا

---

(۴۱) وفی الحدیث المعروف البکرتستأمر فی نفسہا و سکوتہا رضاہا فدل ان اصل الرضا منہا معتبر۔ (المبسوط، السرخسی، مصر، جلد ۵، صفحہ ۲)۔
محمد زمان بنام نعیمہ سلطان، پی ایل ڈی، ۱۹۵۲ع، پشاور، صفحہ ۴۷۔

(۴۲) رضاء المراۃ اذا کانت بالغۃ بکراً کانت اوثیبا فلا یملک الولی اجبارہا علی النکاح۔ (فتاوی قاضی خان، مطبوعہ انڈیا، صفحہ ۱۵۷)۔
ولاتجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ۔ (در المختار برحاشیہ رد المحتار، کتاب النکاح، مصر، صفحہ ۲۰۶)۔
لسان الحکام، مطبوعہ مصر، صفحہ ۱۵۳۔

(۴۳) والشافعی رحمۃاللہ تعالی لایعمل بہذا الحدیث أصلا (البکرتستأمر فی نفسہا و سکوتہا رضاہا) فانہ یقول فی حق الاب والجد لایشترط رضاہا۔ (المبسوط، السرخسی، مصر، جلد ۵ باب نکاح البکر، صفحہ ۲)۔

(۴۴) وفی تزویج غیرالاب والجد لایکتفی بسکوتہا۔ (محولہ بالا صفحہ ۳)۔
بدایۃ المجتہد، ابن رشد، مصر، جلد ۲ صفحہ ۵۔

marfat.com

دادا ہی ولی نکاح ہوسکتے ہیں۔کسی دوسرے کو ولایت نکاح حاصل نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک شافعیوں کا یہ نقطۂ نظر درست نہیں معلوم ہوتا، باکرہ بالغہ کے نکاح میں اس کی رضامندی بہر صورت شرط ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''اہلیت نکاح'' کتاب ہذا)۔

معنوی رضامندی:

رضامندی صریح یا معنوی دونوں طرح ہو سکتی ہے۔ محض باکرہ لڑکی کا مسکرا دینا، ہنس دینا، یا خاموش رہنا یا بلا آواز رونا معنوی رضامندی سمجھی جائے گی[٣٥]۔ لیکن اگر ہنسی سے تضحیک یا تمسخر ظاہر ہوتا ہو یا خاموشی سے غم و غصے کا اظہار ہوتا ہو تو وہ معنوی رضامندی نہیں کہلائے گی[٣٦]۔

معنوی رضامندی صرف اس وقت صریح اجازت یا رضامندی کی قائم مقام ہوگی جب کہ نکاح کی اجازت کا طالب ولیِ اقرب ہو۔ اگر ولی ابعد یا اجنبی باکرہ بالغہ سے اجازت حاصل کرے گا تو ثیبہّ کی طرح اس کی صریح رضامندی لازمی ہوگی[٣٧]۔

فقہاء نے معنوی رضامندی کا اصول صرف باکرہ عورتوں کے نکاح کے سلسلے میں تسلیم کیا ہے لیکن ثیبہ (یعنی بسبب طلاق یا وفات

---

(٣٥) المبسوط السرخسی، مصر، جلد ٥ باب نکاح البکر، صفحہ ٣۔
قدوری، قرآن محل کراچی، کتاب النکاح صفحہ ١٣٩، اصح المطابع کراچی صفحہ ١٦٢۔
در مختار، مصر، جلد ٢، صفحہ ٢٠٧۔
لسان الحکام، مصر، صفحہ ١٥٣۔

(٣٦) وکذلک قالوا ان ضحکت کالمستهزئـة لماسمعت لایکون رضا والضحک الذی یکون بطریق الاستهزاء معروف بین الناس (المبسوط السرخسی، مصر، جلد ٥، باب نکاح البکر، صفحہ ٣)۔

(٣٧) در مختار و رد المحتار، مصر، جلد ٢ صفحہ ٢٠٩۔
المبسوط، السرخسی، مصر، جلد ٥ صفحہ ٣۔

marfat.com

شوہر سے جدا شدہ) عورتوں کی صریحی رضامندی ضروری ہے[۴۸]۔

اگر کسی عورت کا پردۂ بکارت اچھل کود، حیض، زخم یا عمر کی زیادتی کے سبب زائل ہو جائے تو تمام حنفی ائمہ کے نزدیک نکاح کے لیے اس کی معنوی رضامندی کافی ہوگی[۴۹]۔ لیکن امام شافعی کے نزدیک وہ عورت رضامندی کے معاملے میں ثیبہ کے حکم میں داخل ہوگی۔ اس مسئلہ میں حنفی ائمہ کی رائے معاشرتی آداب کے پیش نظر صحیح معلوم ہوتی ہے۔

البتہ اگر کسی عورت کی بکارت زنا کے سبب زائل ہو جائے تو نکاح کے لیے باکرہ کی طرح معنوی رضامندی قابل اعتبار ہوگی یا نہیں؟ اس ضمن میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسی عورت باکرہ کے حکم میں داخل ہے۔ لیکن امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک ثیبہ (شوہر دیدہ) کی طرح صرف صریح رضامندی کا اعتبار کیا جائے گا[۵۰] اور یہی نقطہ نظر امام شافعی کا بھی ہے۔

وجہ اختلاف:

ائمہ کے درمیان اس فرق کی دو وجوہ ہیں ایک یہ کہ امام شافعی ثیبہ اور باکرہ کے لغوی معنی سے استدلال کرتے ہیں، جب کہ امام ابو حنیفہ ان الفاظ سے شرعی اور فقہی معنی مراد لیتے ہیں۔ اختلاف کی دوسری وجہ یہ ہے کہ امام شافعی سکوت یا

---

(۴۸) قدوری، قرآن محل کراچی، کتاب النکاح، صفحہ ۱۴۹، اصح المطابع کراچی، صفحہ ۱۰۳۔
رد المحتار، مصر، جلد ۲ صفحہ ۲۰۷۔

(۴۹) قدوری، قرآن محل، کتاب النکاح، صفحہ ۱۴۹، اصح المطابع کراچی صفحہ ۱٦۳۔
در مختار و رد المحتار، مصر، جلد ۲، صفحہ ۲۱۰۔

(۵۰) قدوری، قرآن محل کراچی، کتاب النکاح، صفحہ ۱۴۹ واصح المطابع کراچی، صفحہ ۱٦۳۔

marfat.com

معنوی رضامندی کے اصول کو باکرہ عورتوں سے بر بناء بکارت منسوب کرتے ہیں جب کہ امام ابو حنیفہ عورت کی حیاء و شرم کی بناء پر معنوی رضامندی کے اصول کا اطلاق کرتے ہیں۔

عقلاً امام ابو حنیفہ کا قول مستحسن ہے کیوں کہ کوئی عورت اپنے زنا کا اعلان نہیں کیا کرتی۔

احادیث بسلسلۂ رضامندی :

رضامندی کے سلسلے میں مندرجہ بالا احکام کا حسب ذیل احادیث سے استخراج کیا گیا ہے :

(۱) ''عن عبداللہ بن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الایم احق بنفسہا من ولیہا والبکرتستاذن فی نفسہا و اذنہا صماتہا'' [۵۱]۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایّم (یعنی غیر شادی شدہ) عورت اپنے ولی کی نسبت اپنے نفس پر زیادہ حق رکھتی ہے اور باکرہ عورت سے اس کی رضامندی معلوم کی جائے اس کے نفس کے بارے میں، اور اس کی خاموشی اس کی طرف سے اجازت اور اظہار رضامندی ہے۔

(۲) دوسری روایت میں اس حدیث کو ''الثیب احق بنفسہا من ولیہا'' اور ''لا تنکح الایم حتی تستامر'' کے الفاظ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

امام محمد نے اپنی کتاب ''موطا'' میں لکھا ہے کہ ثیبہ اور بالغہ باکرہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر مناسب نہیں۔ باکرہ کی

---

(۵۱) موطا امام مالک، صفحہ ۴۳۶۔

marfat.com

اجازت اس کی خاموشی سے اور ثیبہ کی رضامندی زبان کے ذریعہ معتبر ہے[۵۲]۔

رضامندی غیر مشروط ہونی چاہیے ورنہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ البتہ بعض صورتوں میں شرط باطل ہو جاتی ہے اور نکاح صحیح قرار پاتا ہے۔

رضامندی بالجبر:

رضامندی کا بلاجبر و اکراہ ہونا ضروری ہے چنانچہ اگر مرضی جبر یا فریب سے حاصل کی گئی ہو تو نکاح فاسد ہوگا، بجز اس کے کہ بعد میں توثیق ہو جائے[۵۳]۔

رضامندی بذریعہ غلط بیانی:

اگر کسی مرد نے خود کو باعتبار نسب ایسا شخص باور کرا کر، جو وہ حقیقتاً نہ ہو، عورت سے نکاح کی مرضی حاصل کر لی ہو اور اس کو نسب کے معاملے میں دھوکہ دیا ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا، لیکن اگر وہ مرد نسب کے اعتبار سے اس سے بہتر ہو جو اس نے ظاہر کیا ہے تو عورت کو حق فسخ حاصل نہ ہوگا[۵۴]۔

عورت کے معاملے میں صورت حال مختلف ہے چنانچہ اگر عورت خود کو مرد کا کفو ظاہر کرے جب کہ حقیقت میں وہ مرد کی کفو نہ ہو تو مرد پر نکاح لازم ہو جائے گا اور اسے اس بناء پر نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ کفاءت کے معاملے میں عورت

(۵۲) موطا، امام محمد، قرآن محل کراچی، صفحہ ۲۳۱۔
(۵۳) عبداللطیف بنام نیاز احمد (۱۹۰۹ء) ۳۱ الہ آباد، ۳۴۳۔
کلثوم بی بنام عبدالقادر (۱۹۲۱ء) ۴۵ بمبئی، ۱۵۱۔
(۵۴) المبسوط، السرخسی، مصر، جلد ۵، باب الاکفاء، صفحہ ۲۹۔

marfat.com

کا اعتبار نہیں کیا جاتا ۔ البتہ وہ طلاق دے سکتا ہے[۵۵] ۔

اگر تفریق دخول سے قبل واقع ہو تو مرد پر کوئی مہر واجب نہ ہوگا اور نہ عورت پر عدت ۔ دخول کی صورت میں مرد پر مہر مثل یا مہر مسمی(جو کم ہو) واجب ہوگا۔ نیز عورت پر عدت واجب ہوگی اور مرد پر دوران عدت عورت کا نفقہ بھی واجب ہوگا۔

حق تفریق کی بنیاد :

تفریق کے حق کی بنیاد بیع میں خیار عیب کے اصول پر رکھی گئی ہے بعد دخول مہر ادا کرنے کا حکم اس عورت کے ملک بضع کے زائل ہونے کی بناء پر دیا گیا ہے اور عدت کا حکم نسب اولاد کے قیام کے سبب ہے ۔

چوتھی شرط انعقاد ـــ اتحاد مجلس :

وہ شرائط جن کا تعلق مجلس عقد سے ہے دو ہیں ۔ ایک شرط مجلس نکاح ہے جس کو فقہی اصطلاح میں مکان عقد کہا جاتا ہے اور دوسری شرط مجلس عقد میں گواہوں کی موجودگی ہے ۔

مجلس سے مراد وہ نشست ہے جو انعقاد نکاح کی غرض سے منعقد کی جاتی ہے ۔ ایجاب و قبول کے لیے یہ امر لازمی ہے کہ دونوں (ایجاب و قبول) ایک ہی مجلس میں ہوں ۔ چنانچہ اگر ایک مجلس میں ایجاب اور دوسری میں قبول ہو تو نکاح منعقد نہ ہوگا[۵٦] ۔ حتی کہ

(۵۵) ماخوذ از المبسوط ، امام سرخسی، مصر، جلد ۵ ، باب الاکفاء ، صفحہ ۳۰ ۔ مزید ملاحظہ ہو صفحہ ۹۷ جس میں غلط بیانی کی چند مزید صورتوں کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً باکرہ ظاہر کرنا اور حقیقتاً ثیبہ ہونا یا حسین و جمیل ظاہر کرنا مگر کریہہ صورت ہونا ۔

(۵٦) ہدایہ (انگریزی) ہملٹن ، صفحہ ۲٦ ۔

marfat.com

اگر مجلس بدل جائے (مثلاً دونوں ایک مجلس میں ہوں ، ایک نے ایجاب کیا مگر دوسرا قبول کرنے سے پہلے اٹھ کھڑا ہوا یا کسی ایسے کام میں مشغول ہو گیا جو مجلس بدل جانے کا موجب ہو تو کہا جائے گا کہ مجلس بدل گئی ۔) تو اس دوسری مجلس میں قبول سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔[۵۷] صاحب بدائع الصنائع نے مجلس عقد کو انعقاد نکاح کی شرط قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ جب عاقدین نکاح مجلس میں موجود ہوں تو اتحاد مجلس کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب و قبول ایک ہی مجلس میں کیا جائے ، ورنہ نکاح منعقد نہ ہوگا[۵۸] ۔

یہاں اس سوال کا جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کا ایجاب قاصد کے ذریعہ ہونے کی صورت میں اتحاد مجلس کی شرط کس طرح پوری کی جاسکتی ہے ؟ مثال کے طور پر عورت کراچی میں ہے اور مرد لاهور میں، مرد لاهور سے عورت کو بذریعۂ خط یا قاصد مطلع کرتا ہے کہ میں تم سے نکاح کرتا ہوں ۔ اس صورت میں ایک مجلس عقد میں ایجاب اور قبول کس طرح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب عورت کے پاس وہ خط یا قاصد پہنچا اور عورت نے دو گواہوں کے سامنے یہ بیان کرنے کے بعد کہ فلاں شخص نے مجھے خط لکھا ہے یا قاصد بھیجا ہے کہ وہ مجھ سے نکاح کرتا ہے اس ایجاب نکاح کو قبول کیا تو نکاح منعقد ہوجائے گا ۔ اسی طرح مستند تحریر یا ٹیپ ریکارڈ کی ہوئی تقریر ایجاب کو مجلس عقد میں گواہوں پر ظاہر کرکے فریق ثانی کی طرف سے نکاح کا قبول ہو سکتا ہے بشرطے کہ قبول کے وقت ایجاب بھی گواہوں کی موجودگی میں بیان کردیا گیا ہو، کیونکہ قبول کے وقت ایجاب کے

---

(۵۷) فتاوی عالمگیری، (عربی) ، مطبع مجیدی، کان پور، جلد ثانی ، صفحہ ۲ - رد المحتار، مصر ، جلد ۲ ، صفحہ ۲۷۳ -

(۵۸) بدائع الصنائع، الکاسانی ، مصر ، کتاب النکاح، جلد ۲ ، صفحہ ۲۳۲ -

marfat.com

اظہار سے مجلس عقد متحّد خیال کی جائے گی۔

موجودہ دور میں رسل و رسائل کی ترقی اور آسانی کے پیش نظر فون پر بھی نکاح کا ایجاب و قبول ہو سکتا ہے بشرطے کہ ایجاب اور قبول کو دونوں گواہان بھی بیک وقت سن سکیں اور آواز پہچانتے ہوں۔

گواہوں کی موجودگی و سماعت :

مجلس عقد کی دوسری شرط ایجاب و قبول کے وقت گواہوں کی موجودگی اور ایجاب و قبول کی سماعت ہے۔ اس کے تین جزو ہیں :

(۱) موجودگی گواہان جواز نکاح کی شرط کے طور پر۔

(۲) تعداد گواہان۔

(۳) اہلیت گواہان بوقت ایجاب و قبول۔

گواہوں کی موجودگی :

ایجاب و قبول کے وقت گواہوں کی موجودگی جواز نکاح کی شرط کی حیثیت سے ماسوائے مالکیہ عام علماء کے نزدیک مسلم ہے۔ فقہاء نے اس کو نکاح کے جواز اور انعقاد کی شرط کہا ہے۔ چنانچہ برہان الدین علی ابن ابی ابکرالمرغینانی (متوفی ۵۸۳ ھجری) نے اپنی مستند کتاب ''ھدایہ'' کی ''کتاب النکاح'' میں شہادت کو نکاح کے جواز کی ایک شرط کہا ہے[۵۹] اسی طرح قاضی‌خان نے بھی ''کتاب النکاح'' کی فصل ''شرائط النکاح'' میں گواہوں کی موجودگی کو نکاح کی شرط جواز قرار دیا ہے[٦۰]۔ الکاسانی نے بھی اپنی کتاب بدائع

(۵۹) " ان الشھادۃ شرط فی باب النکاح " (ھدایہ عربی جلد دوم کتاب النکاح صفحہ ۵ -

(٦۰) " فصل فی شرائط النکاح ٬ منہا الشھادۃ عندنا " (فتاوی قاضی خان ٬ مطبوعہ ھند صفحہ ۱۵۵) -

marfat.com

الصنائع میں گواھوں کی موجودگی کو انعقاد نکاح کی شرط قرار دیتے ھوئے لکھا ھے کہ ''نکاح پاگلوں اور بچوں کی موجودگی میں منعقد نہیں ھوتا . . . چونکہ شہادت ارکان عقد کی شرائط میں سے ھے اور عقد کے رکن ایجاب و قبول ھیں اور قبول کے بغیر عقد کے ایک رکن کا وجود نہیں ھوتا۔ پس جس طرح بغیر قبول کے حقیقتاً عقد کا ایک رکن موجود نہیں ھوتا اسی طرح شرعاً بغیر شہادت کے اس رکن کا کوئی وجود نہیں ھوتا[61]۔

شہادت نکاح کی حیثیت :

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ امر واضح ھو جاتا ھے کہ فقہاء کے نزدیک گواھوں کی موجودگی انعقاد نکاح کے رکن (ایجاب و قبول) کی ایک شرط ھے۔ ان کی رائے میں نکاح میں گواھوں کی موجودگی اور سماعت عام معاھدات کے برعکس بصورت انکار تصدیق کے لیے نہیں بلکہ بجائے خود معاھدۂ نکاح کے جواز کے لیے ھے چنانچہ حنفیہ، شافعیہ اور حنفیہ مکاتیب فکر کے نزدیک نکاح کے وقت گواھوں کی موجودگی اور سماعت لازمی ھے[62]۔ بالفاظ دیگر، ان کے نزدیک ایجاب و قبول کے وقت گواھوں کی موجودگی اور سماعت معاھدۂ نکاح کا ایک جزو ھے نہ کہ محض شہادت کا کوئی قاعدہ۔

---

(٦١) "فلاینعقدالنکاح بحضرة المجانین و الصبیان - - - لان الشہادة من رکن العقد و رکنه و ھو الایجاب والقبول و لاوجود للرکن بدون القبول فکما لا وجود للرکن بدون القبول حقیقة لاوجود له شرعا بدون الشہادة" (بدائع، الکاسانی، مصر، جلد دوم، صفحه ۲۵۳) -

(٦٢) "ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاھدین حرین بالغین عاقلین مسلمین اورجل اوامرأتین" (قدوری قرآن محل، کراچی، صفحه ۱۴۷ و اصح المطابع کراچی صفحه ۱٦۱ -
کنز الدقایق مطبع مجتبائی، دھلی صفحه ۹۷ -

marfat.com

امام مالک کا نقطۂ نظر :

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایجاب و قبول کے وقت گواہوں کی موجودگی جواز نکاح کی شرط نہیں ہے صرف نکاح کا اعلان شرط ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک اگر نکاح گواہوں کی غیر موجودگی میں ہوا ہو مگر اس کا اعلان یا شہرت ہو گئی ہو تو ایسا نکاح جائز ہوگا۔ امام مالک اپنے قول کی بنیاد دو حدیثوں پر رکھتے ہیں، ایک یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ نکاح کرنے سے منع فرمایا۔[۶۳] اور دوسرے یہ کہ آپ نے فرمایا، نکاح کا اعلان کرو خواہ دف کے ذریعے ہو۔[۶۴]

امام مالک نے پہلی حدیث سے یہ نتیجہ نکلا کہ چونکہ سرکار دو عالم نے خفیہ نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے اس لیے بالفاظ دیگر آپ نے اعلان نکاح کا حکم دیا ہے۔ ان کا یہ استدلال منطق کے اس اصول پر قایم ہے کہ جس فعل کو منع کیا جاتا ہے اس میں اس کی ضد کے کرنے کا حکم پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس بناء پر امام مالک نے نکاح کے جواز کے لئے اعلان کو ضروری شرط قرار دیا ہے۔ اور نکاح کے وقت دف بجانے کو بطور ذریعہ اعلان کے اختیار کیا ہے۔

دراصل امام مالک کے جواز نکاح کے لیے اعلان کو شرط قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ نکاح کو اعلان کے ذریعہ زنا سے ممیز کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ زنا خفیہ ہوتا ہے اس لیے ان

(۶۳) " انه نہی عن نکاح السّر " (بدائع الصنائع، الکاسانی، مصر جلد دوم صفحہ ۲۵۲-۵۳)

(۶۴) " اعلنو النکاح ولو بالدف " (بدائع الصنائع، الکاسانی، مصر جلد دوم صفحات ۲۵۲-۵۳)۔

marfat.com

کے نزدیک نکاح کا اعلان ایک وجوب کی حیثیت رکھتا ہے ۔ اس لیے امام مالک کے نزدیک اگر کسی نکاح میں ایجاب و قبول کے وقت گواہ موجود ہوں مگر ان کو نکاح خفیہ رکھنے کی ہدایت کی جائے تو ایسا نکاح جائز نہ ہوگا ۔

حنفی مسلک :

حنفی فقہاء اپنے دعوے کے ثبوت میں بالخصوص دو حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں ۔ پہلی حدیث ''لا نکاح الا بشہود'' ہے کہ بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا اور دوسری حدیث ''الزانیۃ التی تنکح نفسہا بغیر بینۃ'' ہے یعنی ایسی عورت جو بغیر گواہوں کے نکاح کرے زانیہ ہے ۔ چنانچہ ان کے نزدیک اگر شہادت نکاح شرط نہ ہوتی تو وہ عورت اس کے بغیر زانیہ سے تعبیر نہ کی جاتی ۔

یہ صحیح ہے کہ شہادت نکاح زنا کی تہمت کو رفع کرنے کی غرض سے ہے لیکن گواہوں کی موجودگی کے ذریعہ نکاح کے اعلان اور اظہار کا مقصد پورا ہو جاتا ہے ۔ رسول مقبول کی مذکورہ بالا حدیث '' اعلنو النکاح '' کی صحیح تعبیر بھی یہی ہے ، کیونکہ جب نکاح کے وقت گواہ موجود رہیں گے تو وہ خفیہ نہ رہے گا ۔ لہذا اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جا سکتا کہ ''ایک نکاح جو دو گواہوں کے سامنے ہوا ہو مگر اس کا اعلان عام نہ ہوا ہو یا شہرت نہ ہوئی ہو تو وہ نا جائز ہو جائے گا'' ۔[۶۵]

جہاں تک دف بجا کر نکاح کرنے کے اعلان کا تعلق ہے اس کی حیثیت محض ایک آلہ یا ذریعہ کی ہے ۔ بجائے خود اعلان

---

(۶۵) شہزاد بیگم بنام عبدالحمید پی ایل ڈی ، ۱۹۵۰ع ، لاہور ، ۵۴ ۔

marfat.com

نکاح کا کوئی مقررہ طریقہ نہیں ہے البتہ فقہاء نے دف بجانے کو مستحب کہا ہے۔

تجزیہ :

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام ائمہ اس پر متفق ہیں کہ شہادت نکاح کے لیے شرط ہے لیکن اختلاف اس بارے میں ہے کہ یہ شرط تکمیل نکاح کے لیے ہے یا صحت نکاح کے لیے۔ کیونکہ تکمیل نکاح کی شرط ہونے کی صورت میں نکاح تو ہو جائے گا مگر فاسد رہے گا تاآنکہ دخول سے قبل گواہی کی شرط پوری نہ کر دی جائے لیکن صحت نکاح کی شرط ہونے کی صورت میں نکاح اس وقت تک منعقد ہی نہ ہوگا جب تک کہ ایجاب و قبول کے وقت گواہ موجود نہ ہوں۔

بناء اختلاف :

اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ آیا نکاح میں شہادت کا وجوب شرعاً ہے یا محض اس لیے ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک کے انکار کی صورت میں شہادت موجود ہو۔ جن فقہا کے نزدیک شہادت نکاح ایک شرعی حکم ہے ان کے نزدیک صحت نکاح کے لیے شہادت کا ایجاب و قبول کے وقت ہونا ضروری ہے اور جن فقہاء کے نزدیک یہ اس لیے ضروری ہے کہ فریقین میں سے کوئی فریق عقد نکاح سے انکار نہ کر سکے، وہ اسے تکمیل کی حد تک ضروری قرار دیتے ہیں جو ایجاب و قبول کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔

مصر و شام میں جو شرعی قانون رائج ہے اس کے تحت

marfat.com

شہادت کو صحت نکاح کی شرط قرار دیا گیا ہے ۔[٦٦] اور یہی نقطۂ نظر صحت پر مبنی نظر آتا ہے ۔

تعداد گواہان :

قرآن کریم میں جو آیت مداینہ یا معاملات کے لین دین میں گواہی کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے اس میں ضمناً گواہوں کی تعداد بھی بیان ہو گئی ہے ۔ چنانچہ فقہاء آیہ کریمہ ''یا ایھا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمًّی فاکتبوہ . . . . واستشھدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشھداء ان تضلَّ احد اھما فتذکر احد اھما الاخری'' ۔[٦٧] (یعنی اے ایمان والو! جب کسی مقررہ مدت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو . . . . پھر اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرالو اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے ۔) پر مدار رکھتے ہوئے عام حکم قرآنی کی پیروی میں معاہدہ نکاح کے لیے بھی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کو کافی قرار دیتے ہیں ۔ البتہ امام شافعی کے نزدیک دونوں گواہوں کا مرد ہونا ضروری ہے ۔[٦٨] لیکن اجماع پہلی صورت پر ہے ۔

---

(٦٦) '' یشترط فی صحۃ عقدالزواج حضور شاھدین رجلین او رجل وامرأتین مسلمین عاقلین بالغین سامعین الایجاب و القبول فاھمین المقصود بھما'' (المادہ ۱۲ شرح قانون الاحوال الشخصیہ ' مولفہ مصطفی السّباعی ' دمشق ۱۹۵۸ع صفحہ ٦۱) ۔
مادہ ۷ احکام الشر عیہ فی الاحوال الشخصیہ ' مصر ۔

(٦٧) سورہ بقرہ ' آیت ۲۸۲ ۔

(٦٨) شرح وقایہ (اردو ترجمہ) مطبوعہ لاہور صفحہ ۳٦۴ ۔

marfat.com

بہر کیف ایجاب و قبول کے وقت دو عاقل و بالغ مسلمان مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی اور طرفین کے ایجاب و قبول کی سماعت ضروری ہے صرف ایک گواہ کی موجودگی میں نکاح منعقد نہیں ہوتا۔[69] یہ امر لازم ہے کہ دونوں گواہ ایجاب و قبول کے وقت موجود رہیں اور اپنے کانوں سے ایجاب و قبول سنیں۔ اگر گواہوں نے صرف ایک کا کلام سنا یا ایک گواہ نے ایک کا کلام سنا اور دوسرے نے دوسرے کا تو نکاح منقعد نہ ہوگا۔[70]

امام سرخسی اپنی شہرہ آفاق کتاب المبسوط جلد ۵ باب ''النکاح بلا شہود'' صفحہ ۳۵ پر امام محمد کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کہ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کر لیا یا ایک شخص کی گواہی پر نکاح کر لیا اور اس کے بعد گواہی کی تکمیل کی تو نکاح جائز نہ ہوگا کیونکہ شہادت کی شرط نکاح کے وقت ہے اور ایجاب و قبول کے وقت شہادت نہیں پائی گئی۔ اور جو شہادت عقد فاسد پر قائم کی گئی وہ عقد فاسد کا اقرار ہے، عقد فاسد کا اقرار عقد صحیح نہیں ہوتا اور اس پر شہادت لانا نکاح فاسد کو نکاح صحیح میں تبدیل نہیں کر سکتا۔[71]

---

(۶۹) فتاوی عالمگیری (عربی) مطبع مجیدی کان پور، جلد ثانی، کتاب النکاح، صفحہ ۱۔
رد المحتار، کتاب النکاح، صفحہ ۲۸۰۔
ھدایہ (عربی) مطبوعہ ھند، کتاب النکاح

(۷۰) البدائع الصنائع الکاسانی، مصر، جلد ۲ صفحہ ۲۵۵۔
رد المحتار، مصر، کتاب النکاح، صفحہ ۲۸۰۔

(۷۱) ولو تزوج امرأة بغیر شھود أو بشاھد واحد ثم أشھد بعد ذالک لم یجز النکاح لان الشرط ھو الا شھاد علی العقد ولم یوجد وانما وجد الا شھاد علی

marfat.com

لیکن ایسا نکاح جو گواہوں کی موجودگی میں یا ایک گواہ کی موجودگی میں ہوا ہو، فاسد قرار پائے گا (نکاحاً فاسداً ہی المنکوحة بغیر شهود ردالمحتار، مصر، جلد ۲ صفحہ ۶۲۳) ۔

اہلیت گواہان :

گواہوں کے سلسلے کی دوسری کڑی بوقت نکاح ان کی اہلیت ہے ۔ چنانچہ یہ مسئلہ متفقہ ہے کہ گواہوں کا آزاد، عاقل، بالغ اور مسلمان ہونا ضروری ہے ۔[۴۲] البتہ اگر مرد مسلمان اور عورت غیر مسلمہ ہو تو شیخین (امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالی) کے نزدیک نکاح غیر مسلم گواہوں کے روبرو ہو سکتا ہے ۔ البتہ امام محمد و امام شافعی و امام احمد بن جنبل کے نزدیک غیرمسلموں کی گواہی میں نکاح کسی بھی صورت میں جائز نہیں ۔[۴۳]

اگرگواہ فاسق یا اندھے ہوں تو حنفیوں کے نزدیک ان کی گواہی درست ہوگی مگر امام شافعی کے نزدیک ایسی گواہی نادرست ہوگی کیونکہ عدالت گواہی کی شرط ہے ۔ اسی طرح ان کے نزدیک گواہ کا بینا ہونا بھی شرط عدل ہے ۔[۴۴]

الاقرار بالعقد الفاسد والا قرار بالعقد الفاسد ليس بعقد و بالاشهاد عليه لاينقلب الفاسد صحيحاً ۔ (المبسوط السرخسی، مصر جلد ۵ صفحه ۳۵) ۔

(۴۲) وشرط فی الشاهد اربعة امور الحرية و العقل و البلوغ و الاسلام ۔ ولا بحضرة الكفار فی نكاح المسلمين (بحرالرائق مصر، جلد ۳ صفحه ۹۵) ۔

(۴۳) سراج الوهاج بحواله فتاوی عالمگیری (عربی) مطبع مجیدی کان پور جلد ثانی صفحه ۱ ۔

قدوری، قرآن محل، کراچی صفحه ۱۴۷ واصح المطابع کراچی صفحه ۱۶۱ ۔

وقال محمد لا يجوز و به قال زفر والشافعی و احمد لاشهادة الكافر على المسلم ۔ ۔ ۔ وصح تزوج مسلم ذمية عند ذميين ۔ حاشيه بر كنز الدقايق، طبع مجتبائی، دهلی صفحه ۹۷ ۔

(۴۴) شرح وقايه (اردو ترجمه) لاهور، صفحه ۳۶۴ ۔

کنزالدقائق مطبع مجتبائی دهلی، صفحه ۹۷ ۔

marfat.com

وجه اختلاف :

حنفیه اور شافعیه میں اس اختلاف کی وجه یه هے که احناف شہادت کو موقع و محل کے اعتبار سے دو قسموں میں تقسیم کرتے هیں ۔ ایک حمل شہادت[۷۵] اور دوسری ادائے شہادت[۷٦]۔ چنانچه انعقاد نکاح کے لیے امام ابوحنیفه کے نزدیک فاسق گواہ بھی کافی هیں کیونکه اس وقت مقصود صرف سماعت هے البته ادائے شہادت کے وقت ان کی گواهی مقبول نہیں هے ۔ اس کی وجه یه هے که فی نفسهه ایک فاسق شخص میں بھی حمل شہادت کی اهلیت موجود هے گو ایک عارضی وصف عدالت نه هونے کی وجه سے بوقت اداء مردود الشهادة هے ۔ اس بناء پر ان کی شہادت بوقت نکاح درست هوگی اور ان کی موجودگی میں نکاح هو جائے گا ۔

تجویز

اس وقت پاکستان میں جو قانون شہادت رائج هے اس کے تحت مسلمانوں کے معاملات سے متعلق گواهوں کی اهلیت کے بارے میں اسلامی قانون شہادت کا بالکل لحاظ نہیں رکھا گیا ۔ اسی طرح نکاح کے انعقاد یا بصورت انکار اس کے اثبات کے لیے بھی کوئی مخصوص التزام یا رعایت ملحوظ نہیں رکھی گئی ۔

---

(۷۵) " حمل شہادت " سے بوقت نکاح مجلس میں موجودگی اور سماعت مراد هے ۔

(۷٦) " ادائے شہادت " سے مراد یه هے که اگر فریقین نکاح (یعنی مرد یا عورت) میں کوئی ایک نکاح کے وجود کو تسلیم نه کرتا هو اور اس وقت نکاح کے اثبات کے لیے گواهی دی جائے تو اسے اصطلاحاً ادائے شہادت کہتے هیں ۔ (تفصیل کے لیے ملاحظه هو فتح القدیر ' کتاب النکاح مصر' جلد ۲ صفحه ۳۵۳) ۔

marfat.com

نکاح کی شہادت، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، دو حصوں میں منقسم ہے ایک انعقاد نکاح کے لیے اور دوسری اثبات کے لیے - جہاں تک انعقاد کے لیے شہادت کے احکام کا تعلق ہے وہ در اصل اسلامی قانون نکاح کا ایک جزو ہیں اور (Substantive Law) کی تعریف میں آتے ہیں البتہ نکاح کے انکار کی صورت میں اثبات کے لیے کتب فقہ میں شہادت کے جو احکام پائے جاتے ہیں ان کو احکام ضابطہ (Rules of Procedure) کہا جا سکتا ہے -

رائج الوقت قانون شہادت کے تحت اس صراحت کی غیر موجودگی میں کہ ''مسلمانوں کا نکاح غیر مسلموں کی گواہی سے منعقد نہیں ہو سکتا'' - مسلمانوں کا نکاح غیرمسلم گواہوں کی موجودگی میں منعقد ہوسکتا ہے - اور ادائے شہادت کے وقت بھی ان کی گواہی مقبول ہوگی - یہ صورت نص قرآن سے متصادم ہے - '' اذاتداینتم '' والی آیت میں ''رجالکم'' کا لفظ گواہوں کے لیے مسلمان ہونے کو شرط قرار دیتا ہے ، اس لیے منجملہ دیگر معاملات کے ، بالخصوص مسلمانوں کے نکاح کے انعقاد کی شہادت کے سلسلے میں اسلامی قانون شہادت کی پیروی ضروری ہے - اور موجودہ قانون شہادت اور عائلی قوانین میں ضروری ترمیم کی جانی چاہیے -

موانع شرعی :

نکاح کے شرعی موانع چار قسم کے ہیں :

(۱) نسبی (۲) رضاعی (۳) ازدواجی (۴) سببی -

marfat.com

(۱) نسبی موانع وہ ہیں جو قرابت نسب یعنی خون کے رشتے سے پیدا ہوتے ہیں ۔ چنانچہ ماؤں، بیٹیوں، بہنوں، پھوپیوں، خالاؤں، بھتیجیوں سے خواہ وہ کتنے ہی بالائی یا زیرین درجہ کی ہوں نکاح بوجہ قرابت نسب ممنوع ہے ۔

(۲) رضاعی موانع وہ ہیں جو بچے کے کسی اجنبی عورت کا دودھ پی لینے کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں چنانچہ رضاعی ماؤں اور رضاعی بہنوں سے نکاح بوجہ رضاعت ممنوع ہے ۔

(۳) ازدواجی موانع وہ ہیں جو ازدواج کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں چنانچہ مدخولہ بیوی کی بیٹی، بیوی کی ماں، بیٹے، پوتے، نواسے کی بیوی سے نکاح کی ممانعت ہے ۔

(۴) سببی موانع وہ ہیں جو مختلف اسباب کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں مثلاً ایسی عورت سے نکاح جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہو یا جس کی عدت نہ گزری ہو یا چار بیویوں کی موجودگی میں پانچواں نکاح یا ایسی حاملہ سے نکاح جس کا حمل ثابت النسب ہو، اس وقت تک کے لیے ممنوع ہے۔" جب تک سبب امتناع دور نہ ہو جائے ۔

نکاح کی رجسٹری

۱۷ - (۱) عائلی قانون کے بموجب عمل میں لایا ہوا ہر نکاح درج رجسٹر کیا جائے گا ۔

(۲) اس غرض کے لیے صوبائی حکومتیں مختلف علاقوں میں مناسب اشخاص کو بحیثیت نکاح رجسٹرار مقرر کریں گی ۔

(۳) ہر ایسے نکاح کی اطلاع جس کو نکاح رجسٹرار نے سرانجام نہ دیا ہو درج رجسٹر کرنے کے لیے وہ شخص جس نے نکاح

---

(۷۷) مجمع الانہر، صفحہ ۳۲۲ ۔
رد المحتار، مصر، جلد ۲، صفحہ ۲۸۳ ۔

marfat.com

سرانجام دیا ہو نکاح رجسٹرار کو بھیجنے کا پابند ہوگا۔

(۴) نکاح کی رجسٹری انعقاد نکاح کی صرف ایک بادی النظری شہادت ہوگی۔

(۵) نکاح رجسٹر نہ کرانے کی صورت میں خاطی کو ایک ماہ قید سادہ یا پانچ سو روپے تک جرمانہ کی سزا دی جا سکتی ہے۔

تشریح

نکاح کی رجسٹری کا حکم قرآن یا حدیث سے ثابت نہیں مگر کوئی ایسی حدیث بھی موجود نہیں ہے جس سے نکاح کی رجسٹری کی ممانعت کی گئی ہو بلکہ فقہائے حنفی کے نزدیک کتابت نکاح مستحب ہے۔ (ملاحظہ ہو، فتح القدیر، ابن ہمام، کتاب النکاح)۔

لیکن نکاح کا حسب ضابطہ رجسٹر ہونا یا نہ ہونا جواز نکاح پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اگر کسی کے نکاح کی رجسٹری نہ ہوئی ہو مگر نکاح کے دوسرے مطلوبہ ارکان پورے کیے گئے ہوں تو نکاح کے جواز پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ رجسٹری نکاح کی حیثیت محض اضافی ہے، بجائے خود نکاح کی کسی شرط کا حکم نہیں رکھتی۔

نکاح کی رجسٹری کو لازمی قرار دینے کا منشاء ان دقتوں اور دشواریوں کو دور کرنا ہے جو نکاح سے انکار کی صورت میں ثبوت نکاح کے سلسلے میں پیش آتی ہیں۔ چنانچہ انتظامی مصالح کے پیش نظر رجسٹرار کا تقرر اور شرعی مصالح کے حصول کے لیے رجسٹری کے حکم میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔

پاکستان میں آرڈی نینس نمبر ۸ بابت ۱۹۶۱ع کی دفعہ ۵ کے تحت نکاح کی رجسٹری لازمی قرار دے دی گئی ہے اور بصورت

marfat.com

خلاف ورزی تین ماہ قید سادہ یا ایک ہزار روپے تک جرمانہ عائد کیا جا سکتا ہے -

بعض علماء کے نزدیک نکاح کی رجسٹری نہ کرانے کو قابل تعزیر جرم قرار دینا درست نہیں ہے - لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حکومت کا نکاح کی رجسٹری کو لازمی قرار دینا مصالح معاشرہ کے موافق ہے تو اولی الامر یا قانون ساز ادارہ کو کیوں نہ یہ اختیار حاصل ہو کہ ایک مباح یا مستحب فعل کو واجب قرار دے کر اس کی خلاف ورزی کو قابل تعزیر بنا دے ' ورنہ اس کی پابندی کون کرے گا ؟ اور اس طرح مقصد قانون ہی فوت ہو جائے گا - چنانچہ جن مسلم ممالک میں نکاح کی رجسٹری کو لازمی قرار دیا جاچکا ہے وہاں بھی اس امر کو شدت کے ساتھ محسوس کیا جا رہا ہے کہ لوگ اس کی تعمیل نہیں کرتے - چنانچہ ان ممالک کی مقننہ کو اس ضرورت کا احساس دلایا جا رہا ہے کہ اس کو قابل سزا جرم قرار دیا جائے (ملاحظہ ہو شرح قانون الاحوال الشخصیہ ' شام ' مؤلفہ مصطفی السباعی) -

تجویز

اس حقیقت کے مدّنظر کہ اس ملک کے عوام صدہا برس سے بلا رجسٹری نکاح کے عادی ہیں ' سزا میں تخفیف اور نرمی برتنی چاہیے - بریں بناء مناسب ہوگا اگر تین ماہ قید کے بجائے ایک ماہ اور ایک ہزار روپے جرمانہ کے بجائے پانچ سو روپے تک جرمانہ کی سزا رکھی جائے ، نیز بلا رجسٹری ، نکاح کی قانونی نوعیت کو واضح کر دیا جائے ، جو بہت سی غلط فہمیوں کو دور کرنے کا باعث ہوگا -

marfat.com

تعدّد ازدواج

۱۸۔ (۱) کوئی شخص ایک زوجہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے بجز عائلی عدالت کی ماقبل تحریری اجازت کے دوسرا نکاح کرنے کا مجاز نہ ہو گا۔

(۲) عائلی عدالت صرف اس صورت میں اجازت دے گی جب کہ اسے اس امر کا اطمینان ہو گیا ہو کہ ـــ

(ا) وہ شخص حسب ضرورت مالی استطاعت رکھتا ہے۔

(ب) ایک زوجہ کی موجودگی میں دوسری عورت سے نکاح میں شرعی مصلحت مضمر ہے، اور

(ج) اس امر کے باور کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں کہ وہ دوسرے نکاح کی اجازت دیے جانے کی صورت میں بیویوں میں عدل نہ کرے گا۔

(۳) دوسرے نکاح کی اجازت کے لیے موجودہ زوجہ کی منظوری حاصل کرنا ضروری نہ ہوگا۔

(۴) اگر کوئی شخص بلا اجازت دوسرا نکاح کر لے تو ایسا نکاح جائز ہوگا مگر ما قبل اجازت نہ لینے کے جرم میں اس کو ایک سال تک قید سادہ اور پانچ ہزار روپے تک جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔

تشریح

اللہ تعالی قرآن پاک میں فرماتا ہے:

”وان خفتم الّا تقسطوا فی الیتمیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلٰث و ربٰع فان خفتم الّا تعدلوا فواحدةً او ما ملکت ایمانکم ذالک ادنی الا تعولوا“[۸۷]۔ یعنی اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے معاملہ میں انصاف نہ کر

---

۸۷) سورۃ النساء آیت ۳

marfat.com

سکوگے تو (انہیں اپنے نکاح میں نہ لاؤ) اور جو عورتیں تمھیں پسند آئیں ان سے نکاح کر لو ، دو دو ، تین تین اور چار چار ، لیکن اگر تمھیں اندیشہ ھو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ھی زوجہ پر اکتفا کرو یا جو کنیز تمھاری ملکیت میں ھو (اسی پر اکتفا کرو) ۔ بے انصافی سے بچنے کے لئے ایسا کرنا زیادہ قرین صواب ھے ۔

حکم قرآنی مشروط ھے :

مذکورہ بالا آیت مسلمان مردوں کے بیک وقت چار عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھنے کی اجازت پر دلالت کرتی ھے ، لیکن اس اجازت کے ساتھ ھی مرد کو اس کی اخلاقی ذمہ داری کا احساس دلا کر اس اجازت کو ''قدرت عدل'' پر مشروط کر دیا گیا ھے ۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیت کا جزو ''فان خفتم الاّ تعدلوا فواحدۃ'' یعنی اگر تم ان عورتوں کے درمیان عدل و مساوات قایم نہ کر سکو تو پھر ایک ھی عورت پر اکتفا کرو ، اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان کرتا ھے کہ بیک وقت ایک عورت سے زائد عورتوں کو نکاح میں رکھنے کی صرف اسی وقت اجازت ھے جب کہ ان کے درمیان عدل قایم رکھا جا سکے ۔ چنانچہ قرآن پاک چار عورتوں تک کو بیک وقت نکاح میں رکھنے کی قانوناً اجازت دینے کے ساتھ ھی عام انسانی سطح پر ان عورتوں کے درمیان عدل و مساوات کا بھی طالب ھے ۔

عدل کا معیار :

یہاں سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ بیویوں کے درمیان جس عدل کے قایم کرنے پر قرآن پاک زور دیتا ھے وہ کیا ھے؟ کتب فقہ میں عدل کی دو قسمیں بیان کی گئی ھیں :-

marfat.com

۱- وہ عدل جس پر انسان قادر نہ ہو ' اور
۲- وہ عدل جس پر انسان قادر ہو -

جس ''عدل'' پر انسان قادر نہیں ، ظاہر ہے کہ ' قرآن بھی اس کا مطالبہ نہیں کرتا - اللہ تعالی نے ''لا یکلّف اللہ نفساً الّا وسعہا'' کہہ کر انسانی قوت و صلاحیت کو عدل کا معیار قراد دے دیا ، کیونکہ جن باتوں پر انسان کا اختیار ہی نہ ہو اس سے کسی فریضہ کا تعلق نہیں ہو سکتا - البتہ جس عدل پر انسان قادر ہے اس کا مطالبہ قرآن ضرور کرتا ہے - دیکھنا یہ ہے کہ کیا ایک عام پاکستانی مسلمان ایک سے زائد عورتوں کے نکاح میں ہونے کی صورت میں ان بیویوں کے درمیان بالعموم عدل و مساوات قایم رکھتا ہے یا نہیں ؟ شاید ہی کوئی ہوش مند اور باخبر شخص اس حقیقت کا منکر ہو کہ اس کا جواب ''نفی'' میں ہے -

ایک سوال :

لہذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی معاشرہ میں مسلمانوں کی عام اخلاقی حالت گری ہوئی ہو ، خدا کا خوف اور حقوق العباد کا تصور ذہنوں سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا ہو اور حکومت یہ دیکھ رہی ہو کہ شریعت کی اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا ہے - ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں پہلی بیوی سے مجرمانہ غفلت برتی جاتی ہے اور شوہر کی مرکز توجہ اس کی نئی نویلی دلہن قرار پاتی ہے - زندگی کے عام معاملات میں بھی بیویوں کے درمیان عدل و مساوات قایم کرنے کا تصور دماغ سے یکسر محو ہو گیا ہے - پہلی (موجودہ) بیوی کی اولاد بھی اپنے باپ کے لطف و کرم سے محروم ہو جاتی ہے اور گونا گوں معاشی اور سماجی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں ' جس کا نتیجہ ، بعض

marfat.com

اوقات، ایک خاندان کی اندوہناک تباہی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ اگر صورت حال یہ ہو تو احتیاطی تدابیر کو روبہ کار لاتے ہوئے حکومت وقت کو ایک سے زائد عورتوں کو نکاح میں رکھنے کے اختیار پر کوئی پابندی عائد کرنے کا اختیار حاصل ہے یا نہیں ؟

قانون سازی کا حق :

یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ معاشرہ کو برائیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے حکومت کو مناسب قانون سازی کا حق حاصل ہے بشرطے کہ وہ قانون سازی اسلام کے بنیادی اصولوں سے متصادم نہ ہو۔

ایک سے زائد بیویاں نکاح میں رکھنے کے حق پر پابندی اور اجازت کا مشروط کر دینا مذکورہ بالا اصول کے مطابق ہے۔

چند رائیں :

مصر کے ایک متبحّر عالم سید محمد رشید رضا نے ازدواج کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب تعدد ازدواج میں مضرتوں اور مفاسد کی کثرت ہو تو ایک سے زائد بیویوں کو نکاح میں رکھنے سے منع کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ جب یہ امر ثابت ہو جائے کہ عوام الناس ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں ان کے درمیان عدل نہیں کرتے تو اولی الامر کو تعدّد ازدواج پر پابندی لگانے کا اختیار ہے۔ اس کی بنیاد اس اصول پر قایم ہے کہ امام کے لیے یہ امر جائز ہے کہ وہ ایک مباح فعل کے کرنے سے باز رکھے جس سے فساد پیدا ہوتا ہو، کیونکہ مصلحت کا حصول فساد کو باقی رکھنے سے بہتر ہے۔ نیز یہ کہ زمانے کے تغیر سے حکم میں تغیر ہو سکتا ہے بشرطے کہ وہ حکم شرعاً فرضیت کے درجے کا نہ ہو۔

marfat.com

مصر کے ایک اور مشہور عالم مفتی محمد عبدہ تفسیر المنار (جلد ۴ صفحات ۳۴۹-۳۵۰) میں تعدد ازدواج کے موضوع پر لکھتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں تعدد ازدواج میں بڑے فوائد تھے - جن میں سب سے اہم فائدہ یہ تھا کہ اس کے ذریعہ سے نسبی اور سسرالی تعلقات کے قیام کی وجہ سے عصبیت کو تقویت حاصل ہوتی تھی - اور اس زمانہ میں اس سے وہ نقصانات پیش نہیں آتے تھے جو آج پیش آ رہے ہیں کیونکہ اس زمانہ میں عورتوں اور مردوں دونوں کے دلوں میں دینی شعور کافی مستحکم ہوتا تھا - چنانچہ سوکن کا ضرر سوکن تک ہی محدود رہتا تھا لیکن آج صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ ہر سوکن کا ضرر اس کی اولاد ، ماں باپ اور تمام رشتہ داروں تک متعدی ہو جاتا ہے - چنانچہ سوکنیں ان کے درمیان بغض و عداوت کی آگ بھڑکاتی رہتی ہیں - وہ اپنی اولاد کو اپنے باپوں سے بغاوت کرنے پر بھڑکاتی ہیں - اپنے شوہروں کو پہلی بیوی کی اولاد کے حقوق مارنے پر اکساتی ہیں اور شوہر اپنی حماقت سے اپنی محبوب ترین بیوی کے اشارۂ ابرو پر رقص کرتا رہتا ہے اور اس طرح اس کا فساد پورے خاندان میں سرایت کر جاتا ہے - اگر عورتوں کی دینی اعتبار سے صحیح تربیت کی جائے جس کی وجہ سے ان کے دلوں میں دین کا غلبہ و اقتدار قایم ہو جائے اور وہ ان معاملات میں دین کے فیصلوں پر سر جھکا دیں تب البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تعدد ازدواج سے قوم و ملت کو نقصان نہیں پہنچ سکتا ، بلکہ یہ ایک دینی اور قومی ضرورت ہوگی جو زیادہ تر عورتوں ہی پر منحصر ہے لیکن موجودہ حالات میں اس تعدد ازدواج کی عمومیت کے ساتھ ساتھ قوم اور ملت کی صحیح بنیادوں پر تربیت کرنا اور اسے نشوونما اور ارتقاء سے ہم کنار

marfat.com

کر دینا قطعاً ناممکن ہے ۔ دین کا نزول لوگوں کی مصلحت اور بھلائی کے لیے ہوا ہے دین کے اصول میں یہ بات بھی داخل ہے کہ ضرر کو روکا جائے اور ان کاموں کو بند کیا جائے جن سے ایک دوسرے کو ضرر پہنچایا جا سکتا ہے ۔ اگر کسی خاص زمانہ میں کسی بات پر فساد مرتب ہونے لگے جو پہلے زمانوں میں مرتب نہیں ہوتا تھا تو اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس قاعدہ کی بناء پر کہ مفاسد کو دور کرنا مصالح کو حاصل کرنے سے مقدّم ہے فیصلہ اور حکم کو بدل دینا اور حالات حاضرہ کے مطابق اس فیصلہ کی تطبیق کرنا واجب ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ جب عدل نہ کیے جا سکنے یا اسی قسم کا کوئی اور اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں تعدّد ازدواج حرام ہے ۔

جماعت اسلامی کے امیر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ترجمان القرآن بابت محرم ۱۳۵۶ھ میں اپنے مضمون ''نکاح کتابیہ'' کے ضمن میں لکھا ہے کہ '' شریعت کی تمام رخصتوں کے معاملہ میں ، جن سے ناجائز فائدہ اٹھائے جانے کا اندیشہ پایا جاتا ہو ، مسلمانوں کے اولی الامر کو امتناعی احکام جاری کرنے کا حق ہے اور اس قسم کے امتناعی احکام جائز کو ناجائز اور حلال کو حرام کیے بغیر نافذ کیے جا سکتے ہیں ۔''

دیگر مسلم ممالک میں :

آج کل شام[۷۹]، عراق[۸۰] اور مراکش[۸۱] کے قانون کے تحت ایک

---

(۷۹) شرح قانون الاحوال الشخصیه ' سوریه ' مصطفی السباعی ' دمشق ۔
(۸۰) لا یجوز الزوج باکثرمن واحدة الا باذن القاضی و یشترط لا عطاءالاذن تحقق الشرطین التالیین :
(الف) أن تکون للزوج کفایة مالیة لا عالة اکثرمن زوجة واحدة ۔
(ب) ان تکون هذا بمصلحة مشروعة (قانون الاحوال الشخصیه ' عراق)
(۸۱) اذا خیف عدم العدل بین الزوجات لم یجز التعد (مدونة الاحوال الشخصیة ' مراکش) ۔

marfat.com

سے زائد نکاحوں پر پابندی عائد ہے اور ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری عورت سے نکاح صرف قاضی کی اجازت پر موتوف ہے۔ شام میں اجازت مرد کی مالی استطاعت پر موقوف ہے ۔ لیکن عراق میں اجازت دو شرطوں کی تکمیل پر دی جاتی ہے ایک یہ کہ شوہر اتنی مالی استطاعت رکھتا ہو کہ وہ ایک سے زیادہ بیویوں کا خرچ اٹھا سکے اور دوسرے یہ کہ اس نکاح میں شرعی مصلحت پائی جائے ۔ قاضی کی اجازت کے بغیر (پہلی زوجہ کی موجودگی میں) دوسرا نکاح کرنے پر قید یا ۱۰۰ دینار جرمانہ کی سزا مقرر ہے ۔

البتہ تیونس[۸۲] کے قانون کے تحت تعدّد ازدواج قطعاً ممنوع ہے خلاف ورزی کی صورت میں ایک سال قید اوردو لاکھ چالیس ہزار فرانک (ساڑھے سات ہزار روپے پاکستانی) جرمانہ یا دونوں میں کوئی ایک سزا دی جا سکتی ہے ۔ نیز مراکش کے قانون کے تحت بھی تعدّد ازدواج کو اس صورت میں منع کیا گیا ہے جب کہ عدم عدل کا خوف ہو ۔

مراکش اور عراق کے قانون کے تحت عدم عدل کے خوف کی بناء پر قاضی کو اس امر کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ نکاح ثانی کی اجازت دینے سے انکار کر دے۔

پاکستان میں :

پاکستان میں از روئے عائلی قوانین آرڈی نینس نمبر ۸ مجریہ ۱۹۶۱ع تعدّد ازدواج پر پابندی عائد کرتے ہوئے ایک عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری عورت سے نکاح کے لیے

---

(۸۲) تعدد الزوجات ممنوع و التزوج باکثر من واحدة یستوجب عقاباً بالسجن مدة عام و بخطیة قدرها . . . ۲۴ اوباحدی العقوبتین فقط (مجلة الاحوال الشخصیة تیونس)

marfat.com

کچھ شرائط مقرر کی گئی ہیں۔ دفعہ کا متن حسب ذیل ہے :

٦- (۱) کوئی بھی شخص ، ایک نکاح کے قیام کی موجودگی میں ، ثالثی کونسل کی ماقبل تحریری اجازت کے بغیر ، دوسرا نکاح نہ کر سکے گا اور نہ ہی وہ نکاح جو ایسی اجازت کے بغیر منعقد ہوا ہو ، آرڈی نینس ہذا کے تحت درج رجسٹر کیا جائے گا۔

(۲) درخواست برائے اجازت زیر ذیلی دفعہ (۱) مقررہ فارم پر چیرمین کو مقررہ فیس کے ساتھ دی جائے گی جس میں مجوزہ نکاح کی وجوہ قلم بند ہوں گی اور یہ بھی تحریر ہوگا کہ موجودہ بیوی یا بیویوں سے اجازت لے لی گئی ہے یا نہیں۔

(۳) زیر دفعہ ذیلی (۲) درخواست موصول ہونے پر چیرمین درخواست دھندہ اور اس کی بیوی یا بیویوں میں سے ہر ایک کو اپنا ایک نمایندہ مقرر کرنے کا حکم دے گا۔ اور اس طرح تشکیل شدہ ثالثی کونسل ، اگر اس پر مطمئن ہو کہ مجوزہ نکاح ضروری اور درست ہے تو وہ ایسی شرائط کے تحت، اگر کوئی ہوں، جن کو موزوں خیال کیا گیا ہو مطلوبہ اجازت عطا کر سکتی ہے۔

(۴) درخواست کا تصفیہ کرنے کے معاملہ میں ثالثی کونسل فیصلہ کی وجوہ قلم بند کرے گی اور کوئی بھی فریق مقرر کردہ طریقہ کے مطابق مقررہ میعاد کے اندر مقررہ فیس کی ادائی پر درخواست برائے نگرانی ، مغربی پاکستان کی صورت میں متعلقہ کلکٹر کو اور مشرقی پاکستان کی صورت میں سب ڈویژنل آفیسر کو، پیش کر سکتا ہے اور اس کا فیصلہ قطعی ہوگا، جس کو کسی بھی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔

(۵) ہر وہ شخص جو ثالثی کونسل کی اجازت کے بغیر کوئی نکاح کرے گا ، اس پر لازم ہوگا کہ :

marfat.com

(الف) مہر کی کل رقم ادا کرے، جو موجودہ بیوی یا بیویوں کا واجب ادا ہو، خواہ مہر معجل ہو یا موجّل اور اگر وہ مہر ادا نہ کیا جائے گا تو بطریق مالیۂ اراضی قابل وصول ہوگا۔

(ب) استغاثہ دائر کیے جانے کی صورت میں مجرم قرار دیے جانے پر قید سادہ کا مستوجب ہوگا جو ایک سال تک ہو سکتی ہے اور یا جرمانہ عائد کیا جائے گا جو پانچ ہزار روپے تک ہو سکتا ہے یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

مذکورہ بالا دفعہ کے تحت مغربی و مشرق پاکستان کی صوبائی حکومتوں نے جو قواعد وضع کیے ہیں اس کے تحت ان اسباب کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن کی بناء پر ثالثی کونسل تعدّد ازدواج کی اجازت دے سکتی ہے، وہ اسباب حسب ذیل ہیں:

(۱) بانجھ پن۔
(۲) جسمانی کمزوری۔
(۳) تعلقات زنا شوئی کی برقراری کے لیے جسمانی ناموزونیت۔
(۴) اعادۂ حقوق زوجیت کی ڈگری سے بالقصد گریز۔
(۵) موجودہ زوجہ کا پاگل پن۔

مذکور بالا قواعد کے تحت جو اسباب بیان کیے گئے ہیں وہ محض بطور تمثیل ہیں۔ در حقیقت زوجۂ اول کی حیات میں دوسرے نکاح کی اجازت شرعی مصالح کی تابع ہونی چاہیے۔ شرعی مصلحت کیا ہے؟ اس کا لحاظ ہر معاملے کے حالات و واقعات پر موقوف ہوگا۔

marfat.com

تجویز

پاکستان کے نافذ الوقت قانون میں ایک بیوی کی موجودگی میں دوسرے نکاح کی اجازت کے حصول کے لیے موجودہ زوجہ کی مرضی غیر منطقی اور غیر حقیقی ہے اس کو حذف کر دینا چاہیے۔ نیز دوسری شادی کے سلسلے میں ثالثی کونسل کا تقرر بھی غیر ضروری ہے۔ کیونکہ موجودہ بیوی کو فریق کی حیثیت حاصل نہیں۔ دراصل یہ معاملہ عائلی عدالت کے روبرو پیش کیا جانا چاہیے جو شرعی مصالح کے پیش نظر سرسری سماعت کے بعد اجازت دینے کی مجاز ہو، جیسا کہ قانون ھذا کی مذکورہ بالا دفعہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

marfat.com

چوتھا باب

صحیح، فاسد اور باطل نکاح

تمہید :

کتب فقہ میں جو نکاح، صحیح نکاح کی مخالف صورت میں ہو اس کو نکاح فاسد یا نکاح باطل کہا گیا ہے۔ بد نصیبی سے فقہی کتابوں میں فاسد اور باطل کے الفاظ کا استعمال غیر محتاط طور پر کیا گیا ہے جس کی وجہ سے نکاح کے فاسد ہونے کا مسئلہ کافی الجھ گیا ہے۔ کیوں کہ نکاح کی جن صورتوں کو فاسد کہا گیا ہے بعض جگہ ان کو باطل بھی کہا گیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس مسئلہ کا دقّت نظر سے جائزہ لیا جائے۔

فقہاء نے نکاح فاسد کی مثال میں جو صورتیں پیش کی ہیں ان میں بعض صورتوں کو باطل بھی کہا ہے البتہ بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن کے لیے صرف باطل ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ کتب فقہ میں نکاح فاسد کی حسب ذیل صورتیں تصریح کے ساتھ بیان کی گئی ہیں :

(۱) بغیر گواہوں کے نکاح۔

(۲) ایک عقد میں دو بہنوں سے نکاح۔

(۳) یکے بعد دیگرے دو بہنوں سے نکاح جس میں پہلا نکاح معلوم ہو تو دوسرا نکاح۔

(۴) محرمات سے نکاح، خواہ محرمات نسبی ہوں یا ازدواجی یا رضاعی۔

marfat.com

(۵) کسی مسلمان کا کسی کافرہ (غیر کتابیہ) سے نکاح -
(٦) کسی کافر ذمی یا حربی کا کسی مسلمہ سے نکاح -
(۷) کسی عورت کا مرد پر جبر کرکے مرد کی رضامندی کے بغیر نکاح -
(۸) معتدۂ غیر سے نکاح -
(۹) لاعلمی میں منکوحۂ غیر سے نکاح -
(۱۰) علم رکھتے ہوئے منکوحۂ غیر سے نکاح -
(۱۱) چار بیویوں کی موجودگی میں پانچویں عورت سے نکاح -
(۱۲) اپنی زوجہ کی عدت میں اس کی ہمشیرہ سے نکاح -
(۱۳) مطلّقہ ثلاث سے نکاح -
(۱۴) دیگر محرمات بالنسب یا بالرضاع کو جمع کرکے نکاح - یعنی ایسی دو قرابت دار عورتوں کا ایک مرد کے نکاح جمع ہونا جن میں سے اگر ایک کو مرد فرض کر لیں تو ان کا نکاح باہم جائز نہ ہو -

نکاح فاسد کی یہ صورتیں ردالمحتار و درالمختار جلد ۲ باب المہر صفحہ ۳۵۹ ، فتح المعین شرح الشرح کنزالدقائق جلد ۲ باب المہر صفحہ ٦۰ ، فتح القدیر جلد ۳ ، مصر باب العدت صفحہ ۲۷۹ ، مجمع الانہر ، مصر جلد ۱ باب المہر صفحہ ۳۵۵ اور بحرالرائق ، مصر جلد ۳ صفحہ ۱۱۱ میں بیان کی گئی ہیں -

مذکورہ بالا نکاحوں میں حسب ذیل نکاحوں کے لیے باطل کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے :

(۱) یکے بعد دیگرے دو بہنوں سے نکاح کی صورت میں اگر یہ معلوم ہو کہ دوسرا نکاح کون سا ہے تو نکاح ثانی کے لیے باطل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے - (ردالمحتار و

marfat.com

درالمختار جلد ۲ صفحات ۳۹۳ - ۳۹۲ ، مجمع الانہر جلد ۱ صفحہ ۳۲۹ ، بحرالرائق جلد ۳ صفحہ ۱۰۳ ، فتح القدیر ، جلد ۲ صفحہ ۳۶۲ ، فتح المعین جلد ۲ صفحہ ۱۴) -

(۲) محرمات سے نکاح خواہ موبدّہ (دائمی) ہو یا موقتہ (عارضی) - (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۲۷۹) -

(۳) کافر کا کسی مسلمہ سے نکاح (ردالمحتار و درالمختار جلد ۲ باب ثبوت النسب صفحہ ۶۵۰ و جلد ۲ باب المہر صفحہ ۳۵۹) -

(۴) باوجود علم کے منکوحۂ غیر سے نکاح (فتح القدیر جلد ۳ باب العدت صفحہ ۲۷۹ ، درالمختار بر حاشیہ ردالمحتار جلد ۲ باب العدت صفحہ ۶۳۱ ، فتح المعین جلد ۲ باب العدت صفحہ ۲۱۶ ، بحرالرائق جلد ۴ باب العدت صفحہ ۱۵۱) -

(۵) بیک وقت ایک عقد میں دو بہنوں سے نکاح کی صورت میں دونوں نکاح (ردالمحتار ، مصر ، جلد ۲ صفحہ ۲۹۴ ، مجمع الانہر ، مصر ، جلد ۱ صفحہ ۳۲۵ ، فتح المعین مصر ، جلد ۲ صفحہ ۱۴) -

بعض کتب فقہ میں نکاح کی حسب ذیل صورتوں کے لیے صرف باطل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے :

(۱) محرمات سے نکاح -

(۲) کافر کا مسلمہ سے نکاح -

(۳) باوجود علم منکوحۂ غیر سے نکاح - اور

(۴) عورت کی جانب سے مرد پر جبر کرکے نکاح -

marfat.com

نکاح فاسد اور باطل کا فرق :

دیکھنا یہ ہے کہ جس طرح فاسد اور باطل کے الفاظ ایک دوسرے سے مختلف معنی رکھتے ہیں کیا مذکورہ بالا صورتوں میں ان دونوں الفاظ کے استعمال سے ان کے احکام یعنی اثرات و نتائج میں بھی اسی طرح فرق ہے ؟

جہاں تک نکاح فاسد اور نکاح باطل کی تعریف کا تعلق ہے ان میں بین فرق کیا گیا ہے ۔ نکاح فاسد وہ نکاح ہے جس میں نکاح صحیح کی شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو ، جب کہ نکاح باطل وہ ہے جو فی نفسہ کالعدم ہو یعنی جس کا وجود اور عدم برابر ہو ۔ اسی طرح ان ہر دو کے احکام یعنی اثرات و نتائج میں بھی فرق ہے ۔ نکاح فاسد میں جب کہ ہم بستری ہو گئی ہو مرد کے ذمہ عورت کا مہر (مسمی یا مہر مثل جو کم ہو) واجب ہوجاتا ہے نیز طلاق یا وفات کی صورت میں عورت پر عدت واجب ہوتی ہے اور ان سے جو اولاد ہوتی ہے وہ جائز ہوتی ہے اس کے برخلاف نکاح باطل میں نہ مہر واجب ہوتا ہے نہ عدت اور نہ ہی اولاد ثابت النسب قرار پاتی ہے ۔

شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ بیوع میں شرعاً فاسد اور باطل کا فرق معتبر ہے (اس لیے کہ ان کا تعلق اموال سے ہے اور اموال شرعاً محترم نہیں) نکاح میں اور فاسد اور باطل میں کوئی فرق نہیں (اس لیے کہ نکاح کا تعلق بضع سے ہے اور بضع شرعاً محترم ہے) لہذا ہر فاسد نکاح ، جو مخصوص محرمات کے ساتھ کیا گیا ہو ، باطل ہے ۔

نتیجۂ فکر :

چنانچہ مسئلہ کا دقت نظر سے جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جو نکاح نصوص قطعیہ صریحہ کے خلاف ہوں وہ

marfat.com

باطل ہیں اور مذکورہ بالا تمام صورتوں میں نکاح باطل ہے ۔ البتہ بعض دیگر صورتوں میں (جن کا ذکر آگے آئے گا) صحبت کے بعد نکاح فاسد کے احکام مرتب ہوتے ہیں ۔ در اصل ان صورتوں میں بھی نکاح فاسد کے جو احکام مرتب ہوتے ہیں وہ نکاح کے احکام نہیں ہیں بلکہ وطی (جماع) کے احکام ہیں جو فقہاء نے صرف اس لیے مرتب کیے ہیں کہ یہ جماع صورتاً نکاح کے مشابہ ہونے کی وجہ سے زنا نہیں رہا اور شبہ فی المحل ، شبہ فی الفعل یا شبہ فی العقد کی وجہ سے حد زنا ساقط ہو گئی ۔ اسی بناء پر فاسد نکاح میں وجوب مہر ، وجوب عدت اور ثبوت نسب کے باوجود بالاتفاق تمام ائمہ اور فقہاء کے نزدیک ان صورتوں میں فساد ظاہر ہو جانے پر مرد کے لیے وطی کرنا حرام ہے اور عورت کو اپنے نفس پر قدرت دینا بھی حرام ہے ۔ نیز عدالت پر واجب ہے کہ مرد و عورت کے درمیان تفریق کرا دی جائے کیوں کہ ان صورتوں میں عورت کا شرعاً محلّ نکاح ہونا نہیں پایا گیا ۔ بالفاظ دیگر جس محلّ (عورت) پر وطی کا فعل خالص زنا کے درجے میں ہو جس کے حرام ہونے میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہ ہو ، وہ نکاح باطل ہے ۔ بصورت دیگر وطی بالشّبہ کے احکام مرتب ہوں گے جس کو اصطلاحاً نکاح فاسد کہا جاتا ہے ۔

تجویز

جن صورتوں میں وطی حرام ہے ان میں فعل کے حرام ہونے کی بناء پر حکومت کو تعزیر دینے کا حق حاصل ہے ۔ جمہور فقہا کے نزدیک فعل حرام کے ارتکاب پر تعزیر دینی چاہیے ۔ ضرورت ہے کہ ان افعال کو

marfat.com

جن کا تفصیلی ذکر اس باب میں کیا گیا ہے حکومت
قابل تعزیر قرار دے کر تعزیرات پاکستان میں شامل
کرے ۔

نکاح صحیح

۱۹۔ وہ نکاح جو شرع کے عین مطابق ہو اور جملہ ارکان اور شرائط کی پابندی کے ساتھ بلا کسی شرعی مانع کے منعقد ہوا ہو، نکاح صحیح کہلائے گا ۔

نکاح صحیح کے اثرات

۲۰۔ نکاح صحیح سے زوجین کو حسب ذیل حقوق حاصل ہوں گے :

(۱) دائمی رشتہ زوجیت و حقوق حبس زوجہ (بیوی کو پابند بنانے کا حق) (الّا یہ کہ طلاق واقع ہو جائے یا کسی امر شرعی کی بناء پر تفریق واقع ہو یا کوئی فریق مر جائے) ۔

(۲) حق مقاربت جنسی ۔

(۳) حرمت مصاہرت ۔

(۴) تولید نسل و ثبوت (قیام) نسب اولاد ۔

(۵) حق مہر زوجہ ۔

(۶) حق نفقۂ زوجہ ، راحت و آسایش بقدر استطاعت ۔

(۷) حق وراثت اولاد مابین زوجین ، اور

(۸) دیگر استمتاع جس کی شرع نے اجازت دی ہو ۔

تشریح

زوجین کے حقوق و فرائض کے سلسلے میں خداوند تعالیٰ اور شارع علیہ السلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو واضح اصول اور ہدایات دی ہیں ۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے :

marfat.com

''ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف''[1]

یعنی مردوں پر عورتوں کا بھی ایسا ھی حق ھے جیسا کہ ان پر مردوں کا حق ھے موافق دستور کے۔

حقوق کو موافق دستور کہہ کر ان میں بڑی گنجائش اور وسعت پیدا کر دی گئی ھے۔ نیز الرجالُ قوّامون علی النساء کے ذریعہ عورتوں پر مرد کی برتری اور فضیلت کے اصول کو بیان کرکے زوجہ پر شوھر کی متابعت (بجز چند استثنائی صورتوں کے) واجب قرار دی گئی ھے۔ جس کی تفصیل قرآن و حدیث میں اور کتب فقہ میں موجود ھے۔[2]

نکاح فاسد

۲۱- نکاح فاسد وہ نکاح ھے جس میں نکاح صحیح کی کوئی شرط مفقود ھو۔

تشریح

بیلی[3] اور امیر علی[4] کے خیال میں اگر نکاح کے موانع شرعی یا اسباب التحریم (Causes of Prohibition) عارضی نوعیت کے ھیں یعنی کسی بھی وقت دور ھو سکتے ھیں تو نکاح فاسد ھوگا اور اگر موانع شرعی دائمی ھیں تو نکاح فی نفسہ باطل اور حرام ھے۔

لیکن قرآن و سنت میں اس قسم کی کوئی تفریق نہیں کی گئی چنانچہ اگر نکاح کے وقت متناکحین یا ان میں سے کسی ایک کی ذات

(۱) پارہ ۲ سورہ نساء۔
(۲) فتاویٰ قاضی خاں' مطبوعہ ھند ' کتاب النکاح' باب حقوق الزوجیۃ ' صفحہ ۲۰۳ میں کچھ حقوق مندرج ھیں۔ اور فتاویٰ عالمگیری (عربی) مطبوعہ ھند ' کتاب النکاح کے آخر صفحہ ۱۴ میں بھی کچھ حقوق مذکور ھیں۔
(۳) ڈائجسٹ آف محمڈن لا ' صفحہ ۱۵۲ -
(۴) محمڈن لا ' جلد دوم پانچواں ایڈیشن ' صفحہ ۲۸۰ -

marfat.com

پر نکاح کرنے کے سلسلے میں کوئی امر مانع شرعی (خواہ وہ عارضی ہی کیوں نہ ہو) موجود ہو تو اس عارضی امتناع کے ختم ہونے کا محض امکان نکاح کے وقت کے اثر قانونی کو تبدیل نہیں کر سکتا ۔ اور اس امتناع کے باوجود اگر نکاح کیا جائے گا تو وہ باطل ہوگا ، البتہ اگر مرد نے عورت سے لا علمی میں وطی کر لی ہو تو وطی بالشبہ کی بناء پر مہر واجب ہوگا اور دونوں میں تفریق کرا دی جائے گی ۔ اس صورت میں عورت پر استقرار حمل کے احتمال کی بناء پر عدت واجب ہوگی اور اگر اولاد ہوگی تو ثابت النسب ہوگی ۔

شیعہ مکتب فکر میں فاسد اور باطل نکاح میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ ان کے نزدیک یا تو نکاح جائز ہوگا یا ناجائز ۔

نکاح فاسد کے اثرات

۲۴۔ (الف) اگر دخول نہ ہوا ہو تو نکاح فاسد نکاح باطل کے حکم میں ہوگا اور نتیجتاً طرفین کو ایک دوسرے پر کوئی حق حاصل نہ ہوگا ۔

(ب) دخول کی صورت میں نکاح فاسد کے حسب ذیل اثرات و نتائج مرتب ہوں گے :

(۱) مہر مسمی یا مہر مثل دونوں میں جو کم ہو ۔

(۲) اثبات نسب اولاد ۔

(۳) حرمت مصاہرت ۔

(۴) نفقۂ اولاد ۔

(۵) زوجہ کا نفقہ تاوقتیکہ فساد نکاح کا علم نہ ہو ۔

(۶) وراثت اولاد ۔

(۷) عدت بصورت تفریق یا وفات شوہر ۔

(۸) عدم توارث بین الزوجین ۔

(ج) نکاح فاسد کی صورت میں فساد ظاہر ہو جانے پر

marfat.com

تفریق واجب ہوگی ۔ اگر زوجین خود تفریق اختیار نہ کریں تو حاکم عدالت پر واجب ہوگا کہ ان میں تفریق کرا دے ، نیز وہ انہیں سزا دینے کا بھی مجاز ہوگا ۔

تشریح

مہر :

نکاح فاسد کی صورت میں اگر مرد نے عورت کے ساتھ دخول نہ کیا ہو اور تفریق ہو جائے تو مرد پر عورت کا کچھ مہر واجب نہ ہوگا اور نہ ہی عورت پر عدت واجب ہوگی ، لیکن اگر مرد نے اس عورت کے ساتھ جماع کر لیا تو عورت مذکورہ کو مہر مسمی اور مہر مثل میں سے جو کم مقدار ہو دینا ہوگا بشرطے کہ اس نکاح میں مہر طے ہو گیا ہو ۔ اگر نکاح میں مہر طے نہ ہوا ہو تو عورت مذکورہ کو مہر مثل دلایا جائے گا ، خواہ کتنا ہی ہو[۵] ۔

نسب اولاد :

اولاد کا نسب اپنی ماں سے بہر صورت خواہ وطی جائز ہو یا ناجائز ثابت ہوتا ہے لیکن باپ سے صرف چار صورتوں میں ثابت ہوتا ہے (۱) نکاح صحیح کی صورت میں (۲) نکاح فاسد کی صورت میں (۳) وطی بالشبہ کی صورت میں (۴) اقرار بالنسب کی صورت میں ۔

حرمت مصاہرت :

نکاح فاسد میں اگر دخول ہو گیا ہو تو حرمت مصاہرت قایم ہو جائے گی ۔ خواہ وہ دخول حرام ہی کیوں نہ ہو اس کی

---

(۵) فتاویٰ عالمگیری ، مطبع مجیدی کانپور ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح باب الثامن فی النکاح فاسد ، صفحہ ۳۵ ۔

marfat.com

بنیاد قرآن پاک کی آیت ''و ربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم اللاتی دخلتم بہن، فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم'' ہے ۔ جس میں اللہ تعالی نے جن عورتوں سے جماع ہو چکا ہو ان کی بیٹیوں سے (جو دوسرے شوہر سے ہوں) نکاح کرنے کو حرام فرمایا ہے ۔ اس کی بنیاد پر یہ مشہور قاعدہ بنایا گیا ہے کہ ''والعقد علی البنات یحرم الامہات والدخول بالامّہات یحرّم البنات'' جس کے تحت بیٹیوں سے نکاح کرنے کی صورت میں ان کی ماؤں سے نکاح کرنا حرام ہو جاتا ہے اور ماؤں کے ساتھ جماع کرنے سے ان کی بیٹیوں سے نکاح حرام ہو جاتا ہے ۔

نفقہ :

نکاح صحیح ہو یا فاسد باپ پر اولاد کا نفقہ بہر صورت واجب ہے البتہ نکاح فاسد میں شوہر پر زوجہ کا نفقہ فساد ظاہر نہ ہونے تک واجب ہے اس کے بعد نہیں ، کیوں کہ جب فساد نکاح ظاہر ہو جانے پر مرد و عورت میں تفریق کرانے اور حرمت استمتاع کا حکم ہے تو نفقہ کا سوال کیوں کر پیدا ہو سکتا ہے ؟

وراثت اولاد :

چونکہ نکاح فاسد میں شبہ کی بناء پر حد زنا ساقط ہو جاتی ہے اور اولاد ثابت النسب قرار پاتی ہے اس لیے وہ اپنے والدین کی جائز وارث ہوگی اور شرع کے مطابق ترکے میں حصہ دار ہو گی ۔

عدت :

نکاح فاسد میں چونکہ صورتاً نکاح پایا جاتا ہے اس لیے عورت پر بصورت تفریق یا وفات شوہر عدت واجب ہوگی بشرطے کہ دخول ہوا ہو ۔ کیوں کہ علوق (استقرار حمل)

marfat.com

کا احتمال ہے - اگر دخول نہیں ہوا تو عورت پر عدت واجب نہ ہوگی کیوں کہ عدت کا حکم نکاح کی بناء پر نہیں بلکہ دخول کی بناء پر ہے -

تفریق کی صورت میں عدت اس وقت سے شمار ہوگی جب سے قاضی نے دونوں میں تفریق کرائی ہو بشرطیکہ دخول ہو چکا ہو - یہی حکم خود تفریق اختیار کرنے کی صورت میں بھی ہوگا -

فقہاء نے نکاح فاسد میں طلاق کی بجائے متارکت کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی باہم ایک دوسرے کو چھوڑ دینا ہے - یہ طلاق سے مختلف چیز ہے - چنانچہ نکاح فاسد کی صورت میں دونوں میں سے ہر ایک پر فسخ نکاح واجب ہوگا - البتہ دخول کے بعد فریق ثانی کی موجودگی ضروری ہو گی -

نکاح فاسد میں وفات پر عدت واجب نہیں ہوتی الا یہ کہ دخول ہو چکا ہو -

توارث بین الزوجین :

تمام ائمہ کے نزدیک یہ مسئلہ متفقہ ہے کہ نکاح کے فاسد ہونے کی صورت میں زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے -

۳۳- نکاح باطل وہ ہے جو فی نفسہ کالعدم ہو - نکاح باطل

۳۴- نکاح باطل باعتبار نتیجہ بالکلیہ بے اثر ہوتا ہے - اس سے مابین فریقین کوئی ازدواجی حق یا وجوب پیدا نہیں ہوتا - نکاح باطل کے اثرات

تشریح

امام محمد نے نکاح باطل کے متعلق کہا ہے کہ وہ تصرفات شرعی کے اعتبار سے باطل ہوتا ہے یعنی اس کی بناء پر بیع باطل

marfat.com

کی طرح کوئی شرعی حق یا وجوب پیدا نہیں ہوتا ۔[6]

نکاح کے باطل یا حرام ہونے کے اسباب حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ قرابت ۔
۲۔ رضاعت ۔
۳۔ مصاہرت ۔
۴۔ اجتماع ، دو محرمات کا ۔
۵۔ ملک ، دو کنیزوں کی جو آپس میں بہنیں ہوں ، اُن سے جماع ۔
۶۔ شرک ، مثلاً مشرکہ یا مشرک سے نکاح ۔
۷۔ طلاق الثلاثۃ ، اپنی زوجہ کو ۔
۸۔ حق الغیر ، مثلاً منکوحہ غیر سے نکاح ۔

مذکورہ بالا اسباب کی بناء پر باطل نکاحوں کا تفصیلی بیان آگے آئے گا ۔

ماؤں ، بیٹیوں ، بہنوں ، پھوپھیوں ، خالاؤں ، بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح

۳۵۔ ماؤں ، بیٹیوں ، بہنوں ، پھوپھیوں ، خالاؤں ، بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح ، خواہ وہ کتنے ہی پشت پہلے یا بعد کی ہوں ، حرام ہے ۔

تشریح

عرب میں ایام جاہلیت میں یہ عام دستور تھا کہ باپ کی وفات کے بعد اس کی بیویاں بھی متروکہ شمار ہوتی تھیں اور اس کے بیٹے ان سے تعلقات زوجیت قایم کر لیتے تھے ۔ اسلام نے اس رسم قبیح کا سختی کے ساتھ قلع قمع کیا چنانچہ آیت قرآنی ”لا تنکحو مانکح آباؤکم من النساء الا ماقد سلف“ کے ذریعہ

(۶) والباطل من التصرفات الشرعیہ مالا حکم لہ شرعا کالبیع الباطل (بدائع الصنائع ، کاسانی ، جلد دوم صفحہ ۲۴۷) ۔

marfat.com

ان تمام عورتوں سے جو آباؤ اجداد کے نکاح میں رہ چکی ہوں نکاح حرام قرار دے دیا ہے۔

اسی طرح ''حرمت علیکم امہاتکم و بنتکم و اخواتکم و عمّاتکم و خالاتکم و بنات الاخ و بنات الاخت''۔[۸] کہہ کر خداوند تعالیٰ نے بر بنائے نسب (ماؤں، بیٹیوں، بہنوں، پھوپھیوں، خالاؤں، بھتیجیوں، بھانجیوں) آباؤ اجداد اور اولاد اور دوسرے سلسلہ کے حقیقی رشتہ داروں مثلاً بھائی بہن اور ان کی اولاد سے نیز چچا، ماموں، پھوپھی اور خالہ سے خواہ کسی بالائی یا زیریں درجہ (Degree) کی ہوں نکاح مطلقاً حرام قرار دے دیا ہے۔[۹]

رضاعی ماؤں بہنوں سے نکاح

۲۶۔ رضاعی ماؤں اور بہنوں سے نکاح حرام ہے۔

تشریح

شرع اسلام میں قرابت نسبی کے ساتھ ہی قرابت رضاعی کی بناء پر بھی نکاح حرام ہے۔ چنانچہ آیت قرآنی ''حرمت علیکم .... وامہاتکم التی ارضعنکم و اخواتکم من الرضاعۃ'' کے تحت رضاعی ماؤں اور بہنوں سے نکاح کی قطعی ممانعت کی گئی ہے۔[۱۰]

---

(۷) پارہ ۴ سورۃ النساء آیت ۲۲۔
درمختار بر حاشیہ ردالمحتار باب المحرمات، مطبوعہ مصر، ص ۲۸۴۔
فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۵۷ مطبوعہ مصر۔
(۸) پارہ ۴ سورۃ النساء آیت ۲۳۔
درمختار بر حاشیہ رد المحتار باب المحرمات، مصر، صفحہ ۲۸۴
فتح القدیر، مطبوعہ مصر، جلد ۲ صفحہ ۳۵۷۔
(۹) کنزالدقائق مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۹۷۔
قدوری، قرآن محل کراچی، صفحہ ۱۴۷،
فتاویٰ عالمگیری عربی جلد ثانی کتاب النکاح صفحہ ۴۔ درمختار بر حاشیہ ردالمحتار باب المحرمات مصر، صفحہ ۲۸۵۔
فتح القدیر، مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۳۵۷۔
بحرالرائق جلد صفحہ ۱۰۰-۹۹۔
(۱۰) پارہ ۴ سورۃ النساء آیت ۲۳۔

marfat.com

عام اصول یہ ہے کہ وہ عورتیں جو بر بنائے قرابت نسب حرام ہوتی ہیں رضاعت سے بھی حرام ہو جاتی ہیں ۔[11]

دودھ پینے والے پر دودھ پلانے والی عورت کے خاندان کے وہ تمام رشتہ دار حرام ہو جاتے ہیں جو دودھ پلانے والی عورت کی اپنی اولاد کے لیے حرام ہیں ۔ چنانچہ ایسے جملہ بچے جنہوں نے ایک انّا کا دودھ پیا ہو باہمی رضاعی بھائی بہن ہو جاتے ہیں اور ان میں باہم نکاح حرام ہوجاتا ہے ۔ لیکن رضاعت کے سبب حسب ذیل عورتوں سے نکاح حرام نہیں ہے :

(۱) حقیقی بہن کی رضاعی ماں سے ۔

(۲) رضاعی بہن کی حقیقی ماں سے ۔

اس ماں کی تین صورتیں ہیں :

(الف) لڑکے کی حقیقی بہن کی رضاعی ماں جس کا دودھ لڑکے نے نہ پیا ہو ۔

(ب) لڑکے کی رضاعی بہن کی نسبتی ماں جس نے لڑکے کو دودھ نہ پلایا ہو ۔

(ج) لڑکے کی رضاعی بہن کی دوسری رضاعی ماں ۔

(۳) رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے ۔

(۴) رضاعی بیٹے کی حقیقی بہن سے ۔

چنانچہ سنیوں کے نزدیک لڑکے کا باپ اس کی انّا کی ماں یا بیٹی کے ساتھ عقد کر سکتی ہے جس کو اس نے دودھ پلایا ہو

---

(۱۱) وھوقولہ علیہ السلام یحرم من الرضاع کما یحرم من النسب ۔
درمختار برحاشیہ رد المحتار باب المحرمات ، مصر ، جلد ، صفحہ ۲۸۴
فتح القدیر ، مصر جلد ۲ صفحہ ۳۵۷ ۔
بحرالرائق ، جلد ۳ صفحہ ۲۳۹ و ۲۴۳ ۔

marfat.com

نیز چچا اور چچی کی انا سے بھی نکاح جائز ہے۔[۱۲]

شرائط رضاعت:

حنفیوں کے نزدیک ایک دفعہ دودھ پینا رضاعت کے رشتہ کو قائم کر دیتا ہے اور اپنے اثر کے لحاظ سے مانع نکاح ہے۔[۱۳] البتہ شافعیوں کے نزدیک کم از کم پانچ مرتبہ دودھ پینا شرط ہے۔[۱۴] لیکن شیعوں کے نزدیک رضاعت صرف اس صورت میں نکاح کے لیے مانع شرعی ہو سکتی ہے جب کہ لڑکے نے پندرہ مرتبہ یا کم از کم ایک دن اور ایک رات دودھ پیا ہو۔[۱۵] لیکن رضاعت کی حرمت عارض ہونے کے لیے ضروری ہے کہ دودھ پلائے جانے کے وقت بچہ یا بچی کی عمر صاحبین کے نزدیک ۲ سال تک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ڈھائی سال تک ہونی چاہیے۔[۱۶] (اس مسئلہ میں مفتی بہ قول صاحبین کا ہے اور اسی پر عمل کیا جانا چاہیے)۔ اگر اس سے

---

(۱۲) جامع الاحکام فی فقہ الاسلام، صفحہ ۷۲۔
البحر الرائق، جلد ۳، صفحہ ۲۳۳۔ در مختار بر حاشیہ ردالمحتار، جلد ۲، صفحہ ۴۱۶۔
فتح القدیر، مصر، جلد ۳، صفحات ۸-۱۰۔ مجمع الانہر، جلد ۱، صفحات ۳۷۵-۷۶۔

(۱۳) قدوری، قرآن محل کراچی، صفحہ ۱۵۵۔
مجمع الانہر، جلد ۱، مطبوعہ مصر، صفحہ ۳۷۵۔
ردالمحتار، مصر، جلد ۲، صفحہ ۴۱۵۔
فتح القدیر، مصر، جلد ۳، صفحہ ۲۔

(۱۴) قدوری، قرآن محل کراچی، صفحہ ۱۵۵۔
مجمع الانہر، مصر، جلد ۱، صفحہ ۳۷۵۔
ردالمحتار، مصر، جلد ۲ صفحہ ۴۱۵
فتح القدیر، مصر، جلد ۳، صفحہ ۲۔

(۱۵) شرائع الاسلام مطبوعہ طہران، ایران، صفحہ ۱۷۶۔

(۱۶) فتح القدیر، مصر، جلد ۳، صفحہ ۵۔
ردالمحتار و در مختار، مصر، جلد ۲، صفحہ ۴۱۳۔

marfat.com

زائد عمر کے بچے کو دودھ پلایا گیا تو حرمت قائم نہ ہوگی ۔[۱۷] اس کی علت یہ ہے کہ طبعی نظام میں بچہ کی جسمانی نشو و نما کے لیے دو سال تک کی عمر میں دودھ کا وہی درجہ ہوتا ہے جو ہمارے لیے دوسری اغذیہ کا ہے ۔ دو سال کی عمر کے بعد دودھ کا پینا یا پلایا جانا بطور تفکہ ہو سکتا ہے بطور تغذیہ نہیں ۔

رضاعت کی دوسری شرط یہ ہے کہ دودھ پلانے والی کی عمر نو سال یا اس سے زائد ہو تو حرمت رضاعت قائم ہوگی چنانچہ اگر کسی لڑکی کی عمر ۹ سال سے کم ہے اور اُسے دودھ اُتر آیا تو اُس کے پلانے سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی ۔[۱۸]

اس کی علت یہ ہے کہ کوئی لڑکی نو سال کی عمر سے پہلے بالغ نہیں ہو سکتی اگر نو سال سے پہلے دودھ اُتر آئے تو وہ دراصل دودھ نہ ہوگا بلکہ طبی اصطلاح میں ایک رطوبت ہے جو بعض جسمانی اسباب و عوارض کی بناء پر جمع ہو جاتی ہے اور خارج ہونے لگتی ہے ۔ بعض اوقات یہ رطوبت مرد میں بھی پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ فقہی مسئلہ ہے کہ اگر مرد کے جسم سے رطوبت دودھ کی شکل میں خارج ہو اور پی جائے تو حرمت رضاعت قائم نہ ہوگی ۔

اس کی دوسری علت یہ ہے کہ لڑکی کی شرعی بلوغ کی عمر کم از کم نو سال ہے اور وہ نو سال سے پہلے شرعاً غیر مکلف ہے ۔ اور چونکہ رضاعت سے حرمت کا ثابت ہونا ایک تکلیف شرعی ہے جو صرف مکلف ہی پر ثابت ہو سکتی ہے اس لیے نو سال سے کم

---

(۱۷) قدوری ، قرآن محل کراچی ، صفحہ ۱۵۵ ۔
فتح القدیر ، مصر ، جلد ۳ ، صفحہ ۵ ۔
رد المحتار ، مصر ، جلد ۲ ، صفحہ ۴۱۳ ۔
(۱۸) فتح القدیر ، مصر ، جلد ۳ ، صفحہ ۱۵ ۔
ردالمحتار ، مصر ، جلد ۲ ، صفحہ ۴۱۹ ۔

marfat.com

عمر کی لڑکی چونکہ غیر مکلّف ہے اس لیے اس کے دودھ اتر آنے اور دودھ پلائے جانے کی صورت میں حرمت رضاعت قائم نہ ہوگی۔

عام طور پر رضاعت چھاتی سے دودھ چوسنے سے ثابت ہوتی ہے لیکن اگر دودھ چھاتی سے نکال کر منہ میں ڈال دیا جائے تب بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی۔[19]

اگر عورت کا دودھ گائے، بھینس یا بکری کے دودھ میں ملا دیا، اگر عورت کے دودھ کا حصہ غالب ہے تو حرمت ثابت ہوگی ورنہ نہیں[20]۔ لیکن اگر عورت کے دودھ کو کسی شے کے ساتھ ملا کر پکایا جس سے کہ پختہ ہو کر متغیر ہو گیا اور وہ بچہ نے کھایا تو اسے کھانے سے حرمت رضاعت متعلق نہ ہوگی کیونکہ وہ رضاعت (دودھ پلائی) نہیں ہے۔[21]

رضاعت کا اثر:

اگر بلا علم ایسے مرد و عورت آپس میں نکاح کر لیں جن کا نکاح بسبب رضاعت حرام ہو تو جب اس کا علم ہو جائے گا تو ان پر تفریق واجب ہوگی۔ اگر وہ بذات خود تفریق اختیار نہ کریں تو قاضی پر واجب ہوگا کہ ان میں تفریق کرائے۔ کیونکہ فساد عقد ظاہر ہو جانے پر وہ اپنی سابقہ حالت پر قائم نہیں رہ سکتے۔ اگر وہ قبل دخول تفریق اختیار کر لیں تو زوجہ کو

---

(۱۹) فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ مطبع مصطفائی ہند، صفحہ ۱۹۱
ردالمحتار و درمختار، مصر، جلد ۲، صفحہ ۳۱۳۔
فتح القدیر، مصر، جلد ۳، صفحہ ۱۱۳۔

(۲۰) فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ مطبع مصطفائی ہند، صفحہ ۱۹۱
رد المحتار، مصر، جلد ۲، صفحہ ۳۲۰۔
فتح القدیر، مصر، جلد ۳، صفحہ ۱۲۔

(۲۱) بدائع الصنائع، الکاسانی، مصر، کتاب الرضاعت،
ردالمحتار، مصر، جلد ۲، صفحہ ۳۲۰۔
فتح القدیر، مصر، جلد ۳، صفحہ ۱۲۔

marfat.com

کچھ نہ ملے گا لیکن اگر دخول کے بعد تفریق ہو تو زوجہ کو مہر مثل ملے گا۔ اگر کوئی مہر مقرر نہ ہوا ہو اور اگر مہر مقرر ہو گیا تو مہر مسمی اور مہر مثل میں سے جو کم ہو ملے گا۔ چونکہ نکاح فاسد تھا اس لیے مرد پر عدت کا نفقہ واجب نہ ہوگا[۲۲]۔

ساس سے نکاح

۲۷۔ کسی مرد کا اپنی ساس سے نکاح کرنا حرام ہے۔

تشریح

آیت قرآنی ''حرمت علیکم . . . وامہات نسائکم'' (یعنی حرام کی گئیں تم پر . . . تمہاری بیویوں کی مائیں) کے تحت بیوی کی ماں یا نانی سے خواہ وہ کتنے ہی اونچے درجے (Degree) کی ہوں نکاح حرام ہے[۲۳]۔

مسئلہ کی بنیاد :

مسئلہ کی بنیاد یہ ہے کہ بیوی یا شوہر کے اصول سے بوجہ ازدواج نکاح حرام ہو جاتا ہے چنانچہ بیوی کی ماں ، نانی ، دادی خواہ سگی ہوں یا سوتیلی اور کتنے ہی اونچے درجے کی ہوں اس مرد پر حرام ہیں۔ اسی طرح بیوی کے لیے شوہر کے آباؤ اجداد سے نکاح حرام ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ زوجہ کی اولاد سے نکاح کرنے کے سلسلے میں صحبت کی قید لگائی گئی ہے یعنی یہ کہ عورت سے صحبت ہو چکی ہو۔ چنانچہ اگر صحبت سے پہلے طلاق دے دی تو اس کی اولاد سے نکاح جائز ہوگا ، لیکن زوجہ کی ماں ،

---

(۲۲) الاحکام الشریعۃ الاسلامیہ فی الاحوال الشخصیہ ، مصر ، عمر عبداللہ صفحہ ۱۵۹ -

(۲۳) پارہ ۴ سورۃ نساء رکوع ۴ آیت ۱ - قدوری ، قرآن محل کراچی کتاب النکاح صفحہ ۱۴۷ -
کنزالدقائق ، مطبع مجتبائی دہلی ، کتاب النکاح ، صفحہ ۹۸ -

marfat.com

نانی و دادی وغیرہ سے نکاح کی ممانعت غیر مشروط اور مطلق ہے۔ نکاح کے بعد زوجہ سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو حرمت مصاہرت قائم ہو جائے گی اور اس کی ماں وغیرہ سے نکاح نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ رشتۂ ازدواج قائم نہ بھی رہے تب بھی حرمت باقی رہتی ہے[۲۴]۔

یہی صورت زوجہ کے لیے شوہر کے باپ دادا وغیرہ سے نکاح کرنے کے سلسلے میں ہے۔

سوتیلی بیٹیوں سے نکاح

۲۸- کسی مرد کا اپنی سوتیلی بیٹی سے، جو اس کی مدخولہ بیوی کے بطن سے ہو، نکاح حرام ہے۔

تشریح

آیت قرآنی "حرمت علیکم... وربائبکم التی فی حجورکم من النساء کم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم" (تم پر حرام کی گئیں... وہ بیٹیاں جو ان عورتوں کے بطن سے ہوں جن سے تم نے صحبت کی ہے اور اگر تم نے صحبت نہیں کی ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں) کے تحت ان سوتیلی بیٹیوں سے نکاح حرام ہے جو ان بیویوں کے بطن سے ہوں جن سے صحبت ہو چکی ہو[۲۵]۔

چنانچہ اگر زوجہ سے صحبت نہ ہوئی ہو اور بلا صحبت طلاق

---

(۲۴) فتاویٰ عالمگیری (عربی) مطبع مجیدی کان پور- کتاب النکاح باب ۳
درمختار و ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۲۸۶-
فتح القدیر، مصر، جلد ۲ صفحہ ۳۵۸-
مجمع الانہر مصر، جلد ۱ صفحہ ۳۲۳-
موطا، امام مالک، نور محمد کراچی، باب مالا یجوزمن نکاح الرجل ام المرأۃ- صفحات ۴۴-۳۴۲-
(۲۵) پارہ ۴ سورہ نساء رکوع ۴ آیت ۱-

marfat.com

هو جائے تو سوتیلی بیٹی سے نکاح کی ممانعت نہیں ہے[۲۶] ۔

اس ضمن میں محض خلوت صحیحه دخول کے مترادف نہیں ہے[۲۷] ۔

مسئله کی بنیاد :

در اصل اصول یه هے که بیوی یا شوهر کے فروع سے بوجه ازدواج نکاح حرام هو جاتا هے چنانچه بیوی کی بیٹی یا بیوی کے بیٹے کی بیٹی خواه کتنے هی نیچے درجے کی هو یا بیوی کے نواسے یا پوتے کی بیٹی سے نکاح حرام هو جاتا هے ۔ اسی طرح شوهر کی اولاد سے خواه وه سگی هو یا سوتیلی اور کتنے هی نیچے درجه کی هو نکاح حرام هو جاتا هے بشرطے که عورت سے صحبت هو چکی هو اگر صحبت نه هوئی هو تو حرمت مصاهرت قائم نه هوگی ۔

حقیقی بیٹوں کی بیویوں سے نکاح

۲۹ - کسی مرد کا اپنے حقیقی بیٹوں کی بیویوں سے نکاح حرام هے ۔

تشریح

آیت قرآنی ''حرمت علیکم . . . و حلائل ابناءکم الذین من اصلا بکم '' کے تحت بیٹے ، پوتے یا نواسه کی بیویوں سے خواه وه کتنے هی زیریں پشت کے هوں نکاح حرام هے[۲۸] ۔ خواه بیٹے نے اپنی زوجه سے صحبت کی هو یا نه کی هو لیکن اگر بیٹا متبنیٰ هو تو اس کی زوجه سے (بعد طلاق یا وفات شوهر) نکاح حرام نہیں هے[۲۹] ۔

---

(۲۶) قدوری ، قرآن محل ، صفحه ۹۸ ۔
کنز الدقائق ، مطبع مجتبائی دهلی ، صفحه ۹۸ ۔

(۲۷) ذخیره بحواله فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی کتاب النکاح باب ۳ صفحه ۴ ۔

(۲۸) پاره ۴ سورة النساء ۴ آیت ۲۳
قدوری ، قرآن محل کراچی ، صفحه ۹۸ ۔

(۲۹) فتاویٰ عالمگیری عربی مطبع مجیدی کان پور ، جلد ثانی ، کتاب النکاح ، باب ۳ ، صفحه ۴ ۔ درمختار و ردالمحتار ، جلد ۲ ، صفحه ۲۸۶ ۔
فتح القدیر ، مصر ، جلد ۲ ، صفحه ۶۰-۳۵۸ ۔
مجمع الانهر ، مصر ، جلد ۱ ، صفحه ۲۴-۳۲۳ ۔

marfat.com

اجتماع خواہران

۳۰۔ ایسا نکاح جو ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی دوسری بہن سے کیا جائے حرام ہے۔ البتہ بیوی کے مر جانے یا اسے طلاق دے دینے اور عدّت گزر جانے کے بعد اس کی بہن سے نکاح جائز ہوگا۔

استثناء: اگر مرد نے لا علمی کی حالت میں ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری بہن سے نکاح کیا اور شبہ کی بناء پر صحبت کر لی تو نکاح ثانی پر فاسد نکاح کے احکام مرتب ہوں گے لیکن ان پر فساد ظاہر ہو جانے پر تفریق واجب ہو گی، اگر خود تفریق اختیار نہ کریں تو عدالت ان میں تفریق کرائے گی اور ان کو سزا دینے کی مجاز ہو گی۔

تشریح

بیک وقت دو سگی بہنوں کو نکاح میں رکھنے کی قرآن پاک میں ممانعت آئی ہے چنانچہ "حرمت علیکم .... ان تجمعوا بین الاختین" "دو بہنوں کو (ایک مرد کے نکاح میں) جمع کرنا تم پر حرام کیا گیا" کے صریح حکم کے پیش نظر ایک بہن کے نکاح میں ہونے کی صورت میں اس کی دوسری بہن (یعنی سالی) سے نکاح حرام ہے۔[30]

فقہاء کی رائیں:

دو سگی بہنوں کے بحیثیت زوجہ اجتماع کے سلسلے میں امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ "ان تجمعوا بین الاختین" سے در اصل اپنے سیاق و سباق کے سبب "حرمت علیکم الجمع بین

(۳۰) المبسوط، السرخسی، مصر، صفحات ۹۶-۱۹۵۔

marfat.com

الاختین،، مراد ہے ۔[۳۱] یہی بات الکاسانی مصنف بدائع الصنائع نے بھی لکھی ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ دو سگی بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے ، کیونکہ اللہ تعالی کے قول کے مطابق ''ان تجمعوابین الاختین،، اللہ تعالی کے قول ''حرمت علیکم ... امہاتکم،، پر معطوف ہے اور اس کا سبب قطع رحمی ہے ۔[۳۲]

چنانچہ اگر ایک ساتھ نکاح کیا جائے تو دونوں نکاح باطل ہوں گے اور اگر یکے بعد دیگرے کیا جائے تو پہلا نکاح صحیح اور دوسرا باطل ہوگا ۔[۳۳] اور اگر دو بہنوں کو علیحدہ علیحدہ نکاح میں لائے اور یہ معلوم نہ ہو یا یاد نہ رہے کہ پہلے کس کے ساتھ نکاح کیا ہے تو ان میں (یعنی مرد اور دونوں عورتوں میں) تفریق کرا دی جائے گی ۔[۳۴] البتہ فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی کتاب نکاح میں شمس الائمہ امام سرخسی کی کتاب ''محیط،، کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر دو بہنوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا جائے تو دوسرا نکاح فاسد ہوگا ۔ لیکن امام سرخسی اپنی دوسری تصنیف المبسوط میں ''فانہ محرم بالنص الجمع بین الاختین،، کہہ کر اجتماع خواہرین کو حرام قرار دیتے ہیں ۔

---

(۳۱) جلد ۳ صفحہ ۱۸۲ ۔

(۳۲) منقول لاخلاف فی آن الجمع بین الاختین فی النکاح حرام بقولہ تعالی و آن تجمعوا بین الاختین معطو فاعلی قولہ عزوجل حرمت علیکم امہاتکم ولان الجمع بینہما یفضی الی قطیعة الرحم (جلد ۲ صفحہ ۲۶۲) ۔

(۳۳) فتاویٰ قاضی خان ، مطبوعہ مصطفائی ، ہند ، صفحہ ۱۶۸ ۔ رد المحتار مصر ، جلد ۲ صفحہ ۲۹۱ ۔
مجمع الانہر ، مصر ، (۱۳۲۷ھ) جلد ۱ صفحہ ۳۲۵ ۔

(۳۴) ولوتزوج اختین فی عقدین ولم یدرالاول فرق بینہ و بینہما (کنز الدقائق صفحہ ۹۸) ۔
رد المحتار و در مختار ، مصر ، جلد ۲ صفحہ ۲۹۳ ۔ مجمع الانہر ، مصر ، جلد ۱ صفحہ ۳۲۵ ۔

marfat.com

فتح القدیر میں جو در اصل ھدایہ کی شرح ھے اور جس کا پایہ کتب فقہ میں بہت بلند ھے لکھا ھے کہ نکاح باطل کے لیے بعض فقہاء نے فاسد کی اصطلاح بھی استعمال کی ھے چنانچہ بیع کے برعکس نکاح کے معاملہ میں باطل اور فاسد میں کوئی فرق نہیں ھے ۔[۴۵] مثال کے طور پر فتاویٰ قاضی خاں مطبوعہ مصطفائی ، ھند ، صفحہ ۱٦۸ کی اس عبارت ''واذا تزوج الحرخمساعلی التعاقب جاز النکاح الاربع الاول ولا یجوز نکاح الخامسة وان تزوج خمساً فی عقدة فسد نکاح الکل'' میں ''فسد'' باطل کے معنی میں ھے ۔

اسلامی قانون کے حالیہ مؤلفین نے اس مسئلہ میں مختلف رایوں کا اظہار کیا ھے چنانچہ نواب سر عبدالرحمٰن نے دو بہنوں کے بیک وقت نکاح میں ھونے کی صورت میں صراحتاً کہا ھے کہ اگر دونوں نکاح ایک ھی معاھدہ نکاح کے ذریعہ عمل میں آئے ھوں تو دونوں نکاح باطل ھوں گے ۔ اور اگر دو سگی بہنیں یکے بعد دیگرے نکاح میں آئی ھوں تو پہلا نکاح صحیح اور دوسرا باطل ھوگا ۔[۴٦]

سر عبدالرحیم دو سگی بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی صورت میں نکاح ثانی کو فاسد قرار دینے کے حق میں نظر آتے ھیں چنانچہ وہ لکھتے ھیں کہ ''جو نکاح مستقل محارم کے ساتھ کیا جائے وہ باطل ھے مثلاً اپنی حقیقی بہن یا بھتیجی وغیرہ کے ساتھ اور ایسی عورتوں سے نکاح جو عارضی طور پر ممنوع ھو مثلاً بحالت عدت یا بغیر دو گواھوں کی موجودگی کے' فاسد ھے ۔[۴۷]

---

(۴۵) فتح القدیر ' مصر جلد ۲ صفحہ ۳۸۲ ۔

(۴٦) انسٹی ٹیوٹس آف مسلمانز لا ۸۱-۸۰ ۔

(۴۷) اصول فقہ اسلام حیدر آباد دکن ' ۱۹۲۹ع صفحہ ۲٦۵ ۔

marfat.com

سکسینہ نے بھی ایسے نکاح کو فاسد لکھا ہے[۳۸]

جسٹس امیر علی نے بھی ایسے نکاح کو فاسد قرار دیا ہے۔[۳۹] ان کی دلیل یہ ہے کہ "پہلا نکاح کسی بھی وقت فسخ کیا جاسکتا ہے اور اس طرح دوسرا نکاح خود بخود صحیح ہو جائے گا"

ملّا اور طیب جی نے بھی ایسے نکاح کو فاسد لکھا ہے۔

عدالتی نظائر :

شارحین و مؤلفین کے اس نقطۂ نظر کا اثر عدالتی فیصلوں پر بھی پڑنا لازمی و لابدی تھا چنانچہ ہند و پاکستان کی عدالتوں کے فیصلوں کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عدالتوں میں اس باب میں دو مختلف رائیں موجود رہی ہیں ۔ ایک یہ کہ ایسا نکاح باطل ہے اور اولاد نا جائز اور وراثت کی حقدار نہیں ہو سکتی اور دوسری رائے یہ کہ ایسا نکاح فاسد ہے ۔ اولاد جائز اور وراثت کی مستحق اور زوجہ بعد زفاف (مجامعت) مہر (مقررہ یا مثل جو کم ہو) کی حقدار ہوگی ۔

چنانچہ اس ضمن میں سب سے پہلا مقدمہ شریف النساء بنام خضر النساء ہے[۴۰] جس میں دوسری بہن کے نکاح کو باطل قرار دیا گیا ہے ۔ دوسرا مقدمہ عزیز النساء بنام کریم النساء ہے[۴۱] جس میں ایسے نکاح کو باطل اور کالعدم قرار دیا گیا ۔ لیکن بمبئی ہائی کورٹ نے اپنے فیصلے بمقدمہ تاج بی بنام مولا خاں[۴۲] کلکتہ ہائی کورٹ کے

---

(۳۸) دی مسلم لا صفحہ ۲۱۹ ۔
(۳۹) محمڈن لا پانچواں ایڈیشن صفحہ ۲۸۰ ۔
(۴۰) ۳۔ صدر دیوانی عدالت منتخب رپورٹس ۲۱۰ ۔
(۴۱) (۱۸۹۵) آئی ایل آر ۲۳ کلکتہ ۱۳۰ ۔
(۴۲) (۱۹۰۴) آئی ایل آر ۳۱ بمبئی ۴۸۵ ۔

marfat.com

مندرجہ بالا فیصلہ سے اختلاف کیا اور دوسرے نکاح کو محض فاسد قرار دیتے ہوئے اولاد کو صحیح النسب اور جائداد کا وارث قرار دے دیا ۔ اس کے بعد مدراس اور لاہور کی ہائی کورٹوں اور اودھ چیف کورٹ نے اس قسم کے مقدمات میں بمبئی ہائی کورٹ کی نظیر کا اتباع کیا[۴۳]

اگر ان نظائر کا دقت نظر سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوگی کہ کلکتہ ہائی کورٹ نے آیت قرآنی ''حرمت علیکم . . . ان تجمعوا بین الاختین،،[۴۴] اور اولین تالیفات کو اہمیت دی جب کہ بمبئی ہائی کورٹ نے فتاویٰ عالمگیری میں محیط مؤلفہ سرخسی[۴۵] کے حوالے اور بیلی و جسٹس امیر علی کی تحریروں کو درخور اعتناء سمجھا ۔

شارحین و مؤلفین میں دوسری بہن کے نکاح کو باطل یا فاسد سمجھنے کا اصل سبب یہ ہے کہ نکاح کے جواز یا عدم جواز پر غور کرتے ہوئے زنا ، حد ، مہر ، عدت ، نفقہ اور نسب اولاد کے مسائل

---

(۴۳) عطا محمد بنام صیقل بی بی ۔ انڈین کیسیز ۸۲۰
تالی محمد بنام محمد دین آئی ایل آر ۱۲ لاہور ۵۲
مسماۃ کنیزا بنام حسن احمد خان اے آئی آر ۱۹۲٦ع اودھ ۲۳۰ ۔

(۴۴) پارہ ۴ سورۃ النساء رکوع ۴ آیت ۱ ۔

(۴۵) اگر دونوں (بہنوں) کے ساتھ دو عقدوں میں نکاح کیا تو بعد والی کا نکاح فاسد ہوگا اور مرد مذکور کو اس کا چھوڑنا واجب ہوگا اور اگر قاضی کو معلوم ہو گیا تو دونوں میں تفریق کرا دے گا پس اگر مرد مذکور نے اس کو قبل دخول کے چھوڑا تو کوئی حکم ثابت نہ ہوگا اور اگر بعد دخول کے چھوڑا تو اس کو مہر مسمی اور مہر مثل میں سے کم مقدار ملے گی اور عورت مذکورہ پر عدت واجب ہوگی اگر حمل ۔ گیا تو بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور مرد مذکور اپنی زوجہ سے جدا ہے گا یہاں تک کہ اس کی زوجہ کی بہن کی عدت گزر جائے ۔ (محیط بحوالہ فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی صفحہ ۱۴٦ ، اردو ترجمہ) ۔

marfat.com

کا بھی ساتھ ساتھ جائزہ لیا گیا جس کی بناء پر اصل مسئلہ ، کہ نکاح باطل ہے یا فاسد ، الجھ کر رہ گیا ۔ بلا شبہ یہ مسائل بڑی حد تک ایک دوسرے سے مربوط ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اصل مسئلہ یعنی نکاح کے جواز یا عدم جواز کو ثانوی حیثیت دی جائے اور اس کی جداگانہ اور منفرد حیثیت کو نظ انداز کر دیا جائے۔

قانون اسلام کے اکثر شارحین و مؤلفین نے حرمت نکاح (Prohibition of Marriages) پر جو بحث کی ہے وہ نوعیت حرمت کے بجائے ان اسباب کے لحاظ سے کی ہے جن کی بناء پر حرمت لازم آتی ہے چنانچہ اکثر شارحین و مؤلفین کا یہ نقطۂ نظر ہے کہ نسب (affinity) رضاعت (fosterage) اور ازدواج (marriage) کے مستقل اسباب امتناع کی بناء پر نکاح باطل ہوتا ہے اور دیگر اسباب امتناع چونکہ عارضی ہیں اور کسی بھی وقت دور ہو سکتے ہیں اس لیے دو بہنوں کا اجتماع چار عورتوں سے زائد کو بیک وقت نکاح میں رکھنا ، مشرکہ عورت سے نکاح ، معتدۂ غیر یا منکوحۂ غیر سے نکاح محض فاسد ہے ، باطل نہیں۔[۳۶]

تجزیہ :

نکاح کے شرعی موانع کئی اسباب سے پیدا ہوتے ہیں اور اسباب کی نوعیت کے لحاظ سے ان موانع کی نوعیت و حیثیت متعین ہوتی ہے چنانچہ اگر سبب مستقل اور دائمی ہے تو امتناع نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگا اور اگر سبب عارضی ہے تو امتناع نکاح بھی عارضی ہوگا لیکن جہاں تک نکاح کے موانع شرعی کا تعلق ہے اس کے فوری قانونی اثر کے لحاظ سے مستقل اور

(۳۶) محمڈن لا ، سید امیر علی ، پانچواں ایڈیشن ، باب ۷ صفحہ ۳۳۱ -

marfat.com

غیر مستقل، دائمی اور عارضی میں کوئی فرق نہیں چنانچہ پہلے سبب امتناع دور ہونا چاہیے اس کے بعد ہی نکاح صحیح ہو سکتا ہے۔ محض اس توقع یا امکان کے پیش نظر کہ وہ امتناع نکاح کے بعد کسی بھی وقت دور ہو سکتا ہے (مثال کے طور پر دو سگی بہنوں کے بیک وقت نکاح میں ہونے کی صورت میں ایک کو طلاق دے کر یا ایک کی وفات پر) اس لیے ایسے نکاح کو باطل کے بجائے فاسد قرار دینا قرآن پاک کے کھلے اور واضح حکم کی علانیہ خلاف ورزی ہے۔

مزید برآں قرآن پاک کی جس آیت میں نسبی رضاعی اور ازدواجی موانع بیان کئے گئے ہیں اسی آیت میں دو سگی بہنوں کے اجتماع سے بھی منع کیا گیا ہے اور دوسگی بہنوں کے اجتماع کو ازدواجی سبب کی بناء پر منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ نکاح سے پہلے وہ ازدواجی سبب دور ہونا چاہیے (یعنی یا تو پہلی بہن کو طلاق دے کر علیحدہ کر دیا جائے یا وہ فوت ہو جائے) اس کے بعد ہی دوسری سگی بہن سے نکاح حلال ہو سکتا ہے ورنہ دوسرا نکح حرام اور باطل ہو گا۔[۴۷] البتہ اگر مرد نے بربنائے شبہ اس دوسری بہن کے ساتھ صحبت کر لی تو مرد پر اس کا مہر واجب ہوگا اور عورت پر عدت واجب ہوگی اگر اولاد پیدا ہو تو وہ ثابت‌النسب ہوگی لیکن ان میں تفریق کرانی واجب ہوگی اور تاوقتیکہ اس دوسری بہن کی عدت نہ گزر جائے مرد کے لیے پہلی بہن سے صحبت کرنا جائز نہ ہو گا۔[۴۸] یہ حکم صرف وطی بالشبہ کی بناء پر ہوگا ورنہ نہیں۔ کیونکہ عورت

(۴۷) وتحریم الجمع بین الاختین ومن فی معنا ہما (سراج الوہاج بحوالہ فتاویٰ علمگیری ثانی صفحہ ۳)۔

(۴۸) بدائع الصنائع، الکاسانی، مصر، جلد ۲ صفحہ ۲۶۳۔

marfat.com

فی نفسہ محل نکاح ہے جس کی بناء پر شبہ واقع ہو سکتا ہے ۔

شرع اسلام میں نہ صرف دو بہنوں کے اجتماع کی ممانعت کی گئی ہے بلکہ حنفیوں کے نزدیک ایک بہن کو طلاق دینے کے بعد اس کی عدت کے دوران اس کی دوسری بہن سے نکاح بھی جائز نہیں ہے ۔ خواہ رجعی طلاق کی عدت میں ہو یا بائن کی ۔ البتہ شافعیوں کے نزدیک بائن طلاق کے بعد عدت کے گزرنے کا انتظار کیے بغیر دوسری بہن سے نکاح کیا جا سکتا ہے ۔[۴۹]

ایسی دو قرابت دار عورتوں کا نکاح میں اجتماع جن کا باہم نکاح حرام ہو

۳۱۔ ایسی دو قرابت دار عورتوں سے بیک وقت یا یکے بعد دیگرے (جب کہ ایک عورت نکاح میں پہلے سے ہو) نکاح جن میں سے اگر ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو ان میں نکاح حرام ہو ناجائز ہے ۔

تشریح

شرعی اصطلاح میں ایسی دو عورتوں سے نکاح کو جو باہم ایسی قرابت رکھتی ہوں کہ اگر ان میں سے ایک مرد ہو تو ایسا نکاح حرام ہو ، ''ناجائز اجتماع'' (Unlawful Conjunction) کہا جاتا ہے ۔ چنانچہ پھوپی ، بھتیجی ، خالہ ، بھانجی ، کو ایک مرد کا اپنے نکاح میں جمع کرنا حرام ہے ۔[۵۰]

---

(۴۹) فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی عربی صفحہ ۷ (اردو ۱۴۹) ھدایہ (انگریزی) صفحہ ۳۰
قدوری قرآن محل کراچی صفحہ ۱۴۸ ۔
''و حرم تتزوج اخت معتدہ ۔'' کنزالدقایق مطبع مجتبائی دھلی ، صفحہ ۹۸ ۔

(۵۰) بین امرأتین ایة فرضت ذکراً حرم النکاح (کنزالدقایق ، ۹۸) ۔
مجمع الانھر ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۲۵ ۔
ردالمحتار در المختار ، جلد ۲ ، صفحہ ۹۲-۳۹۱ ۔

marfat.com

احادیث نبوی :

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''عورت اور اس کی پھوپی اور عورت اور اس کی خالہ کو کوئی مرد نہ جمع کرے''۔[51]

امام مالک نے بھی اسی خیال کی تائید فرمائی ہے اور اپنی موطا میں ایک حدیث بیان کی ہے کہ ''ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھوپی اور بھتیجی اور خالہ بھانجی میں جمع نہ کرے۔'' اس کے علاوہ سعید بن المسیب کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ''منع ہے (نکاح) بھتیجی سے پھوپی کے اوپر اور بھانجی سے خالہ کے اوپر''۔[52]

ان احادیث کی روشنی میں جو اصول مرتب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایسی دو عورتیں کہ اگر دونوں میں سے کسی ایک جانب سے ہم ایک کو مرد فرض کر لیں تو دونوں میں نسب یا رضاعت کے سبب نکاح جائز نہ ہو تو ان کا ایک

(۵۱) اخبرنا مالک حدثنا ابو الزناد عن عبدالرحمن الاعوج عن ابی ہریرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یجمع الرجل بین المرأۃ و عمتها ولا بین المرأۃ و خالتها۔
اخبرنا مالک اخبرنا یحیی بن سعید انہ سمع سعید بن المسیب ینهی ان ینکح المرأۃ علی عمتها او علی خالتها (موطا امام محمد، اردو، قرآن محل کراچی، ص ۲۳۰)۔
لا یجوز الجمع بین امرأتین لو فرضت کل منهما ذکراً حرمت علیه الاخری، (مادہ ۳۹، شرح قانون الاحوال الشخصیہ، مصطفی السباعی، دمشق، صفحہ ۱۱۴)۔

(۵۲) عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یجمع بین المرأۃ وعمتها ولا بین المرأۃ و خالتها (موطا امام مالک کارخانہ تجارت کتب کراچی، صفحہ ۴۴۲)۔
عن سعید بن المسیب انہ کان یقول ینهی ان ینکح المرأۃ علی عمتها او علی خالتها و ان یطاء الرجل ولیدة و فی بطنها جنین لغیرہ (موطا امام مالک، کارخانہ تجارت کتب، کراچی، صفحہ ۴۴۲)۔

marfat.com

مرد کے نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے ۔[۵۳]

استثنا :

البتہ اس سلسلے میں صرف ایک استثنا ہے وہ یہ کہ ایک عورت اور اس کے سابق شوہر کی (پہلی بیوی کے بطن سے پیدا شدہ) بیٹی سے نکاح جائز ہوگا ۔[۵۴] اس لیے کہ اگر اس عورت کو مرد تصور کر لیا جائے تو وہ بیٹی اس کے لیے اجنبی ہو گی اور ان کے درمیان نکاح جائز ہوگا ۔

نتیجہ :

اگر ایسی دونوں قرابت دار عورتوں سے ایک ہی ساتھ نکاح کیا جائے تو دونوں نکاح باطل ہوں گے اور اگر یکے بعد دیگرے کیے جائیں تو پہلا نکاح صحیح اور دوسرا باطل ہوگا ۔

صحیح شرعی حکم :

اسلامی قانون کے حالیہ مؤلفین نے ایسی دو عورتوں کے اجتماع کی صورت میں دوسرے نکاح کو فاسد لکھا ہے ۔

لیکن محولہ بالا حدیث نبوی کی روشنی میں ایسا نکاح ممنوع ہونے کے سبب باطل قرار دیا جانا چاہیے بشرطیکہ مرد کو اس قربت اور حرمت کا علم ہو ، اگر باوجود علم نکاح کیا گیا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے نقطۂ نظر کے بموجب مرد پر حد جاری ہو جائی گی ۔[۵۵] البتہ عدم علم کے سبب دخول

---

(۵۳) محیط بحوالہ فتاویٰ عالمگیری (عربی) جلد ثانی ، صفحہ ۷ ۔

(۵۴) ولا باس بان یجمع امرأة و ابنة زوج کان لها من قبل ۔ (قدوری ، قرآن محل کراچی ، صفحہ ۱۴۸) ۔
(ردالمحتار ، جلد ۲ صفحہ ۲۹۲) ۔
(مجمع الانہر ، جلد ۱ صفحہ ۳۲۶) ۔

(۵۵) فتح القدیر ، جلد ۳ ، کتاب الحدود ۔

marfat.com

کے بعد ایسے نکاح پر نکاح فاسد کے احکام مرتب ہوں گے ۔

مشرکہ سے نکاح

۳۲۔ کسی مسلمان مرد کا ایک مشرکہ یا بت پرست عورت سے نکاح حرام ہے :

مگر شرط یہ ہے کہ وطی بالشبہ کی بناء پر نکاح فاسد کے احکام مرتب ہوں گے ۔ فساد ظاہر ہو جانے پر ان میں تفریق کرنا واجب ہوگا۔ اگر فساد ظاہر ہو جانے پر وہ خود تفریق اختیار نہ کریں تو عدالت ان میں تفریق کرائے گی اور سزا دینے کی مجاز ہوگی ۔

تشریح

خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں ''لا تنکحوا المشرکات حتی یومن'' (نہ کرو نکاح مشرک عورتوں سے تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لے آئیں) کہہ کر مسلمان مردوں کو مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت فرمائی ہے[۵۶] ۔

تمام کتب فقہ حنفیہ میں مجوسی اور بت پرست عورتوں کے ساتھ نکاح کو ناجائز لکھا ہے اسی طرح ستارہ پرست عورتوں سے جو آسمانی کتاب کا اقرار نہ کرتی ہوں نکاح کو ناجائز لکھا ہے[۵۷]۔ ہدایہ میں بھی مجوسی عورت سے نکاح کو ناجائز لکھا ہے[۵۸]۔ اسی طرح فتاویٰ قاضی خان میں بھی مشرکہ سے نکاح ناجائز لکھا ہے[۵۹]۔ کنزالدقائق میں ایسے نکاح کو حرام لکھا ہے[۶۰]۔

---

(۵۶) سورۂ بقر رکوع ۲۷ آیت ۵۔
لا یحل نکاح الوثنیات ولا المجوسیات ولا الصائبات اللاتی یعبدن الکواکب ولا یومن بکتاب منزل ۔ (احکام الشرعیۃ فی الاحوال الشخصیۃ ' مصر' دفعہ ۳۲) ۔

(۵۷) قدوری ' قرآن محل کراچی صفحہ ۱۴۸ ۔

(۵۸) ہدایہ (عربی) مطبع مجتبائی ' دہلی ' کتاب النکاح ' صفحہ ۲۹۰ ۔

(۵۹) فتاویٰ قاضی خان ' مطبع مصطفائی ہند ' جلد اول ' صفحہ ۱۶۹ ۔

(۶۰) و حرم تزوج . . . والمجوسیۃ والوثنیۃ (کنزالدقائق ' مطبع مجتبائی دہلی ' صفحات ۹۹-۹۸) ۔

marfat.com

حالیہ مؤلفین میں محمد یوسف نے اپنی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ پر مشرک یا بت پرست عورت سے نکاح کو ناجائز لکھا ہے البتہ ولسن نے لکھا ہے کہ ''اگر کسی مسلم مرد کا کسی مشرکہ عورت سے نکاح ہو جائے تو من ابتداء باطل (Void Ab initio) نہ ہوگا بلکہ فاسد ہوگا اور اگر مجامعت ہوئی ہو تو زوجہ مہر (مقررہ یا مثل جو کم ہو) پانے کی مستحق ہوگی اور اولاد جائز ہوگی[۶۱] - ملا نے بھی مقدمہ احسان حسن بنام پنا لال مندرجہ اے آئی آر ، ۱۹۲۸ع پٹنہ ۱۹ کا حوالہ دیتے ہوئے مشرکہ سے نکاح کو محض فاسد لکھا ہے[۶۲] - البتہ نواب سر عبدالرحمٰن نے بت پرست عورت سے نکاح کو باطل لکھا ہے[۶۳] -

بیلی (صفحہ ۴۰) نے بھی ایسے نکاح کو ناجائز لکھا ہے لیکن صفحہ ۱۵۳ پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ تعلق فی نفسہ ناجائز نہیں بلکہ اس تعلق پر جو اعتراض ہے وہ مذہب کی تبدیلی سے دور ہو سکتا ہے -

جسٹس امیر علی کی رائے میں ایک مسلم مرد اپنا نکاح ہندو عورت سے کر سکتا ہے وہ اس ضمن میں مسلم بادشاھوں کی مثال بھی دیتے ھیں جنھوں نے راج پوت عورتوں سے نکاح کیے - ان کے نزدیک مشرکہ سے نکاح کی ممانعت اپنی نوعیت اور اثر کے اعتبار سے اضافی (Relative) ہے اور نکاح کے بطلان کو ظاھر نہیں کرتی لھذا اگر کوئی مسلمان مرد کسی مشرک عورت سے نکاح کر لے تو وہ محض فاسد ہوگا اور اولاد کی صحیح النسبی پر کوئی اثر نہ پڑے گا ، کیوں کہ مشرکہ عورت کسی بھی وقت اسلام قبول

(۶۱) اے ڈائجسٹ آف اینگلو محمڈن لاء ، چھٹا ایڈیشن ، صفحہ ۱۱۴ -
(۶۲) پرنسپلز آف محمڈن لاء ، پندرھواں ایڈیشن ، صفحہ ۲۲۷ -
(۶۳) انسٹی ٹیوٹس آف مسلمانز لاء آرٹیکل نمبر ۱۳۴ ، صفحہ ۸۲ -

marfat.com

کر سکتی ہے جس سے امتناع فوری طور پر دور ہو جائے گا اور نکاح صحیح ہو جائے گا[٦٣]۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ امتناع جس کے دور ہونے کا امیر علی ذکر کرتے ہیں کیا ہے؟ یقیناً وہ امتناع عورت کا مشرکہ ہونا ہے جو نکاح میں مانع ہے۔ جب امتناع شرک کا ہے تو وہ نکاح سے پہلے دور ہونا چاہیے یا بعد میں؟

یہاں یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اسلام میں مشرکہ کنیز سے مجامعت بھی ناجائز ہے[٦٤]۔ جب مشرک کنیز سے مجامعت بھی ناجائز ہے تو ایک مشرک عورت کے بغیر اس کے ایمان لائے نکاح کا جواز کیوں کر پیدا ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں صراحتاً مشرکہ عورتوں سے نکاح کی ممانعت کی گئی ہے، تاآنکہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ چنانچہ ایمان لانا مقدم شرط ہے۔

عدالتی نقطۂ نظر:

جہاں تک ہند و پاکستان کی عدالتوں کا تعلق ہے ان کا رجحان مشرکہ سے نکاح کو فاسد قرار دینے کی طرف ہے چنانچہ مقدمہ محولہ بالا احسان حسن بنام پنا لال میں ایک ہندو عورت نے اسلام لائے بغیر ایک مسلمان مرد سے شادی کر لی اور اس سے کئی بچے پیدا ہوئے، پٹنہ ہائی کورٹ نے یہ قرار دیا کہ نکاح فاسد ہے اور بچے جائز ہیں[٦٦]۔

در اصل یہ حکم دخول کی بناء پر ہے چنانچہ تمام ائمہ اس پر متفق ہیں کہ ایسی صورت میں فریقین میں تفریق

---

(٦٣) محمڈن لاء، پانچواں ایڈیشن، صفحہ ۲۸۲ -
(٦٥) فتاویٰ عالمگیری، جلد ثانی، صفحہ ۸ -
رد المحتار، جلد ۲، صفحہ ۲۹۷ -
(٦٦) اے - آئی - آر، ۱۹۲۸ع پٹنہ ۱۹ -

marfat.com

کرانا واجب ہوگا۔ جائز النسبی کا حکم اس بناء پر ہے کہ فعل جماع زنا کی تعریف میں نہیں آتا اور چونکہ اولاد کا نسب مرد سے ثابت ہوتا ہے اور چونکہ مرد مسلمان ہے اس لیے نسب کو جائز قرار دیا گیا ہے کیونکہ صورتاً نکاح پایا گیا ہے۔

غیر مسلم سے نکاح

۳۳۔ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر، مشرک کتابی یا غیر مسلم مرد سے مطلقاً حرام ہے۔

تشریح

خداوند تعالیٰ نے سورۂ بقر کے چھبیسویں رکوع میں فرمایا ہے ''ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا'' یعنی مشرک مردوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔

تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک مسلمان عورت کا مشرک مرد سے نکاح جائز نہیں ہے[۶۷]۔ یہ حکم دخول اور بے دخولی دونوں صورتوں میں متعلق ہوگا۔ چنانچہ نکاح کے بعد دخول کی صورت میں نہ اولاد کا نسب ثابت ہوگا اور نہ عورت پر عدت کیوں کہ وہ فعل حرام ہوگا اور نکاح ہر صورت میں باطل قرار پائے گا[۶۸]۔ بیلی نے ایسے نکاح کو مسلمان مرد کا مشرکہ سے نکاح کی صورت پر قیاس کر کے فاسد لکھا ہے[۶۹] جو غلط نظریہ پر مبنی ہے۔

یہاں ایک اشتنباہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلم مرد کے مشرکہ سے نکاح اور غیر مسلم مرد سے مسلمہ کے نکاح میں احکام میں فرق اور امتیاز کیوں روا رکھا گیا ہے جبکہ ہر دو قرآنی آیات[۷۰] کے

---

(۶۷) لا یجوز تزوج المسلمة من مشرک ولا کتابی کذا فی سراج الوهاج (فتاویٰ عالمگیری ، جلد ثانی ۸ ، عربی)۔

(۶۸) نکح کافر مسلمة فولدت منه لا یثبت النسب منه ولا تجب العدة لانه نکاح باطل (درالمختار بر حاشیه رد المحتار ، جلد ۲ ، باب ثبوت النسب ، صفحه ۶۵۰)۔

(۶۹) ڈائجسٹ آف محمڈن لاء ، صفحه ۱۵۳۔

(۷۰) ''لاتنکحوا المشرکات حتی یومن'' اور ''لاتنکحوا المشرکین حتی یومنوا''

marfat.com

الفاظ یکساں ہیں ؟

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اگرچہ ہر دو قرآنی آیات کے الفاظ یکسانیت رکھتے ہیں لیکن جب ان پر عمل کیا جاتا ہے تو فقہی نقطۂ نظر سے اس کے متفرع احکام میں قدرتی طور پر عملاً فرق واقع ہو جائے گا کیوں جب مرد۔مسلم ہو اور عورت مشرکہ، تو آنحضرت رسول صلعم کی حدیث کے پیش نظر کہ ''بچہ والدین میں سے جو بہتر دین والا ہوگا اس کا تابع ہوگا'' بچہ کو باپ کا تابع قرار دیا جائے گا نیز نسب ثابت کرنے کی ضرورت بھی پیش آئے گی اس لیے نکاح فاسد کے احکام متعلق کر کے مہر، نفقہ اور عدت وغیر کے احکام مرتب ہوں گے۔ لیکن جب مرد غیر مسلم اور عورت مسلمہ ہو تو احکام میں لازماً فرق واقع ہو جائے گا کیونکہ اسلامی نقطۂ نظر سے یہ امر مسلّم ہے کہ اسلام کو دیگر مذاہب پر برتری حاصل ہے لہذا مرد کے غیر مسلم ہونے کے سبب اس کو مسلمہ عورت پر دینی برتری حاصل نہیں بلکہ دین کے اعتبار سے عورت مرد سے برتر ہے اس لیے بچے کو ثابت النسب قرار دینے سے ایک غیر مسلم کو ایک مسلمہ پر فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ اس بناء پر نکاح کو صورتاً منعقد تصور نہ کیا جائے گا، کیونکہ مسلمہ عورت کا غیر مسلم مرد کے مقابلہ میں حقیر ہونا اسلامی مقتضیات کے خلاف ہے۔

۴۴۔ کسی مسلمان مرد کا منکوحۂ غیر سے باوجود علم کے نکاح کرنا حرام ہے: منکوحۂ غیر سے نکاح

مگر شرط یہ ہے کہ منکوحۂ غیر سے بلا علم نکاح کی صورت میں اگر دخول ہو گیا ہو تو نکاح فاسد کے احکام مرتب ہوں گے۔ البتہ فساد ظاہر ہو جانے کے بعد ان پر تفریق واجب ہوگی۔ اگر فریقین خود تفریق اختیار نہ کریں تو عدالت ان میں تفریق کرا دے گی اور انہیں سزا دینے کی مجاز ہوگی۔

marfat.com

تشریح

کسی کی منکوحہ عورت سے نکاح کی ممانعت قرآن پاک میں ''والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم'' کے الفاظ میں آئی ہے ۔

امام رازی کا نقطہ نظر :

امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ''والمحصنت'' کا لفظ ''حرمت علیکم'' کے الفاظ کا اسی طرح تابع ہے جس طرح ''امہاتکم'' کا لفظ ''حرمت علیکم'' کا تابع ہے ۔ بالفاظ دیگر امام رازی کی رائے میں کسی دوسرے کی بیوی سے نکاح کرنا اسی طرح حرام ہے جس طرح کسی کا اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرنا ۔

ائمۂ اربعہ کی رائے :

ائمعہ اربعہ میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس عورت کا نکاح کسی مرد کے ساتھ کیا جائے اس کا دوسرے کے نکاح سے آزاد ہونا ضروری ہے یعنی کسی دوسرے کے عقد میں نہ ہو ۔ کیونکہ عورت کے لیے بوقت نکاح موزوں ذات (Fitting subject) ہونا ضروری ہے ۔ اگر وہ عورت کسی ایک کے عقد میں ہے تو پھر وہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کے لیے کیونکر موزوں ذات (Fitting Subject) ہو سکتی ہے؟ نیز یہ کہ جب پہلے شوہر کا حق اس پر قایم ہو تو دوسرے شوہر کا حق کیونکر قایم ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ قانوناً یہ ممکن نہیں ہے کہ دونوں شوہر بیک وقت ایک عورت پر اپنا حق قایم رکھ سکیں ۔[۷۱] چنانچہ کسی مسلمان مرد کے لیے کسی دوسرے کی زوجہ سے نکاح

(۷۱) منکوحة الغیر فهی غیر محل او لا یمکن اجتماع ملکین فی آن واحد علی شئی واحد فالعقد لم یوثر ملکا فاسداً ۔ (رد المحتار ، جلد ۲ ، باب العدة ، صفحه ۶۲۴) ۔

marfat.com

کرنا حرام ہے ۔[۴۲]

قانون نافذ الوقت :

تحت قانون نافذ الوقت دفعہ ۴۹۴ تعزیرات پاکستان ایسی عورت جو ایک شوہر کی موجودگی میں دوسرے شخص سے نکاح کر لے دو زوجی (Bigamy) کے جرم کی مرتکب ہوگی ۔

بمقدمہ لیاقت علی بنام کریم النساء[۴۳] یہ قرار دیا گیا کہ اگر کوئی مسلم شادی شدہ عورت اپنے شوہر کی حیات میں کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لے تو ایسا نکاح باطل ہوگا اور اولاد ناجائز ۔

استثناء :

اس ضمن میں صرف یہ استثنا ہے کہ اگر وہ نکاح بلا اس علم کے منعقد ہوا ہو کہ وہ عورت کسی دوسرے شخص کی زوجہ ہے اور مرد نے عورت سے صحبت کر لی ہو تو اس صورت میں اس پر بر بنائے وطی (نہ کہ بربنائے نکاح) نکاح فاسد کے احکام مرتب ہوں گے جو حقیقت میں وطی بالشبہ کے احکام ہیں ۔ اسی بناء پر تمام ائمہ اس پر متفق ہیں کہ علم ہوتے ہی طرفین جدائی اختیار کر لیں اگر انہوں نے جدائی اختیار نہ کی تو عدالت ان میں تفریق کرا دے گی ۔

چار بیویوں کی موجودگی میں پانچواں نکاح

۳۵۔ کسی مسلمان مرد کا چار بیویوں کی موجودگی میں پانچواں نکاح باطل ہے ۔

---

(۴۲) " ولا یجوز للرجل ان یتزوج زوجۃ غیرہ " (سراج الوہاج بحوالہ فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی صفحہ ۷) ۔
"ولا یجوز التزوج بزوجۃ الآخر" (المادہ ۳۸ ، قانون الاحوال الشخصیۃ شام) ۔
"یحرم نکاح زوجۃالغیر" (المادہ ۲۷) الاحکام الشرعیہ فی الاحوال الشخصیۃ مصر ،

(۴۳) آئی ۔ ایل ۔ آر ۱۵ ، الہ آباد ، صفحہ ۳۹۶ ۔

marfat.com

تشریح

شرع اسلام میں ایک مسلمان کو چار شادیاں تک کرنے کی اجازت ہے۔ خواہ یکے بعد دیگرے کی جائیں خواہ ایک ساتھ۔ یہ اجازت قرآن پاک کی چوتھی سورۃ کے پہلے رکوع کی تیسری آیت میں ''فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربع'' کے تحت کی گئی ہے لیکن قرآن پاک میں ساتھ ہی یہ ہدایت بھی نازل کی گئی ہے کہ ''فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ'' (یعنی اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ تم ان میں عدل قایم نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی پر اکتفا کرو)

تمام ائمہ اس پر متفق ہیں کہ اسلام میں بیک وقت چار عورتوں کو نکاح میں رکھنے کی اجازت ہے۔ بالفاظ دیگر چار سے زائد بیویوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ ابن شہاب زہری نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے ایک شخص سے جس کے پاس ۱۰ بیویاں تھیں فرمایا کہ ''چار بیویوں کو روک لو اور باقی کو جدا کر دو''۔[۴۳] یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب قبیلہ ثقیف کے لوگ اسلام لے آئے تھے۔

فتاویٰ قاضی خاں مطبع مجتبائی ہند صفحہ ۱۶۸ پر لکھا ہے کہ

---

(۴۳) ''اخبرنا ابن شہاب قال بلغنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لرجل من ثقیف و کان عندہ عشر نسوۃ حین اسلم الثقفی فقال لہ امسک منہن اربعاً و فارق سائرھن'' (موطا ، امام محمد، عربی - اردو ، قرآن محل کراچی ، صفحہ ۲۳۲)۔

marfat.com

اگر کوئی آزاد مسلمان مرد یکے بعد دیگرے پانچ عورتوں سے نکاح کرتا ہے (اور ان پانچوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھتا ہے) - تو پہلے چار نکاح صحیح ہیں مگر پانچواں نکاح ناجائز ہوگا اور اگر وہ پانچوں عورتوں کو بیک وقت نکاح میں لاتا ہے تو پانچوں نکاح فاسد ہوں گے -[۷۵]

یہاں اصل میں ''فسد'' کی اصطلاح ''بطل'' کے معنی میں استعمال ہوئی ہے لہذا پانچوں نکاح باطل اور قانوناً بے اثر ہوں گے -

نواب سر عبدالرحمٰن نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے کہ چار بیویوں میں سے ایک کو طلاق دی جائے اور اس کی عدت پوری ہو جائے پانچویں عورت سے نکاح باطل ہے -[۷۶]

اس کے برخلاف بیلی اور امیر علی پانچویں نکاح کو فاسد قرار دیتے ہیں ان کے خیال میں یہ امتناع (Prohibition) اضافی (Relative) ہے جو چار بیویوں میں سے کسی ایک کو طلاق دے کر علیحدہ کر دینے یا چاروں میں سے کسی ایک کی وفات واقع ہو جانے کی صورت میں کسی بھی وقت دور ہو سکتا ہے چنانچہ امتناع کے دور ہونے پر فساد دور ہو جائے گا اور نکاح من ابتداء صحیح (Valid abinitio) ہو جائے گا -[۷۷]

بیلی اور امیر علی کے اتباع میں ملا نے بھی پانچویں نکاح

---

(۷۵) و اذا تزوج الحر خمساً علی التعاقب جاز النکاح الاربع الاول ولا یجوز نکاح الخامسة وان تزوج خمسا فی عقدة فسد نکاح الکل (فتاویٰ قاضی خان صفحہ ۱۶۸) -
(بحرالرایق ' جلد ۳ ' صفحہ ۱۸۱) -
رد المحتار ' جلد ۲ ' باب المہر صفحہ ۳۵۹ -
(۷۶) انسٹی ٹیوٹس آف مسلمانز لا ' آرٹیکل ۱۳۴ -
(۷۷) محمڈن لا ' سید امیر علی ' پانچواں ایڈیشن ' باب ۶ ' صفحہ ۲۸۰ -

marfat.com

کو فاسد لکھا ہے ۔[۴۸] یہی صورت طیب جی اور سکسینہ کی بھی ہے جو بیلی اور امیر علی کی پیروی میں پانچویں نکاح کو فاسد کہتے ہیں ۔

بیلی اور امیر علی نے دراصل ایک فارمولا وضع کیا ہے جو دائمی اور عارضی موانع کا ہے ۔ اس کا تفصیلی ذکر اجتماع خواہرین کے سلسلے میں کیا جا چکا ہے ۔ اگر بیلی اور امیر علی کے نقطۂ نظر کو تھوڑی دیر کے لیے صحیح مان لیا جائے تو اس سے مضحکہ خیز نتائج برآمد ہوں گے مثال کے طور پر یہ تعداد پانچ کے بجائے آٹھ یا اس سے زائد (مثلاً سو ، دو سو) بھی ہو سکتی ہے ۔ امیر علی کے خیال کے مطابق ایسے سب نکاح فاسد ہوں گے کیونکہ شوہر کسی بھی وقت بقیہ بیویوں کو طلاق دے کر چار کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے یا چار کے سوائے سب بیویاں مر سکتی ہیں اور امتناع خود بخود دور ہو جانے سے نکاح صحیح ہو جائیں گے ۔

ایک اعتراض :

لیکن فرض کیجیے کہ وہ مرد کسی بیوی کو طلاق نہیں دیتا اور سب کے ساتھ مجامعت کرتا ہے اور ہر ایک سے اولاد پیدا ہوتی ہے اور کوئی زوجہ اس کو داغ مفارقت دے کر اس دینا سے رخصت نہیں ہوتی بلکہ وہ مرد خود ہی ان سب کو جیتا جاگتا چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو پانچویں بیوی یا چار سے زائد بیویوں کی (جن کی تعداد ۸ یا اس سے بھی متجاوز ہو سکتی ہے) کیا حیثیت ہوگی ؟ بیلی اور امیر علی کے نقطۂ نظر کے مطابق اول چار کے علاوہ باقی سب نکاح فاسد ہوں گے

---

(۴۸) دی پرنسپلز آف محمڈن لا ، پندرھواں ایڈیشن ، دفعہ ۲۵۵ ، صفحہ ۲۲۵ ۔

marfat.com

اولاد جائز اور ترکہ کی مستحق ہوگی مگر اول چار بیویوں کے مقابلے میں مابعد بیویوں کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

تجزیہ :

قرآن پاک نے چار بیویوں کی حد مقرر کر دی ہے اور نکاح فاسد کے پردے میں یہ حد ایک مذاق بن کر رہ جاتی ہے۔ حقیقت میں چار بیویوں کی موجودگی میں پانچویں عورت سے نکاح باطل کے درجہ میں ہے لیکن شبہ فی الفعل یا فی المحل کے سبب وطی کی صورت میں اس پر نکاح فاسد کے احکام مرتب ہوں گے جو دراصل وطی بالشبہ کے احکام ہیں اور اسی بناء پر عدالت طرفین میں تفریق کرا دے گی۔

جہاں تک عدالتوں کا تعلق ہے لاہور ہائی کورٹ نے بمقدمہ مسماۃ اللہ دی بنام سرکار میں یہ قرار دیا کہ ایسا نکاح باطل نہیں ہے۔[۶۹] لیکن یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ شبہ فی الفعل یا فی المحل پایا گیا ہو۔

۳۶۔ معتدۂ غیر سے دوران عدت نکاح باطل ہے : معتدۂ غیر سے نکاح

مگر شرط یہ ہے کہ معتدہ غیر سے بلا علم نکاح کی صورت میں وطی بالشبہ کی بناء پر نکاح فاسد کے احکام مرتب ہوں گے البتہ فساد ظاہر ہو جانے کے بعد اُن پر تفریق واجب ہوگی۔ اگر فریقین خود تفریق اختیار نہ کریں تو عدالت ان میں تفریق کرائے گی اور سزا دینے کی مجاز ہوگی۔

تشریح

معتدۂ غیر سے نکاح کے سلسلے میں قرآن پاک کا انداز بیان اگرچہ بیانیہ ہے لیکن اپنے اندر ایک حکمی نوعیت رکھتا

(۶۹) اے۔ آئی۔ آر ۱۹۲۸ء لاہور صفحہ ۸۴۴۔

marfat.com

ہے چنانچہ ''یتربّصن بانفسھن'' کہہ کر خداوند تعالی نے ایسی عورتوں کو اپنے نفس کو روکے رکھنے کا حکم دیا ہے اور نکاح سے باز رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔[۸۰]

عدت میں نکاح کرنے کے سلسلے میں ابن شہاب ، سعید بن مسیب اور سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ طلحہ بن عبداللہ کی بیٹی رشید ثقفی کے نکاح میں تھیں رشید ثقفی نے ان کو طلاق دے دی تو عدت ھی میں ابو سعید بن منبہ یا ابوالجلاس بن منبہ سے (ان کی لڑکی نے) نکاح کر لیا ۔ اس پر حضرت عمر نے ان دونوں کو تادیباً درے لگائے اور ان کے درمیان تفریق کرا دی ۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ جس عورت نے عدت میں نکاح کر لیا اگر شوھر نے جماع نہ کیا ھو تو ان دونوں کو جدا کر دیا جائے اور وہ پہلے شوھر کی بقیہ عدت کو پوری کرے ۔ اب دوسرا شوھر بمنزلہ دوسرے لوگوں کے اپنا پیغام (منگنی) بھیجے گا اور وہ عورت اس سے چاھے تو نکاح کر سکتی ہے اور اگر دوسرے شوھر نے جماع کر لیا ھو تو ان کو جدا کر دیا جائے اور وہ عورت پہلے شوھر کی بقیہ عدت کو پوری کرے پھر دوسرے کی عدت کو پوری کرے لیکن دوسرے شوھر سے کبھی نکاح نہ کرے ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ شوھر اس عورت سے جماع کر لے تو اس عورت کو مہر ملے گا اس لیے کہ اس کی شرم گاہ سے فائدہ اٹھایا گیا ہے اور جب وہ پہلے شوھر کی عدت گزار لے تو اس سے دوسرا شادی کر سکتا ہے ۔ امام محمد نے فرمایا ہے کہ مجھے معلوم ھوا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے حضرت علی بن

---

(۸۰) ''ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب اجله''۔

marfat.com

ابی طالب کے قول کی طرف رجوع کیا تھا ۔ امام محمد نے فرمایا ہے کہ اسی پر ہمارا عمل ہے ۔ امام ابو حنیفہ اور اکثر حنفی فقہاء کی بھی یہی رائے ہے ۔[۸۱]

فتاوٰی عالمگیری میں معتدہ غیر سے نکاح کا ذکر منکوحہ غیر سے نکاح کے ساتھ کیا گیا ہے اور ایسے نکاح کو ناجائز لکھا ہے ۔[۸۲] ہدایہ میں بھی لکھا ہے کہ ایک اجنبی شخص کے لیے معتدہ غیر سے نکاح بہ دوران عدت ممنوع ہے ۔ کیونکہ اس سے نسب اولاد شبہ میں پڑ سکتا ہے ۔ فتاوٰی قاضی خان میں بھی منکوحہ یا معتدہ غیر سے نکاح کو ناجائز لکھا ہے ۔[۸۳]

موجودہ مصری اور شامی قوانین کے تحت منکوحہ غیر سے نکاح اور معتدہ غیر سے اس کی عدت کے ختم ہونے کے پہلے نکاح کرنا حرام ہے ۔ خواہ وہ عدت طلاق کے سبب ہو یا شوہر کی وفات کے سلسلے میں ہو ۔ یا وہ عدت نکاح فاسد یا وطی بالشبہ کے سبب تفریق واقع ہونے کی بناء پر ہو ۔[۸۴]

حالیہ مولفین میں عبدالرحمٰن[۸۵] نے ایسے نکاح کو باطل اور

---

(۸۱) موطا امام محمد (عربی۔اردو)مطبوعہ قرآن محل کراچی' صفحہ ۲۳۹-۲۴۰ ۔

(۸۲) لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ و کذالک المعتدة (السراج الوھاج بحوالہ فتاوی عالمگیری کتاب النکاح باب ثالث فی بیان المحرمات ' صفحہ ۷) ۔ لا یجوز للرجل ان یتزوج المعتدة سواء کانت العدة عن طلاق او وفاة او دخول فی نکاح فاسد او شبھة نکاح (البدائع و الصنائع بحوالہ فتاوی عالمگیری ' کتاب النکاح ' باب ثالث فی بیان المحرمات صفحہ ۷) ۔

(۸۳) فتاوٰی قاضی خان ' (عربی) جلد ۱ ' صفحہ ۱۶۹ ۔

(۸۴) یحرم نکاح زوجة الغیر و معتدة قبل انقضاء عدتھا سواء کانت معتدة لطلاق او وفاة او فرقة من نکاح فاسد او وطء بالشبھة ۔ (مادہ ۲۷ ' احکام الشرعیة فی الاحوال شخصیة ' مصر) ۔

(۸۵) انسٹی ٹیوٹس آف مسلمانز لا ۔

marfat.com

فی نفسہ کالعدم لکھا ہے لیکن بیلی[86] ولسن[87] ملا[88] اور امیر علی[89] معتدہ غیر سے نکاح کو فاسد قرار دیتے ہیں ۔ امیر علی اگرچہ معتدہ غیر سے نکاح کو فاسد قرار دیتے ہیں اور اولاد کو جائز مگر عدت گزرنے کے بعد رشتہ زوجیت کو جاری رکھنے کی صورت میں از سر نو نکاح کو ضروری قرار دیتے ہیں ۔ امیر علی اس ضمن میں متضاد بیانات کے شکار نظر آتے ہیں چنانچہ اگر زمانۂ عدت میں نکاح فاسد ہے اور فساد انقضائے عدت سے دور ہو جاتا ہے اور نکاح درست ہو سکتا ہے تو پھر نئے نکاح کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی ؟

جہاں تک عدالتوں کا تعلق ہے صدر دیوانی عدالت مدراس صفحہ ۱۵۷ میں ایسے نکاح کو باطل قرار دیا گیا ۔[90] بمقدمہ مسماۃ بخت بی بی بنام قایم دین یہ قرار دیا گیا کہ معتدہ غیر سے نکاح ناجائز ہے اور مجامعت اس کو درست نہیں کر سکتی ۔[91] بمقدمہ مسماۃ رورو بنام باغ سنگھ ایسے نکاح کو کلیۃً بے اثر قرار دیا گیا لیکن اولاد کو جائز اور عورت کو مہر کا مستحق بھی قرار دیا ۔[92] بمقدمہ جھنڈو بنام حسین بی بی دوران عدت نکاح کو باطل قرار دیا گیا ۔[93]

ہمارے نزدیک معتدۂ غیر سے نکاح باطل ہے ۔ ایسی عورت کو

---

(۸۶) ڈائجسٹ آف محمڈن لا ، صفحہ ۱۵۳ ۔
(۸۷) ڈائجسٹ آف اینگلو محمڈن لا ، صفحہ ۱۱۳ ۔
(۸۸) پرنسپلز آف محمڈن لا ، پندرھواں ایڈیشن ، دفعہ ۲۵۷ ، صفحہ ۲۲۵ ۔
(۸۹) محمڈن لا ، پانچواں ایڈیشن ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۳۹ ، ۳۴۹ ۔
(۹۰) بحوالہ مکناٹن ، ۵۶۶ ۔
(۹۱) اے ۔ آئی ۔ آر ۱۹۳۴ع لاھور ۹۰۷ ۔
(۹۲) اے ۔ آئی ۔ آر ۱۹۳۵ع لاھور ۲۳ ۔
(۹۳) آئی ۔ ایل ۔ آر ۴ ، لاھور ، صفحہ ۱۹۲ ۔

marfat.com

نہ صرف نکاح سے منع کیا گیا ہے بلکہ قرآن پاک میں دوران عدت ''لاتعزمواعقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب اجله'' کہہ کر وعدۂ نکاح یا منگنی وغیرہ سے بھی منع کیا گیا ہے۔[۹۴]

موطاء امام‌مالک میں قاسم بن محمد کی روایت سے ایک حدیث بیان کی گئی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عدت کے دوران میں کسی شخص کا معتدۂ غیر سے نکاح کرنے کی خواهش کا اظہار بھی ممنوع ہے۔[۹۵]

حقیقت میں معتدہ غیر سے نکاح باطل ہے اور اس سے دخول کی صورت میں نسب ثابت نہیں ہوگا لیکن اگر نکاح کے وقت یہ علم نہ ہو کہ عورت معتدہ غیر ہے اور اس سے دخول کر لیا تو وطی بالشبہ کی بناء پر نکاح فاسد کے احکام مرتب ہوں گے لیکن فساد ظاہر ہو جانے کے بعد طرفین پر تفریق واجب ہوگی۔

مطلّقہ ثلاثہ سے نکاح

۳۷۔ مطلقہ ثلاثہ کا بغیر حلالہ کرائے اپنے سابق شوہر سے نکاح جدید حرام ہے۔

تشریح

مطلقہ ثلاثہ لغوی معنی میں اس عورت کو کہتے ہیں جس کو تین طلاقیں دی جا چکی ہوں۔ فقہی اصطلاح میں مطلقہ ثلاثہ اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کو تین طلاقیں دی گئی ہوں، خواہ ایک وقت میں یا مختلف اوقات میں خواہ ایک لفظ سے (مثلاً تجھ کو تین طلاقیں دیں) یا تین لفظوں سے (مثلاً میں نے تجھ کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی)۔ تین طلاقوں کے بعد عورت اس

(۹۴) سورة البقرة آیت ۲۳۵

(۹۵) موطا امام مالک (عربی۔ اردو) مطبوعہ کراچی، صفحہ ۴۳۵۔

marfat.com

مرد کے لیے حرام ہو جاتی ہے اس سے نہ رجوع کا حق باقی رہتا ہے اور نہ عدت گزرنے پر عقد ثانی کا۔ البتہ اگر کسی عورت کو دو طلاقیں دی گئی ہوں تو مرد کو دوران عدت رجوع کا حق حاصل رہتا ہے۔

قرآن پاک میں آیا ہے ''الطلاق مرتان فامساک بمعروف أوتسریح باحسان''[۹٦] یعنی یہ طلاق (جس کے بعد رجوع جائز ہے) دو مرتبہ ہے پھر یا تو معروف طریقہ پر روک لینا ہے یا خوش اسلوبی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

اس آیت کی رو سے ایک مرد ایک رشتہ نکاح میں اپنی بیوی پر زیادہ سے زیادہ دو مرتبہ طلاق رجعی کا حق استعمال کر سکتا ہے۔ چنانچہ جو شخص اپنی زوجہ کو دو مرتبہ طلاق دے کر اس سے رجوع کر چکا ہو وہ جب کبھی اس کو تیسری بار طلاق دے گا تو وہ عورت اس سے کلی طور پر جدا ہو جائے گی۔ بالفاظ دیگر ایک طلاق یا دو طلاق دینے کی صورت میں شوہر کو یہ حق حاصل رہتا ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے جب چاہے رجوع کر لے اور عدت گزر بھی جائے تب بھی باھمی رضامندی سے مرد و عورت دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ لیکن تیسری بار طلاق دینے کے بعد نہ مرد کو حق رجوع رہتا ہے اور/نہ ہی دونوں آپس میں دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں الا یہ کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے اور وہ اسے بعد صحبت طلاق دے دے۔ یا فوت ہو جائے تب عدت گزرنے کے بعد وہ مرد اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں مرد دیگر سے نکاح کرنے کی قید خود

---

(۹٦) سورۃ البقرہ، آیت ۲۲۹۔

marfat.com

قرآن کی آیت ''فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره''[۹۷] کے تحت لگائی گئی ہے ۔

اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مشرکین عرب میں طلاق کی کوئی حد نہ تھی ، مرد جس قدر طلاقیں چاہتا اپنی زوجہ کو دیتا رہتا اور عدت گزرنے سے پہلے رجوع کر لیا کرتا اور اس طرح عورت کو معلّق رکھ کر ستایا کرتا تھا ۔ اس صورت حال کو بدلنے کی غرض سے یہ آیات نازل ہوئیں جن سے تین سے زیادہ طلاقیں دینے کا امکان نہ رہا نیز تیسری طلاق کے بعد بدون حلالہ رجوع کرنے کا حق بھی باقی نہ رہا ۔[۹۸]

قرآن کریم کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ گھڑی گھڑی طلاق دیتے ہیں اور عدت کے اندر رجوع کرلیتے ہیں ان کو ایسا کرنے سے باز رکھا جائے ۔ اگر کوئی مرد ایک یا دو بار اپنی زوجہ کو طلاق دے کر دوران عدت اس سے رجوع کر چکا ہے تو تیسری دفعہ طلاق دیے جانے کی صورت میں وہ عورت اس کے لیے حرام ہو جائے گی اور اگرچہ مرد و عورت باہم پھر نکاح کر لینے پر راضی بھی ہوں تب بھی نکاح نہ ہو سکے گا، الاّ یہ کہ وہ عورت اپنا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرے اور پھر وہ شخص اسے طلاق دے دے یا فوت ہو جائے تب اگر پہلا شوہر اور وہ عورت یہ خیال کریں کہ وہ حدود اللہ پر قایم رہیں گے تو پھر وہ اپنا نکاح کر سکتے ہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک ہی وقت میں تین طلاق دیے جانے کی صورت میں طلاق دینے والے سے بحلف

(۹۷) سورہ البقرہ ، آیت ۲۳۰ ۔
(۹۸) تفسیر ابن کثیر ۔

marfat.com

شرعی دریافت کیا جاتا تھا اگر وہ کہتا کہ میری نیت ایک طلاق دینے کی تھی (اور تین کا لفظ یا تین بار طلاق، طلاق، طلاق کے الفاظ میں نے تاکید کی غرض سے استعمال کیے تھے) تو ایک طلاق رجعی کا حکم دیا جاتا تھا اور اگر اس کی نیت تین طلاق کی ہوتی تھی تو تین شمار کی جاتی تھیں ۔

چنانچہ حضرت محمود بن لبید سے روایت بیان کی جاتی ھے کہ رسول اللہ صلعم کو بتایا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین اکٹھی طلاقیں دی ھیں ۔ آپ غضبناک ھو کر کھڑے ھو گئے اور فرمایا کیا خدا کی کتاب کے ساتھ کھیلا جاتا ھے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ھوں ۔[۹۹]

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے جب یہ دیکھا کہ لوگوں نے طلاق کو ایک کھیل بنا لیا ھے تین طلاقیں دے دیتے ھیں اور جب دیکھتے ھیں کہ بیوی ھاتھ سے گئی تو کہہ دیتے کہ ھماری نیت تو ایک طلاق رجعی تھی اور اس طرح شریعت کی اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھایا جا رھا ھے تو آپ نے ایک وقت میں دی جانے والی تین طلاقوں کو طلاق بائن کے حکم میں داخل فرمایا جس سے مرد کا نہ صرف حق رجوع ختم ھو گیا بلکہ دوبارہ نکاح کرنے کا حق بھی باقی نہ رھا ۔

مطلقہ ثلاثہ کے مسئلے میں جمہور فقہاء کا یہ نقطۂ نظر ھے کہ اگر ایک مرد اپنی زوجہ کو ایک ھی وقت میں یکے بعد دیگرے

---

(۹۹) "وعن محمود بن لبید قال اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امراۃ ثلث تطلیقات جمیعاً فقام غضبان ثم قال أیلعب بکتاب اللہ عز و جل و انا بین اظہر کم" (نسائی بحوالہ مشکوۃ شریف (عربی ۔ اردو) قرآن محل ، کراچی ، صفحہ ۱۲۵) ۔

marfat.com

تین طلاقیں دے دے یعنی علی الفور تین مرتبہ پے در پے طلاق، طلاق، طلاق کے الفاظ ادا کرے یا یہ کہے کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں تو اس فعل سے تین طلاقیں پڑ جائیں گی جس کے نتیجہ میں عورت فی الفور مرد کے رشتہ زوجیت سے علیحدہ ہو جائے گی اور مرد کو اس عورت سے رجوع کرنے کا اختیار باقی نہ رہے گا۔ نیز یہ کہ عورت و مرد عدت گزرنے کے بعد بھی باہم نکاح نہ کر سکیں گے تا آں کہ وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور وہ مرد بعد صحبت اس کو طلاق دے دے یا فوت ہوجائے۔

فقہاء کا یہ گروہ اپنے دعوے کے ثبوت میں منجملہ دیگر احادیث کے (جن کا تفصیلی ذکر طلاق کے باب میں آئے گا) حسب ذیل احادیث سے استناد کرتا ہے، جن کو امام بخاری [۱۰۰] نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے :۔

(۱) قال عویمر العجلانی فی مجلس اللعان :

''کذبت علیها ان امسکها یا رسول الله فطلقها ثلاثة قبل أن یا مره رسول صلی الله علیه وسلم ۔''

واقعہ یہ ہے کہ عویمر العجلانی نے اپنی زوجہ کو لعان کیا اور اس سے پہلے کہ رسول اللہ صلعم تفریق کا حکم دیتے، عویمر نے ایک ہی مجلس میں بلفظ واحد تین طلاقیں دے دیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ عویمر نے رسول اللہ سے کہا کہ ''میں نے جھوٹ بولا اگر میں اس کو اپنے پاس رکھوں پس اس (عویمر) نے اس پر تہمت لگائی اور (زوجہ) کو تین طلاقیں دیں، اس سے پہلے

(۱۰۰) صحیح بخاری، مطبع مجتبائی دہلی، باب ''عن اجاز طلاق الثلاث'' جلد دوم، صفحہ ۷۹۱۔

marfat.com

کہ رسول اللہ صلعم حکم دیتے ۔''

جمہور فقہاء اس حدیث سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''طلاق الثلاث بلفظ واحد'' سے انکار نہیں فرمایا ۔ اگر لفظ واحد سے تین طلاقیں دینا جائز نہ ہوتا تو آنحضرت علیہ السلام سکوت نہ فرماتے ۔ چنانچہ سرکار دو عالم کا سکوت مندرجہ بالا حدیث کے پیش نظر ''وقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد'' کے معاملے میں تقریر کے قائم مقام ہے ۔

لیکن بعض فقہاء متذکرہ بالا حدیث کو اس استدلال کے ساتھ تسلیم نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک وہ عورت جس سے لعان کیا گیا ہو اس پر نفس لعان کے سبب طلاق ہو جاتی ہے اس لیے زوجہ ملاعنہ کو طلاق دینا ان کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی اجنبی عورت کو طلاق دینا ۔

اس سلسلے میں امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن شہاب زہری کی روایت سے ایک اور حدیث بیان کی ہے کہ سہل بن سعد نے فرمایا کہ میں مجلس ملاعنہ میں موجود تھا اور اس سے پہلے کہ لعان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفریق کا حکم دیتے عویمر نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دے دیں، پس ہمارے لیے یہ سنت (قاعدہ شرعی) ہو گئی کہ لعان کے بعد تفریق کرا دی جائے[۱۰۱] ۔

اس اصول کی بناء پر حنفی فقہاء کے نزدیک لعان سے خود بخود تفریق نہیں ہو سکتی بلکہ عدالت کے ذریعہ ہوگی اور جب تک عدالت تفریق نہ کرائے نکاح قائم رہے گا ۔

ایک دوسری حدیث ہے : ''عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

---

(۱۰۱) صحیح بخاری ، مطبع مجتبائی دھلی ، جلد ۲ ، صفحہ ۶۹۵ ۔

marfat.com

أنہ قال : فقلت : یا رسول اللہ أرأیت لو طلقتہا ثلاثا آلان یحل لی ان اراجعہا ؟ قال : لا کانت تبین منک ، وتکون معصیۃ ۔"

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے اپنی زوجہ کو ایک طلاق دی تھی بعد میں انہوں نے رسول اللہ صلعم سے معلوم کیا کہ اگر میں اس کو تین طلاقیں دیتا تو کیا میرے لیے یہ حلال ہوتا کہ میں اس سے رجوع کرتا ، رسول اللہ نے جواب دیا ، نہیں وہ عورت تمہاری طلاقوں سے بائن ہو جاتی اور اس سے رجوع کرنے میں گناہ ہوتا ۔

ایک اور حدیث ہے "عن مالک انہ بلغہ ان رجلاً قال لابن عباس انی طلقت امرأتی مائۃ تطلیقۃ فماذا تری علّی فقال لہ ابن عباس طلقت منک بثلاث وسبع و تسعون اتخذت بہا آیات اللہ ھزواً" ۔ (ایک شخص نے ابن عباس سے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو سو طلاقیں دیں ۔ ابن عباس نے جواب دیا کہ وہ تین طلاقوں میں تجھ سے بائن ہو گئی ۔ اور ستاونوے طلاقوں سے تو نے کھیلا کیا اللہ کی آیتوں سے) [۱۰۲] ۔

اسی طرح امام مالک نے اپنی موطا میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی عورت کو دو سو طلاقیں دیں ، ابن مسعود نے کہا کہ وہ عورت تجھ سے بائن ہوگئی [۱۰۳] ۔

مذکورہ بالا احادیث (اور دیگر احادیث سے جن کا تفصیلی ذکر

(۱۰۲) موطا امام مالک (عربی اردو) اصح المطابع کراچی ، کتاب الطلاق صفحہ ۳۵۶ ۔

(۱۰۳) موطا امام مالک (عربی اردو) اصح المطابع کراچی ، کتاب الطلاق صفحہ ۳۵۷ ۔

marfat.com

طلاق کے باب میں آئے گا) اور آثار صحابہ سے جمہور فقہاء یہ استدلال کرتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے جانے کی صورت میں خواہ وہ تین طلاق کہہ کر دی جائیں یا طلاق ، طلاق ، طلاق کہہ کر دی جائیں، تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

فقہاء کے دوسرے گروہ کا ، جس میں زبیر بن عوام ، عبدالرحمن بن عوف ، عکرمہ ، طاؤس ، محمد بن اسحاق ، حارث عکلی ، داؤد بن علی الظاہری ، حافظ ابن تیمیہ ، ان کے شاگرد حافظ ابن القیم اور شیعہ امامیہ مذہب کے علماء شامل ہیں، مسلک یہ ہے کہ اگر مرد نے اپنی زوجہ کو ایک وقت میں تین طلاقیں دے دیں یا یہ کہا کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دے دیں تو وہ طلاق مغلظہ نہ ہوگی بلکہ ایک طلاق رجعی ہوگی۔ اور مرد کو دوران عدت حق رجوع حاصل رہے گا۔ اور عدت گزر جانے پر بھی اگر دونوں رضامند ہوں تو باہم دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ ان حضرات کے نزدیک تین طلاقوں کی صورت صرف یہ ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دے ۔ دوسرے میں دوسری اور تیسرے میں تیسری طلاق دے۔ تب یہ طلاق مغلظہ ہوگی اور عورت حلالہ کے بغیر پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی۔

فقہاء کا یہ گروہ اپنے استدلال کی بنیاد آیت قرآنی ''الطلاق مرتان فامساک بمعروف اوتسریح باحسان'' پر رکھتا ہے کہ طلاق یکے بعد دیگرے کے سوائے نہیں ہو سکتی نیز پہلی دو طلاقوں میں رجوع کا حق باقی رہتا ہے کیونکہ اگر تینوں طلاقیں ایک ساتھ دی جائیں اور ایک ساتھ نافذ ہوں تو پھر مراجعت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا ، جو منشاء قرآن کے خلاف ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن نے شوہر

marfat.com

کو تین طلاقوں کا اختیار دیا ہے جو تین مرتبہ استعمال کیا جانا مقصود ہے تاکہ پہلی یا دوسری بار طلاق دینے کے بعد اگر مرد اس پر نادم ہو تو دوران عدت مراجعت کے ذریعہ مضرّت کے تدارک کا امکان باقی رہے اور بلا جدید عقد کے رجوع کیا جاسکے نیز عدت گزرنے کے بعد بھی اگر دونوں رضامند ہوں تو باہم عقد کر سکیں جب کہ تیسری مرتبہ طلاق دے جانے کی صورت میں مراجعت کا حق باقی نہ رہے گا اور نہ ہی بدون حلالہ عقد جدید کا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ''مرتٰن'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے نہ کہ ''اثنتین کا''۔ اس سے در اصل طلاق کا دو مرتبہ دیا جانا مقصود ہے نہ کہ ایک ہی دفعہ میں دو یا تین طلاقیں دینا۔

چنانچہ ''الطلاق مرتٰن'' کے الفاظ کا تقاضا یہ ہے کہ وقفوں کے ساتھ طلاق دی جائے کیونکہ اگر کسی شخص نے ایک ہی مرتبہ دو طلاقیں دے دی ہوں تو اس کے متعلق یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ اس نے اپنی بیوی کو دو مرتبہ طلاقیں دی ہیں، جیسے کہ اگر کوئی شخص دوسرے آدمی کو بیک وقت دو روپے دے تو یہ کہنا صحیح نہیں ہوسکتا کہ اس نے دو مرتبہ روپے دیے ہیں تا وقتیکہ روپے دینا وقفوں کے ساتھ نہ ہو۔ چنانچہ اگر قرآن کے الفاظ کا مقصد صرف رجوع کے حق کو ظاہر کرنا ہوتا تو پھر الفاظ ''مرتان'' کے استعمال کا کوئی فائدہ نہیں رہتا کیونکہ رجوع کرنے کا حق تو اس وقت بھی ثابت ہے جب کہ آدمی ایک مرتبہ ہی دونوں طلاقیں دے دے۔

فقہاء کا یہ گروہ اپنے دعویٰ کے استدلال میں حضرت ابن عباس سے

marfat.com

حسب ذیل روایت بھی پیش کرتا ھے :

رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں ، وہ اپنے اس فعل پر سخت غمگین ھوئے ، رسول اللہ نے ان سے پوچھا کہ تم نے اپنی بیوی کو کیسے طلاق دی ؟ رکانہ نے جواب دیا ''تین'' ایک مجلس میں ، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق کہ وہ ایک طلاق ھوئی اگر تم چاھو تو اس سے رجوع کر سکتے ھو ، رکانہ نے جواب دیا کہ میں نے اس سے رجوع کیا'' ۔

اس حدیث کو جمہور فقہاء تسلیم کرنے سے منکر ھیں ایک تو اس لیے کہ ابن عباس کا مسلک اس کے خلاف ھے ، دوسرے یہ کہ طلاق دینے والے نے لفظ ''الثلاثہ'' استعمال نہیں کیا تھا بلکہ ''البتّہ'' کا لفظ استعمال کیا تھا جس کے لفظی معنی کاٹ دینا ھے اور فقہی اصطلاح میں قطعی یا لازمی کے معنی میں استعمال ھوتا ھے ۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ سے حلفیہ پوچھا کہ تیرا ارادہ کیا تھا ، رکانہ نے جواب دیا کہ میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا ، اس لیے حضور علیہ السلام نے اس عورت سے رجوع کا حکم دے دیا تھا ۔

در اصل اختلاف اس میں ھے کہ اگر تین طلاقیں ایک ساتھ دی جائیں تو تینوں طلاقیں واقع ھو جائیں گی یا صرف ایک طلاق (رجعی) واقع ھوگی ۔ اس اختلاف کے دو اسباب ھیں ایک یہ کہ جن فقہاء کے نزدیک طلاق ان افعال سے مشابہ ھے جو انسان کے اپنے ذمہ لازم کرنے کی وجہ سے لازم ھو جاتے ھیں ان کے نزدیک اگر تین اکٹھی طلاقیں بیک وقت دی جائیں تو ان کا حکم تین متفرق

marfat.com

طلاقوں کا ہوگا اور طلاق مغلّظہ ہو جائے گی اور جن فقہاء کے نزدیک طلاق ان افعال سے مشابہ ہے جو اپنے صحیح اور جائز ہونے میں شرعی پابندیوں کے محتاج ہیں، ان کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں ایک طلاق کے حکم میں داخل ہوں گی۔

دوسری وجۂ اختلاف یہ ہے کہ جن فقہاء کے نزدیک آیت طلاق "الطلاق مرّتان۔۔۔۔ حتی تنکح زوجاً غیرہ" (الخ) ایک امر اور حکم کی حیثیت رکھتی ہے ان کے نزدیک اس کے خلاف عمل ناجائز، ممنوع اور حرام ہے چنانچہ اگر تین طلاقیں ایک وقت میں دی جائیں تو صرف ایک نافذ ہوگی اور باقی بے اثر رہیں گی۔ لیکن جن فقہاء کے نزدیک آیت طلاق میں حکم مذکور نہیں بلکہ طلاق احسن کو بیان کیا گیا ہے ان کے نزدیک تین طلاقیں بیک وقت دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی البتہ اس طرح طلاق دینے والا گناہ گار ہوگا کیونکہ اس نے ایک مشروع قاعدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس دعوے کی دلیل میں وہ یہ مثال پیش کرتے ہیں کہ جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت نہ کرنے کا حکم ہے لیکن اگر خرید و فروخت کی جائے تو وہ جائز اور قابل نفاذ ہوگی البتہ خرید و فروخت کرنے والا گناہ گار ہوگا، اسی طرح غصب کردہ زمین پر نماز پڑھنا جائز نہیں لیکن اگر نماز پڑھ لی جائے تو نماز ادا ہو جائے گی لیکن نماز پڑھنے والا گناہ گار ہوگا۔

موجودہ زمانے میں اکثر مسلم ممالک مثلاً مصر، ۱۰۴ شام ۱۰۵ تیونس وغیرہ میں فقہاء کے دوسرے گروہ کے نقطۂ نظر کی پیروی

(۱۰۴) الاحکام الشرعیہ فی الاحوال الشخصیہ، مصر، دفعات ۲۲۹-۲۲۷۔
(۱۰۵) شرح قانون الاحوال الشخصیہ، شام، مؤلفہ مصطفی السباعی، دفعہ ۹۴، صفحہ ۱۵۸۔

marfat.com

کی گئی ہے اور طلاق علی المال (خلع) و طلاق متمم للثلاث کے علاوہ تین طلاقیں بیک وقت دی جائیں تو ان کو ایک طلاق کے حکم میں داخل کیا گیا ہے۔

پاکستان میں بھی از روئے آرڈی نینس نمبر ۸ مجریہ ۱۹۶۱ع کے مطابق اسی پر عمل درآمد کیا جا رہا ہے۔

البتہ عائلی قوانین آرڈی نینس کی دفعہ ۷ کے تحت یہ کہا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنی زوجہ کو طلاق دینے کا خواہش مند ہے، طلاق دینے کے بعد بعجلت ممکنہ چیئرمین کو اس کی تحریری اطلاع دے گا اور اس تحریری اطلاع کی ایک نقل اپنی زوجہ کو بھی ارسال کرنے کا پابند ہوگا۔ نیز یہ کہ چیئرمین کو مذکورہ اطلاع نامہ موصول ہونے کے بعد تک نوے یوم تک وہ طلاق مؤثر نہ ہوگی ، الا یہ کہ اس سے قبل صراحتاً یا کسی اور طریقہ پر رجوع کر لیا گیا ہو۔ علاوہ ازیں اس دفعہ کی ذیلی دفعہ (۵) میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر طلاق اس وقت دی جائے جب کہ عورت حاملہ ہو تو وہ طلاق اس وقت تک مؤثر نہ ہوگی جب تک کہ مذکورہ مدت نہ گزر جائے یا وضع حمل نہ ہو جائے۔

قانون ھذا میں طلاق کا مؤثر ہونا چیئرمین کو اطلاع نامہ حوالہ کرنے کے بعد نوے یوم تک کے لیے موقوف اور معلق کر دیا گیا ہے۔ گویا طلاق اپنے اثرات و نتائج کے اعتبار سے چیئرمین کو اطلاع نامہ موصول ہو جانے کے نوے دن تک غیر موثر رہے گی۔ اس دفعہ کے تحت چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) طلاق کی اطلاع دینے کی کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی بالفرض طلاق گواہوں کے روبرو اور زوجہ کی موجودگی

marfat.com

میں زبانی یا تحریری دی گئی ہو مگر اس کا اطلاع نامہ حسب دفعہ مذکورہ چیئرمین کے حوالہ نہ کیا گیا ہو تو حسب احکام عائلی قوانین آرڈی نینس طلاق غیر موثر رہے گی ؟

(۲) اطلاع نامہ دیے جانے کے بعد نوے یوم تک طلاق معلق رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ طلاق غیر نافذ ہے اگر کوئی شخص ایک طلاق دینے کے بعد چیئرمین کو اطلاع نامہ حوالہ کر دے مگر دوسرے طہر میں دوسری طلاق دے تو اس کا کیا حکم ہوگا ؟ اور ذیلی دفعہ (۶) پر کیا اثر مرتب ہوگا ؟

(۳) اگر طلاق کا نفاذ چیئرمین کو اطلاع دینے کے نوے یوم بعد ہوگا تو عدت کب سے شمار ہوگی ؟ اگر عدت نوے دن کے بعد شمار ہوگی تو مرد کا حق رجوع بھی باقی رہتا ہے ، اس صورت میں نوے دن کے دوران رجوع کرنے کا کیا حکم ہوگا ؟ کیونکہ اگر طلاق نافذ نہیں ہوئی اور غیر موثر ہے تو پھر مرد رجوع کس امر یا فعل سے کرے گا ؟ اور اگر نوے دن گزرنے سے قبل رجوع کر لیا تو اس کی دی ہوئی طلاق ، ایک طلاق رجعی شمار ہوگی یا نہیں اور کیا اس کو صرف دو طلاقیں دینے کا حق باقی رہ جائے گا ؟ اگر طلاق نوے دن تک غیر موثر ہے تو پھر مرد کا فعل رجوع تین طلاقوں کے حق کو کیوں کر متاثر کرے گا ؟

(۴) ثالثی کونسل کی صورت میں ، بالفرض محال ، مرد رجوع کرنا چاہے مگر عورت راضی نہ ہو اور بالفرض محال

marfat.com

چیئرمین زوجہ کے استدلال سے مطمئن ہو تو مرد کے حق رجوع کے بارے میں کیا صورت ہوگی ؟

تجویز

بہتر ہوگا ، اگر ثالثی کونسل کی تشکیل مرد کے طلاق دینے سے پہلے ہو اور اگر طلاق دیدی گئی ہو تو اس کے اثر و نفاذ کو نوّے دن تک معلق رکھنا خلاف شرع ہے ۔ طلاق واقع ہوجانے کی صورت میں فوراً نافذ ہوجائے گی اور عدت بھی فوراً شروع ہوجائے گی نوّے یوم گزرنے سے قبل مرد کو حق رجوع حاصل ہوگا اور وہ بلا مرضی زوجہ حق مراجعت استعمال کر سکتا ہے ۔ نوّے یوم گزر جانے کے بعد حق رجوع ختم ہوجائے گا ۔ ضرورت ہے کہ مندرجہ بالا امور کی روشنی میں دفعۂ مذکورہ میں مناسب ترمیم کی جائے ۔

بہر کیف ، جہاں تک مطلقۂ ثلاثہ سے کسی مرد کے نکاح کا تعلق ہے ، بدون حلالہ ایسا نکاح باطل ہوگا ۔ البتہ دخول کی صورت میں اس نکاح پر وطی بالشبہ کے احکام مرتب ہوں گے کیونکہ صورتاً نکاح پایا گیا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر سخت تعزیر عائد ہوگی ، بشرطیکہ اس کو حرمت کا علم ہو ۔ لیکن امام ابو یوسف ، امام محمد اور امام شافعی کے قول کے مطابق اگر وہ مرد حرمت سے واقف ہو تو اس پر حد لگائی جائے گی ۔[106] شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں لکھا ہے کہ فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے ۔ لیکن فتاویٰ قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ

---

(۱۰۶) شرح وقایہ (اردو ترجمہ) ملک سراج الدین اینڈ سنز ، لاہور ، باب "صحبت موجب حد اور غیر موجب حد" صفحہ ۵۲۹ ۔

marfat.com

صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے ، کیونکہ علم کے بعد کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی ، نہ شبہ فی‌العقد کی اور اور نہ شبہ فی‌المحل کی۔ اسی لیے صاحبین کے نزدیک یہ وطی خالص زنا ہو گی اور حد جاری کی جائے گی۔ اس ضمن میں صاحبین کی رائے زیادہ منطقی ہے۔

صاحب ہدایہ نے مرد کا اپنی مطلّقہ ثلاثہ سے بدون حلالہ نکاح کو ناجائز لکھا ہے۔ اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں بھی ایسے نکاح کو ناجائز لکھا ہے ، بیلی ، ملا اور امیر علی ایسے نکاح کو فاسد (Invalid) قرار دیتے ہیں۔ البتہ نواب سر عبدالرحمٰن نے ایسے نکاح کو باطل (Void) لکھا ہے۔

جہاں تک عدالتوں کا تعلق ہے ان کا رجحان بدون حلالہ مطلقہ ثلاثہ سے نکاح کو باطل قرار دینے کے حق میں ہے۔

ہمارے نزدیک مطلقہ ثلاثہ سے نکاح کے سلسلے میں حکم قرآنی صاف اور واضح ہے۔ ایسا نکاح باطل قرار دیا جانا چاہیے۔ البتہ اگر مرد نے عورت سے جماع کر لیا ہو تو حرمت کا علم ثابت نہ ہونے پر مرد پر حد زنا نہ لگائی جائے گی بلکہ صرف تعزیر دی جائے گی اور ان میں تفریق کرا دی جائی گی۔ نیز حد زنا نہ لگائے جانے کی صورت میں وطی بالشبہ کی بناء پر نکاح فاسد کے احکام مرتب ہوں گے۔

۳۸۔ ایسی عورت سے نکاح جو حاملہ ثابت‌النسب ہو باطل ہے۔ حاملہ ثابت النسب سے نکاح

تشریح

یہ مسئلہ متفقہ ہے کہ ایسی عورت سے نکاح باطل ہے جو حاملہ ہو اور جس کا نسب ثابت ہو یعنی اس کے شوہر سے یا مالک سے

marfat.com

اس کا حمل ہو۔[۱۰۷] لیکن اگر وہ حمل خود اسی شخص کے زنا کا نتیجہ ہو تو ایسا نکاح اور صحبت دونوں جائز ہیں[۱۰۸] البتہ اگر ایسی عورت کا حمل کسی اور شخص کے زنا کا نتیجہ ہے تو نکاح جائز ہوگا مگر شوہر پر لازم ہوگا کہ وضع حمل (Delivery) تک اس سے مجامعت نہ کرے۔[۱۰۹] مصری قانون کے تحت بھی ایسے نکاح کو باطل کہا گیا ہے۔[۱۱۰]

زانیہ کی ماں اور بیٹی سے نکاح

۳۹۔ اگر کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ زنا کرے تو اس کی ماں اور بیٹی اس پر حرام ہو جائے گی۔

تشریح

امام ابوحنیفہ اور بعض دیگر ائمہ مثلاً سفیان ثوری امام اوزاعی امام احمد بن حنبل وغیرہ کے نزدیک اگر کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ زنا کرے تو اس کی ماں اور بیٹی اس پر حرام ہو جائے گی اور زانی و زانیہ میں حرمت مصاهرت قایم ہو جائے گی لیکن امام شافعی کے نزدیک نکاح صحیح سے حرمت مصاهرت ثابت ہوتی ہے ، زنا سے

(۱۰۷) "و حبلی ثابت النسب لا یجوز نکاحها اجماعا" (فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی ، صفحات ۸-۷)۔

(۱۰۸) "اذا تزوج امراءة قد زنی هو بها و ظهر بها حبل فالنکاح جائز عندالکل وله ان یطا ها عندالکل" (فتاویٰ عالمگیری، جلد ثانی، صفحات ۸-۷)۔

(۱۰۹) و قال ابو حنیفه و محمد رحمهم الله تعالی یجوز ان یتزوج امرأة حاملا من الزنا ولا یطأها حتی تضع وقال ابو یوسف لا یصح والفتوی علی قولها کذا فی المحیط (فتاویٰ عالمگیری، جلد ثانی، صفحه ۷)۔
هدایه مطبع مجتبائی دهلی ، جلد ۲ ، صفحه ۲۹۲ -
مجمع الا نهر مطبوعه مصر ، جلد ۱ ، صفحه ۳۲۹ -

(۱۱۰) یحرم نکاح الحامل ثابت النسب حملها و یصح نکاح الحامل من الزنا ولا یواقعها الزوج حتی تضع حملها ما لم یکن الحمل منه (الاحکام الشریعة فی الاحوال الشخصیه ، مصر ، دفعه ۲۹)۔

marfat.com

ثابت نہیں ہوتی ۔ چنانچہ ان کے نزدیک زانیہ کی ماں یا بیٹی سے نکاح حرام نہ ہوگا ۔ لیکن جمہور علماء امام ابو یوسف کی رائے سے متفق ہیں ۔[111] اس کی بناء یہ ہے کہ اصل وجہ امتناع جنسی تعلق ہے نہ کہ نکاح ۔

چنانچہ اگر کسی شخص نے ایک عورت سے زنا کیا تو اس عورت کی ماں اس زانی پر حرام ہو جائے گی ۔ اس کی ماں کی ماں وغیرہ خواہ کتنے ہی اونچے درجہ پر ہوں سب حرام ہوں گی نیز اس عورت کی بیٹی اور بیٹی کی بیٹی خواہ کتنی ہی بعد کی پشت میں ہوں سب حرام ہوں گی ۔ اسی طرح اس عورت نے جس سے زنا کیا ہے اس مرد زانی کے آباء و اجداد خواہ کتنے ہی پہلی پشتوں میں ہوں اور مرد کے بیٹے اور پوتے پرپوتے خواہ کتنے ہی بعد کی پشت میں ہوں سب حرام ہوں گے ۔[112]

حرمت مصاہرت جس طرح مجامعت سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح شہوت سے مساس کرنے ، بوسہ لینے ، شرم گاہ پر نظر کرنے سے بھی ثابت ہوتی ہے ۔[113]

حرمت مصاہرت اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب کہ شہوت ہو اور شہوت کی حد یہ ہے کہ خواہش کے لیے اس کے قلب

---

(۱۱۱) ورائی جمہورالتابعین ثبوتہا بالزنی (احکام الشریعۃ الاسلامیہ، عمر عبداللہ ، مصر ، ۱۹۶۱ع)

(۱۱۲) فتح القدیر بحوالہ فتاویٰ عالمگیری ، جلد ثانی ، (عربی) صفحہ ۴ ۔
ہدایہ (عربی) مطبع مجتبائی ، جلد ۲، صفحہ ۲۸۹ ۔
مجمع الانہر، مطبوعہ مصر، جلد ۱ ، صفحہ ۳۲۶ ۔

(۱۱۳) من مس امراۃ بشہوۃ حرمت علیہ امہا و بنتہا "(حدیث نبوی)
فتح القدیر بحوالہ فتاویٰ عالمگیری (عربی) جلد ثانی صفحہ ۵
ہدایہ (عربی) مطبع مجتبائی دہلی ، جلد ۲ ، صفحہ ۲۸۹ ۔

marfat.com

میں حرکت ہو ''آلۂ تناسل'' منتشر ہو اور اگر پہلے سے منتشر ہو تو اس میں زیادتی واقع ہو جائے۔

قانون مصر کے بموجب کسی شخص کے لیے اس عورت کی ماں اور بیٹی سے جس سے کہ وہ مرد زنا کر چکا ہو ، نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا ۔ اسی طرح اس عورت کے لیے زانی مرد کے اصول و فروع سے نکاح حرام ہے لیکن اس مرد کے اصول اور فروع کا اس زانیہ عورت کے اصول و فروع سے نکاح کرنا حرام قرار نہیں دیا گیا ۔[۱۱۴]

اگر کوئی زانی مرد اس عورت کے اصول یا فروع سے نکاح کر لے تو ایسا نکاح قبل دخول باطل کے حکم میں ہوگا ۔ لیکن اگر بلا علم حرمت صحبت کر لی تو اس پر نکاح فاسد کے احکام مرتب ہوں گے ، لیکن فساد ظاہر ہو جانے پر تفریق واجب ہوگی ۔ اگر وہ خود تفریق نہ کریں تو قاضی کو چاہیے کہ وہ ان میں تفریق کرا دے ۔ ایسی صورت میں اگرچہ طرفین پر شبہ فی المحل کے سبب حد نہ لگائی جائی گی لیکن ان پر تعزیر لازم ہو گی ۔

چونکہ صورتاً نکاح پایا گیا ہے اس لیے مرد پر عورت کا مہر، عورت پر عدت اور دوران عدت مرد پر اس کا نفقہ واجب ہوگا اور اولاد جائز ہو گی ۔[۱۱۵]

---

(۱۱۴) یحرم علی الرجل ان یتزوج اصل مزنیة و فرعہا و تحرم المزنی بہا علی اصولہ و فروعہ ولا تحرم علیہم اصولہا وفروعہا (الاحکام الشرعیة فی الاحوال الشخصیہ ، مصر ، دفعہ ۲۴) ۔

(۱۱۵) احکام الشریعة الاسلامیہ (عمر عبداللہ، مصر، ۱۹۶۱ع، صفحہ ۱۴۲) ۔

marfat.com

متعہ

۴۰ - متعہ حرام ہے -

تشریح

متعہ اس معاہدۂ مماثل نکاح (Quasi Marriage) کو کہتے ہیں جو عورت سے جنسی استفادے کی غرض سے مرد و عورت کے درمیان بالعوض (For Consideration) ایک معینہ مدت کے لیے کیا جائے -

اس معاہدے کے تحت مرد کو عورت پر یہ اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اس عورت کو بلا شرکت غیرے ایک مدت معینہ کے لیے اپنی داشتہ بنا کر رکھے جس کے دوران عورت کو دوسروں کے ساتھ جنسی تعلقات قایم کرنے کی اجازت نہ ہو -

ایران اور عراق میں اس قسم کے نکاحوں کی اکثر و بیشتر مثالیں ملتی ہیں لیکن بر صغیر ہند و پاکستان میں شاذ ہی ایسا ہوتا ہے - دراصل یہ رواج صابیین اور زرتشتیوں میں موجود تھا - صفوی دور حکومت میں جب شیعہ سرکاری مذہب قرار پایا تو متعہ کا رواج پھر ہو گیا -

سنیوں کے نزدیک متعہ بالاتفاق حرام ہے[116] شیعوں میں اثنا عشری شیعہ متعہ کو جائز سمجھتے ہیں جب کہ ان کے دوسرے فرقے مثلاً اسماعیلیہ اور زیدیہ اس جنسی تعلق کو ناجائز تصور کرتے ہیں - اثنا عشری شیعوں کے نزدیک ایک شیعہ مرد ایک وقت میں جتنی عورتوں سے چاہے متعہ کر سکتا ہے - عورت کا شیعہ یا کتابیہ ہونا ضروری ہے - دوسرے مذاہب کی

(۱۱۶) ہدایہ ، باب المحرمات ، جلد ۲ ، صفحہ ۲۹۲ -
مجمع الانہر جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۱

marfat.com

عورتوں سے متعہ جائز نہیں لیکن ایک شیعہ عورت صرف شیعہ مرد ہی کے ساتھ متعہ کرسکتی ہے۔

متعہ کا معاہدہ ایک مقررہ مدت کے لیے ہوتا ہے جو لفظ تمتع کے ساتھ منعقد ہوتا ہے نکاح کے الفاظ استعمال نہیں ہوتے۔ عورت سے استفادہ کے عوض میں مرد کو کچھ معاوضہ (بصورت نقد یا جنس) ادا کرنا ہوتا ہے۔ اگر کوئی معاوضہ مقرر نہ ہو تو معاہدہ باطل اور کالعدم ہوگا۔ اگر عورت سے صحبت ہوئی ہو تو کل معاوضہ قابل ادا ہوتا ہے ورنہ نصف۔ متعہ میں عورت کو طلاق نہیں دی جاتی بلکہ مدت مقررہ کے گزرنے پر معاہدہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے اور فریقین علیحدہ ہو جاتے ہیں البتہ مرد کسی بھی وقت مابقیہ مدت عورت کے حق میں ہبہ کر کے معاہدہ کو ختم کر سکتا ہے لیکن عورت مقررہ مدت سے قبل خود کو آزاد نہیں کر سکتی۔ متعہ کے نتیجہ میں فریقین ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے البتہ اولاد جائز قرار پاتی ہے۔ متعہ میں عورت نفقہ کی مستحق نہیں کیوں کہ صحیح معنی میں متوعہ عورت پر زوجہ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

متعہ اور قرآن :

سنی علماء متعہ کی حرمت کے ثبوت میں قرآن پاک کی حسب ذیل آیت پیش کرتے ہیں :۔

"والذین ہم لفروجہم حافظون الاعلی ازواجہم اوما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذالک فاولئک ہم العادون۔" ۱۱۷

---

(۱۱۷) پارہ ۱۸ ، سورہ مومنون رکوع ۱ ، آیات ۵ ، ۷۔

marfat.com

(وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی ملک یمین میں ہوں کہ ان پر (اپنی شرمگاہوں کو محفوظ نہ رکھنے میں) وہ قابل ملامت نہیں ہیں، البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی حد سے بڑھنے والے ہیں - یعنی اپنی منکوحہ عورت یا مملوکہ کنیز کے سوا کسی اور سے جماع کرنے والے فعل حلال کی حد سے آگے نکل جانے والے ہیں -)

اس آیت میں جن عورتوں سے جنسی تعلق قایم کرنے کی اجازت دی گئی ہے ان کی صرف دو قسمیں ہیں - ایک زوجہ اور اور دوسرے کنیز جو اس مرد کی ملک ہو - اس کے علاوہ باقی تمام عورتوں سے جنسی تعلق ناجائز ہے - متوعہ عورت نہ زوجہ ہے اور نہ کنیز، کیوں کہ شریعت میں جو حقوق و فرائض زوجہ کے بیان کیے گئے ہیں ان کا اطلاق متوعہ عورت پر نہیں ہوتا نہ متوعہ عورت کے لیے نفقہ، نہ طلاق، نہ ایلا، نہ ظہار، نہ لعان اور نہ وراثت - بلکہ وہ چار بیویوں کی حد سے بھی مستثنیٰ ہے اسی طرح نہ ہی اس کے کنیز ہونے کا سوال پیدا ہوتا ہے کیوں کہ وہ اس مرد کی ملک نہیں ہوتی نہ اسے فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی دوسرے شخص کو ہبہ کیا جاسکتا ہے، اور چوں کہ وہ ان دونوں قسم کی عورتوں سے خارج ہے لہذا اس کا طالب قرآن کی زبان میں "حد سے گزرنے والا" ہے -

متعہ اور حدیث:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی زمانے میں متعہ

marfat.com

کے رواج کو عرب میں باقی رہنے دیا گیا تھا لیکن بعد میں یہ اجازت (جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے زیادہ سے زیادہ معنوی کہی جا سکتی ہے) واپس لے لی گئی تھی چنانچہ مسلم نے ربیع بن معبد جہنی سے روایت کی ہے کہ ان کے باپ نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ وہ رسول اللہ کے ساتھ تھے اور آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے استمتاع (وقتی استفادہ) کی اجازت دی تھی اور اب اللہ نے اس کو قیامت تک کے لیے حرام کر دیا۔ پس جس شخص کی ایسی عورت ہو اس کو چھوڑ دے اور جو کچھ اس کو دیا ہے اس سے واپس نہ لے۔ مسلم نے اس روایت کو دوسرے طریقوں سے بھی بیان کیا ہے۔ نیز ابن ماجہ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عمر سے روایت کیا کہ حضرت عمر نے خطبہ پڑھا اور کہا رسول اللہ نے متعہ کی تین بار اجازت دی پھر اس کو حرام کر دیا اگر کوئی متعہ کرے گا اور وہ محصن ہوگا تو میں اس کو ضرور رجم کروں گا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت عمر سے متعہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ متعہ حرام ہے۔

مسلم نے ایک اور روایت بیان کی ہے کہ ''ہم کو رسول اللہ نے سال فتح مکہ میں متعہ کی اجازت دی جب ہم مکہ میں داخل ہوئے، پھر نہ نکلے مکہ سے یہاں تک کہ منع کیا ہم کو متعہ سے۔''

خازنی نے اپنی سند سے جابر سے ایک حدیث میں روایت کی ہے کہ '' رسول اللہ نے غزوہ تبوک میں خطبہ پڑھا اور ثنا بیان کی اللہ کی اور منع کیا متعہ سے۔''

marfat.com

احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ابن عباس متعہ کو جائز سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ بعض تابعین مثلاً ابن جریج، طاؤس اور عطاء بھی متعہ کے حلال ہونے کے قایل تھے لیکن ابن عباس اس کو مطلقاً جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے خیال میں اس کا جواز حالت اضطرار کی حد تک تھا۔[118]

بخاری و مسلم نے حضرت علی سے ایک اور روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی نے ابن عباس کے بارے میں سنا کہ وہ متعہ کے معاملے میں نرمی برتتے ہیں تو آپ نے ابن عباس سے فرمایا کہ اے ابن عباس متعہ کو چھوڑ دے، تحقیق کہ رسول اللہ نے خیبر کے دن اس سے اور گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ ابن عباس نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔

تجزیہ :

ہمارے خیال میں فتح مکہ کے موقع پر متعہ کے جائز ہونے کے سلسلے میں غلط فہمی ہے۔ حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں نے قلیل مہر پر وہاں کی عورتوں سے نکاح موقتی[119] کرنا شروع کر دیے تھے۔ اور نیت یہ تھی کہ کچھ دن بعد انہیں چھوڑ کر مدینہ واپس چلے جائیں گے۔ رسول اللہ نے چند دن مسلمانوں کے اس فعل کو دیکھا اور سکوت اختیار کیا لیکن چونکہ یہ فعل نکاح کی روح کے منافی تھا اس لیے منع فرما دیا۔

(۱۱۸) "حلت متعہ کے جواز کے سلسلے میں خود ابن عباس کے الفاظ ہیں" ماھی کالمیتۃ لاتحل الاللمضطر" کہ اس کی مثال مردار گوشت کی سی ہے جو سوائے شخص مضطر کے اور کسی کے لیے حلال نہیں۔
(۱۱۹) نکاح موقتی اور متعہ میں تھوڑا سا فرق ہے جس کا تفصیلی ذکر اگلی دفعہ میں کیا گیا ہے۔

marfat.com

جہاں تک ابن عباس والی روایت کا تعلق ہے، خود ابن عباس سے ترمذی نے روایت بیان کی ہے کہ متعہ کا رواج اول اسلام میں موجود تھا چنانچہ جب کوئی شخص شہر میں آتا تھا اور اس کو اس شہر سے واقفیت نہ ہوتی تھی تو وہ عورت سے اس مدت تک کے لیے نکاح کر لیتا تھا جب تک کہ وہ چاہتا تھا کہ اس شہر میں مقیم رہے ، وہ عورت اس کے مال کی حفاظت کرتی تھی اور اس کی چیزوں کو درست رکھتی تھی یہاں تک کہ ''الاعلی ازواجھم اوما ملکت ایمانھم'' والی آیت نازل ہوئی ۔ پس کہا ابن عباس نے کہ اب ان دو کے سوا ہر فرج حرام ہے ۔[۱۲۰]

احادیث مندرجہ بالا کے مطالعہ سے یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ متعہ فتح خیبر ، غزوۂ تبوک اور فتح مکہ تک جائز رہا ۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے .جہاں تک فتح خیبر والی حدیث کا تعلق ہے اس میں دو خبریں ہیں ایک گدھے کے گوشت کے حرام ہونے کی اور دوسری متعہ کے حرام ہونے کی ۔ دونوں حدیثوں کا راوی ایک ہی شخص ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے دونوں خبروں کو جمع کر دیا حالانکہ مقام و زبان کے اعتبار سے دونوں حدیثیں علیحدہ ہیں ۔ علامہ ابن قیم کا کہنا ہے کہ فتح خیبر کے موقع پر متعہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے (یا اس موقع پر منع کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے) جب کہ وہاں کوئی مسلمان عورت موجود نہ تھی ۔ غزوہ تبوک والی حدیث کا راوی ضعیف ہے ۔ محدثین کا کہنا ہے کہ متعہ صرف تین روز کے لیے فتح مکہ کے موقع پر (معنوی طور پر بذریعہ سکوت رسول صلعم)

(۱۲۰) ترمذی ابواب النکاح جلد ۱ باب ماجاء فی نکاح المتعة ، صفحہ ۱۳۳ ۔

marfat.com

جائز قرار دیا گیا تھا اور بعد میں منسوخ ہو گیا ۔

نتیجۂ فکر :

بہر حال ، احادیث کے تفصیلی مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حرمت متعہ کا آخری اور قطعی حکم فتح مکہ کے سال میں دیا گیا اور حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کو بحیثیت قانون سختی کے ساتھ نافذ کیا ۔ قرآن پاک یا سنت نبوی میں متعہ کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔

نکاح موقت

۴۱۔ نکاح موقت باطل ہے ۔

تشریح

نکاح مؤقت اس نکاح کو کہتے ہیں جو گواہوں کی موجودگی میں عورت سے ایک معینہ مدت کے لیے کیا جائے ۔ امام زفر کے نزدیک ایسا نکاح صحیح ہے اور تعین مدت کی شرط باطل ہے کیونکہ فاسد شرطیں نکاح کو باطل نہیں کرتیں ۔ لیکن امام زفر کا یہ نقطۂ نظر صحت پر مبنی نہیں کیونکہ نکاح کے مقاصد نکاح مؤقت سے حاصل نہیں ہو سکتے ۔ معاهدۂ نکاح کی ایک شرط اس کا دوامی ہونا ہے جو نکاح مؤقت میں مفقود ہے ۔

فی الحقیقت نکاح مؤقت اپنے اندر متعہ کا حکم رکھتا ہے اور جس طرح متعہ باطل ہے اسی طرح نکاح مؤقت بھی کالعدم ہے ۔ لیکن امام زفر نکاح مؤقت کو متعہ سے ممیز کرنے اور اس کو جائز قرار دینے کے سلسلے میں ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ متعہ لفظ ''تمتع'' سے منعقد ہوتا ہے جب کہ نکاح مؤقت میں لفظ ''نکاح'' استعمال ہوتا ہے ۔ اور دوسرے یہ کہ متعہ بیع کی مثل بغیر مہر کے منعقد نہیں ہو سکتا جب کہ نکاح مؤقت بغیر

marfat.com

ذکر مہر کے منعقد ہو سکتا ہے ۔ لیکن یہ دلیل اس لیے صحیح قرار نہیں دی جا سکتی کہ اس معاملے میں الفاظ کی بہ نسبت اصل معنی کا اعتبار کیا جائے گا ۔ مدت کے تعین کے سبب نکاح کا اصل مفہوم ہی بدل جاتا ہے اس لیے ایسا نکاح صحیح نہیں کہلایا جا سکتا ۔

البتہ اگر نکاح کی ایک ایسی مدت مقرر کی جائے جس کے ختم ہونے تک عاقدین کا زندہ رہنا عادتاً محال ہو تو نکاح دوامی (مستقل) متصور ہوگا اور صحیح کہلائے گا ۔[۱۲۱]

نکاح دیوانی

۴۳۔ نکاح دیوانی (سول میرج) جو احکام شریعت کے مطابق نہ ہو کالعدم ہے ۔

تشریح

نکاح دیوانی (یعنی سول میرج) اس نکاح کو کہتے ہیں جو کسی نافذالوقت دیوانی قانون کے تحت اور اس کے مطابق کیا جائے ۔ اگر یہ نکاح احکام شریعت کے مطابق نہ ہوا ہو تو کالعدم ہوگا ۔

---

(۱۲۱) "وروی الحسن عن ابی حنیفه ان الزوجین اذاوقتامدة لایعهش مثلهما الیهاصح النکاح لانه فی معنی الموبد (عینی و فتح) ۔
ہدایہ (عربی) باب المحرمات جلد ۲ صفحہ ۲۹۳ ۔
مجمع الانہر باب المحرمات جلد ۱ صفحہ ۳۳۱ ۔

marfat.com

پانچواں باب

ولایت نکاح

نابالغ کا نکاح

۴۳۔ نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح عدالت مجاز کی اجازت سے ان کے ولی کر سکتے ہیں۔

توضیح : نابالغ پر حق ولایت اس کے بالغ ہونے پر ختم ہو ہو جاتا ہے۔

تشریح

ائمۂ اربعہ اور شیعوں کا اس امر میں اتفاق ہے کہ نابالغ کا نکاح اس کا ولی کر سکتا ہے۔ نابالغ کے نکاح کی دلیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل کہ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے چھ سال کی عمر میں نکاح کیا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی ، نابالغ لڑکے اور لڑکی کے نکاح کے جواز میں بیان کی جاتا ہے۔

اس کے بر خلاف امام ابن شبرمہ اور قاضی ابوبکر الاصم نے (ابن شبرمہ امام اعظم کے ہم عمر عراق کے مشہور فقیہہ گزرے ہیں) نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح کر دینے کی ممانعت فرمائی ہے ان کے نزدیک باری تعالی کے فرمان کے بموجب نکاح اس وقت کیا جائے جب وہ نکاح کی عمر (بلوغت) کو پہنچ جائیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر بلوغت سے پہلے نکاح جائز ہوتا تو قرآن کریم میں ''حتی اذا بلغوالنکاح'' کہنے کا کوئی فائدہ نہیں رہتا۔

marfat.com

نابالغ کے نکاح کے عدم جواز میں دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ ولایت حاجت پر منحصر ہے۔ نابالغ کو نکاح کی کوئی حاجت نہیں کیونکہ نکاح کا مقصد طبعی شہوت کی تکمیل اور جائز تولید نسل ہے اور نابالغ کو ان دو میں سے کسی پر قادر نہ ہونے کے سبب نکاح کی کوئی حاجت نہیں۔

اس کے عدم جواز کی تیسری دلیل یہ ہے کہ نکاح کے احکام بلوغ کے بعد لازم ہوتے ہیں اس لیے نابالغ کا نکاح غیر ضروری ہے۔ جو فقہاء نابالغ کے نکاح کے جواز کے قائل ہیں وہ حضرت عائشہ والی حدیث کے علاوہ مندرجہ ذیل آثار کو بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں:

(۱) قدامہ بن مظعون نے اپنا نکاح زبیر رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے اس کی پیدائش کے دن کر لیا تھا اور کہا تھا کہ اگر میں مر جاؤں تو یہ میری وارث ہوگی۔

(۲) حضرت عمر نے اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح عروہ بن زبیر سے کیا۔

(۳) عروہ بن زبیر نے اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے بھانجے سے کیا اور وہ دونوں نابالغ تھے۔

(۴) ایک شخص نے اپنی نابالغ بیٹی کو عبداللہ بن حسن کو ہبہ کیا جس کو حضرت علی نے جائز قرار دیا۔

(۵) ایک عورت نے ابن مسعود سے نکاح کیا اور اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح (جو پہلے شوہر سے تھی) مسیب بن نخبہ سے کر دیا۔ اور عبداللہ نے اس کو جائز قرار دیا۔

اس کے علاوہ وہ فقہاء جو نابالغ کی شادی کے جواز کے قائل

marfat.com

ہیں قرآن کی حسب ذیل آیت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں :

الائی یئسن من المحیض من نساءکم ان ارتبتم فعدتہن ثلاثۃ اشہر و الائی لم یحضن ۔ ،، (سورۃ الطلاق آیت ۴) ۔

اس آیت قرآنی میں ان مطلقہ عورتوں کی عدت کی مدت کا ذکر کیا گیا ہے جن کو (بوجہ کبرسنی) حیض آنا بند ہو گیا ہو یا جن عورتوں کو (بوجہ صغر سنی) حیض نہ آتا ہو ۔

عدت کا شرعی سبب نکاح ہے ۔ اگر صغیرہ کا نکاح جائز نہ ہوتا تو عدت بعد طلاق کیوں کر واجب ہوتی؟

امام سرخسی نے ''حتی اذا بلغوالنکاح،، والی آیت کے سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ لفظ '' نکاح ،، سے '' احتلام ،، (جسمانی بلوغ) مراد ہے ۔[1] چنانچہ ان کے نزدیک '' حتی اذا بلغو النکاح ،، والی آیت کو صغیر و صغیرہ کے نکاح کی دلیل میں پیش نہیں کیا جا سکتا ۔

جہاں تک نابالغوں کے نکاح کی عدم ضرورت کا تعلق ہے نکاح کی جملہ مصلحتوں میں سے ایک مصلحت مرد و عورت میں موافقت ہے اور یہ مقصد کوئی شے اس قدر پورا نہیں کرتی جتنا کفو سے نکاح ، اور کفو ہر وقت دستیاب نہیں ہوتا ۔ اگر ولی بالغ ہونے کا انتظار کرے تو کفو کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہے کہ وقت پر اس جیسا نہ ملے ۔ اس لیے نکاح کی حاجت نابالغیت میں بھی پیدا ہو سکتی ہے اور جب حاجت پیدا ہو جاتی ہے تو ولایت قائم ہو جاتی ہے ۔

البتہ زمانۂ حال میں اس کا تعین کہ پیدا شدہ حاجت نابالغ یا

---

(۱) المبسوط جلد ۴ صفحہ ۲۱۲ باب النکاح الصغیر و الصغیرہ ۔

marfat.com

نابالغہ کے مفاد میں ہے عدالتوں کو کرنا چاہیے تاکہ بے روک ٹوک صغر سنی کی شادیوں سے جو سماجی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں معاشرے کو ان سے محفوظ رکھا جا سکے ۔ کیونکہ موافقت کا امکان فریقین میں سمجھ بوجھ بھی چاہتا ہے اور صغر سنی کی شادی کا نتیجہ کفو ہونے کے باوجود غیر موافقت بھی ہو سکتا ہے ۔

یہ امر کہ صغر سنی کی شادیوں کو پاکستان میں ممنوع قرار دے دیا گیا ایک سماجی مسئلہ ہے ، اور اس مسئلہ کو خالص مذہبی انداز میں سوچنے کے بجائے سماجی اور معاشرتی پہلو سے بھی سوچنا اور غور کرنا چاہیے ۔

دوسری بات جو اس سلسلے میں ذہن نشین رکھنی چاہیے یہ ہے کہ نابالغوں کی شادیاں کرنا کوئی امر تاکیدی نہیں ہے ، بلکہ ایک امر مباح ہے ۔ مقتدر اعلیٰ یا ملک کا قانون ساز ادارہ معاشرے کے مفاد میں اس کو موقوف ، معطل یا مقیدکر سکتا ہے لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہ ہوگا کہ مقتدر اعلیٰ یا قانون ساز ادارہ ایسے نکاح کو ناجائز خیال کرتا ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ معاشرتی مصالح کے پیش نظر سماجی برائیوں کے انسداد کی غرض سے اس امر کو موقوف یا مقید کردیا ہے ۔ اسلام میں مقتدر اعلیٰ کے حق قانون سازی کو تسلیم کیا گیا ہے ۔ اس کو اختیار ہے کہ وہ بندگان خدا کو فتنہ و فساد اور شر سے محفوظ رکھنے کے لیے بعض امور کو (جو اگرچہ مباح ہیں) معطّل یا مقیّد کر دے یا اس میں شرعی حدود میں رہتے ہوئے امتناعی احکام جاری کرے ۔[۲] مثال کے طور پر

(۲) مجمع الانہر باب کتاب القضا ، جلد دوم ، صفحہ ۱۵۰ ۔
حجة البالغہ ، شاہ ولی اللہ ، دھلی ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۱۲ ۔
لباب المحل ، علامہ ابن خلدون ، صفحہ ۱۲۷ ۔

marfat.com

قحط کے سبب عہد فاروقی میں کچھ عرصے کے لیے چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا کو موقوف کر دیا گیا تھا۔ اس طرح ایک طلاق کو تین طلاق کا قائم مقام قرار دیا گیا تھا یا حضرت فاروق اعظم نے مؤلفة القلوب کو زکوٰۃ دینے سے منع کر دیا تھا، یا اس خوف کی بناء پر کہ کہیں مسلمان اہل کتاب کی آبرو باختہ عورتوں میں نہ پھنس جائیں حضرت حذیفہ بن الیمان کو یہودیہ عورت کو نکاح میں رکھنے سے منع کر دیا تھا۔

فقہاء امت میں بھی اس مسئلہ پر بحیثیت اباحت ہی بحث ہوتی ہے نہ کہ بحیثیت وجوب و سنت کے۔ دور سلف میں بھی زمانہ کے تقاضوں کو پوری پوری اہمیت دی جاتی رہی ہے:

تجویز

پاکستان میں نافذ الوقت قانون کے تحت نابالغوں کی شادی کرنا ممنوع اور قابل سزا جرم ہے۔ نابالغوں کی شادیوں کا مطلقاً ممنوع قرار دینا مصالح شرعیہ کے خلاف ہے۔ اس ضمن میں ضروری ہے کہ نافذ الوقت قانون میں مناسب ترمیم کی جائے اور نابالغوں کی شادیوں کی اجازت دی جائے البتہ بعض مصالح کے پیش نظر یہ اجازت عدالتوں کی صوابدید پر موقوف کی جا سکتی ہے۔ مختلف اسلامی ممالک کے رائج الوقت قوانین میں بھی اس قسم کی گنجائش رکھی گئی ہے چنانچہ اگر لڑکا یا لڑکی بالغ ہوجائے مگر نکاح کی مقررہ عمر تک نہ پہنچے اور نکاح کا خواہشمند ہو تو وہ قاضی کی اجازت سے نکاح کا اہل قرار دیا جاتا ہے۔ البتہ رخصتی کے سلسلہ میں مناسب عمر کا تعیّن کیا جاسکتا ہے مصر میں نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اس کا ولی کر سکتا ہے۔

marfat.com

ولی نکاح

۴۴۔ ہر عاقل و بالغ مسلمان جس کو بلحاظ احکام شرع حق ولایت پہونچتا ہو ولی نکاح ہو سکتا ہے۔

توضیح : کوئی کافر یا مرتد مسلمان کا ولی نہیں ہو سکتا۔

تشریح

یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ ولی کا عاقل بالغ اور مسلمان ہونا ضروری ہے۔ فاتر العقل یا نابالغ خود اپنے اوپر قدرت نہیں رکھتا اور خود اپنے معاملات میں قانوناً مختار نہیں اس لیے دوسرے کے معاملات میں ولی نہیں بن سکتا۔

جہاں تک ولی کے مسلمان ہونے کا تعلق ہے اس مسئلہ میں تمام ائمہ متفق ہیں کہ ولی نکاح مسلمان ہونا چاہیے۔ چنانچہ ایک کافر کسی مسلمان نابالغ لڑکے یا لڑکی کا ولی نہیں ہو سکتا۔ اس مسئلہ کی بنیاد یہ ہے کہ ولایت کا سبب میراث ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ ''لایتوارث اھل ملتین شیئاً'' یعنی دو متفرق ملت والے وارث نہیں ہوں گے یہاں ملتین سے مراد کفر اور اسلام ہے اس لیے کافر مسلمان کا ولی نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم بھی مسلمان پر کافر کی ولایت کو منع فرماتا ہے چنانچہ آیات کریمہ '' ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلاً ''[۳] اور '' یا ایھاالذین آمنوا الاتتخذو اباً کم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان و من یتولھم منکم فاولئک ھم الظالمون''[۴] کے تحت کافر کو مسلمان پر کسی قسم کی ولایت حاصل نہیں ہے۔ نیز جمہور فقہاء کے نزدیک بھی یہ اصول شہادت اور وراثت کے ضمن میں مسلم ہے۔[۵]

---

(۳) سورۃ النساء آیت ۱۴۱۔
(۴) سورہ توبہ رکوع ۳ آیت ۲۳۔
(۵) فتح القدیر، مصر، جلد ۲ صفحہ ۴۱۲
بحرالرائق جلد ۳، صفحہ ۱۳۶۔
ردالمحتار، مطبوعہ مصر، جلد ۲، صفحہ ۳۲۰۔

marfat.com

یہی حکم مرتد کے لیے ہے چنانچہ شرعاً ایک مرتد کا نابالغ کے نکاح کر دینے کا حق بوجہ ارتداد معطل ہو جاتا ہے تاآں کہ وہ توبہ نہ کر لے اور اسلام کی طرف لوٹ نہ آئے۔[۶]

لیکن ایکٹ نمبر ۲۱ بابت ۱۸۵۰ع میں یہ حکم مذکور ہے کہ ''کوئی قانون یا رواج کسی ایسے شخص کو جو اپنا مذہب ترک کر دے اس کے حق یا جائداد سے محروم نہ کر سکے گا۔ اور چونکہ ولایت بھی ایک حق ہے اس لیے یہ حق بھی ترک مذہب کی بناء پر متاثر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس استثنائی قانون کے سبب بنگال کی ھائی کورٹ نے ۱۸۶۶ع میں مچھو بنام ارزون کے مقدمہ میں یہ قرار دیا کہ ایک ھندو باپ عیسائی ہو جانے سے اپنی اولاد کو اپنی حفاظت میں رکھنے اور ان کی تعلیم کی نگرانی سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔[۷] اس کے بعد کے مقدمے میں اسی ھائی کورٹ نے مچھو بنام ارزون کے مقدمہ کا ذکر کیے بغیر یہ قرار دیا کہ ایک مسلمان باپ جو یہودی ہو گیا تھا بوجہ ارتداد اپنی بیٹی کو نکاح میں دینے کا مجاز نہیں ہے۔[۸] بمبئی کے ایک مقدمے میں مچھو بنام ارزون کے مقدمہ کی پیروی کرتے ہوئے یہ قرار دیا گیا کہ ایک ھندو جو مسلمان ہو گیا ہو اپنے بیٹے کو دوسرے ھندو کی "تبنیت" میں دینے کے ناقابل نہیں ہے۔[۹] پنجاب کی چیف کورٹ نے بھی مچھو کے مقدمہ کا اتباع کیا اور ایک مسلمان باپ کے سلسلے میں جو عیسائی ہو گیا تھا یہ فیصلہ کیا کہ بوجہ ارتداد باپ کو اپنی نابالغ اولاد کی ذات اور جائداد کی ولایت

(۶) ھدایہ انگریزی باب الوکالت (Agency) صفحہ ۳۹۲۔
(۷) ۱۸۶۶ع ۵ ویکلی رپورٹ ۲۳۵۔
(۸) بمقدمہ ماھن بی بی ۱۸۷۴ ۱۳ بنگال لا رپورٹ صفحہ ۱۶۰۔
(۹) شام سنگھ بنام سنتا بائی ۱۹۰۱ع ۲۵ بمبئی صفحہ ۵۵۱۔

marfat.com

کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا ۔[۱۰]

قرآن پاک مسلمانوں پر کافروں کی ولایت کو جائز قرار نہیں دیتا ۔ اس ضمن میں متعدد آیات قرآن پاک میں موجود ہیں ۔ مثلاً

''لایتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین و من یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیٔ'' ۔[۱۱]

(نہ بنائیں مسلمان کافروں کو دوست ، مسلمانوں کو چھوڑ کر اور جو کوئی یہ کام کرے اس کو اللہ سے کوئی تعلق نہیں)

'' یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض ، ومن یتولّھم منکم فانہ منھم'' ۔[۱۲]

(اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں ، اور جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی کرے تو وہ انہیں میں سے ہے ۔)

اسی طرح قرآن پاک مسلمان پر مرتد کے حق ولایت کا بھی مخالف ہے چنانچہ قرآن پاک میں آیا ہے کہ :

''ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادو کفراً لن تقبل توبتھم واولئک ھم الضالّون ''۔[۱۳]

(جو لوگ منکر ہوئے مان کر ، پھر بڑھتے رہے انکار میں ، ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہو گی اور وہی ہیں گمراہ) ۔

ایک دوسری آیت میں آیا ہے کہ :

---

(۱۰) گل محمد بنا مسماۃ وزیر ۱۹۰۱ع ، ۳۶ پنجاب ریکارڈ صفحہ ۱۹۱ ۔
(۱۱) سورۃ آل عمران ، آیت ۲۸ ۔
(۱۲) سورۃ المائدہ ، آیت ۵۱ ۔
(۱۳) سورۃ آل عمران آیت ۹۰ ۔

marfat.com

''من کفر باللہ من بعد ایمانہ الامن اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم ۔''[14]

(جو کوئی اللہ سے منکر ہوا، ایمان لانے کے بعد، مگر وہ جس پر زبردستی کی گئی اور اس کا دل مطمئن ہے ایمان پر، لیکن جو کوئی دل کھول کر منکر ہوا، سو اُن پر اللہ کا غضب ہے اور اُن کے واسطے بڑا عذاب ہے۔)

ایک تیسری آیت میں مذکور ہے کہ:

''ودوالو تکفرون کما کفروا فتکونون سوآء فلا تتخذو منھم اولیاء حتیٰ یھاجروا فی سبیل اللہ، فان تولوا فخذوھم واقتلوھم حیث وجد تموھم ولاتتخذو منھم ولیاً ولا نصیراً ۔''[15]

(چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے، تاکہ پھر تم سب برابر ہو جاؤ، سو اُن میں سے تم کسی کو دوست مت بناؤ، یہاں تک کہ وطن چھوڑ آئیں اللہ کی راہ میں، پھر اگر اس کو قبول نہ کریں تو اُن کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں پاؤ اور نہ بناؤ اُن میں سے کسی کو دوست اور مدد گار)

مذکورہ بالا آیات اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ رکھی جائے۔ اسی طرح مرتد سے تعلقات کا قایم کرنا تو کجا، اُسے قتل کرنے کا حکم ہے۔ ایسی حالت میں مسلمانوں پر غیر مسلم اور مرتد کی ولایت کیونکر گوارا

(۱۴) سورۃ النحل آیت ۱۰۶ ۔

(۱۵) سورۃ النساء آیت ۸۹ ۔

marfat.com

ہو سکتی ہے علاوہ ازیں اسلام دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں افضل دین ہونے کی حیثیت سے اس کا ماننے والا دوسرے دین کے ماننے والے کافر زیر ولایت کیونکر ہو سکتا ہے ۔ لہذا مسلم پر غیر مسلم ولایت جائز نہیں ۔

تجویز

قرآن کریم کی آیات کافروں اور مرتدوں کے مسلمانوں پر عدم تسلط کے سلسلے میں اس امر کی مقتضی ہیں کہ مرتدوں کو مسلمانوں پر کسی قسم کی ولایت حاصل نہیں ۔

یہ امر کہ ایک مسلمان باپ کو بعد ارتداد اپنی نابالغ اولاد کا نکاح کر دینے کا حق ہے یا نہیں ، ولایت نکاح کا مسئلہ ہے جس سے مسلمانوں کا قانون شخصی متعلق ہونا چاہیے ۔ اس لیے ایکٹ ۲۱ بابت ۱۸۵۰ع کے دائرۂ اختیار سے ولایت نکاح کے حق کو ختم کر دینا چاہیے ۔ لہذا اس سلسلے میں قانون میں مناسب تبدیلی کی ضرورت ہے تاکہ کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے ۔

حق ولایت

۴۵۔ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کر دینے کا اختیار علی الترتیب حسب ذیل اشخاص کو حاصل ہوگا :

۱۔ باپ

۲۔ دادا (خواہ کتنی ہی اگلی پشت کا ہو)

۳۔ سگا بھائی ۔

۴۔ علاتی بھائی ۔

marfat.com

۵- سگا بھتیجا ۔

۶- علّاتی بھتیجا ۔

۷- سگا چچا ۔

۸- علّاتی چچا ۔

۹- سگا چچا زاد بھائی ۔

۱۰- علّاتی چچا زاد بھائی اور اسی طرح دوسرے عصبات (پدری رشتہ داران) بہ ترتیب وراثت ۔

۱۱- ماں ۔

۱۲- بیٹے کی بیٹی ۔

۱۳- بیٹی کی بیٹی ۔

۱۴- پوتے کی بیٹی ۔

۱۵- بیٹی کی نواسی ۔

۱۶- سگی بہن ۔

۱۷- سوتیلا بھائی ۔

۱۸- سوتیلی بہن ۔

۱۹- دیگر ذوی الارحام (مادری رشتہ داران) بہ ترتیب وراثت ۔

۲۰- حاکم وقت یا قاضی ۔

تشریح

حنفیوں کے نزدیک اصلاً ولی وہ شخص ہو سکتا ہے جو عصبہ بنفسہ ہو یعنی مولی علیہ (Ward) کا کسی عورت کے واسطے کے بغیر رشتہ دار ہو البتہ جب کوئی عصبہ موجود نہ رہے تو ذوی الارحام (ماں کی طرف سے رشتہ داران) کو نابالغ لڑکے یا لڑکی کو نکاح میں دینے کا حق حاصل ہے اور جب کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو قاضی دوسرے اولیاء کی طرح نابالغ کا نکاح کر سکتا ہے بشرطے کہ اس کے پروانۂ تقرری میں اس اختیار کا ذکر موجود ہو'

marfat.com

ورنہ حق ولایت حاکم وقت کو حاصل ہوگا ۔[16]

امام مالک کے قول کے مطابق سوائے باپ کے کسی کو نابالغ لڑکے یا لڑکی کے نکاح کا حق حاصل نہیں[17] البتہ جب باپ موجود نہ ہو تو حق الجبر اس کے وصی (Executer) یا قاضی کی طرف منتقل ہو جائے گا[18] لیکن حنفیوں کے نزدیک جو وصی وارث نہ ہو نکاح کی اغراض کے لیے وصی نہیں ہو سکتا خواہ مرحوم باپ نے بذریعہ وصیت اس کو ولی مقرر کر دیا ہو ۔[19]

امام شافعی کے قول کے مطابق باپ اور دادا کے سوائے کسی اور کو ولایت نکاح کا حق نہیں پہونچتا ۔[20]

شیعہ اس مسئلہ میں امام شافعی سے متفق ہیں چنانچہ ان کے نزدیک بھی جبر ولایت صرف باپ اور دادا کو حاصل ہے ۔[21] اور کسی دوسرے رشتہ دار کو حاصل نہیں ۔ البتہ باپ اور دادا کے نہ ہونے کی صورت میں حق ولایت وصی یا حاکم کو منتقل ہو جائے گا ۔

ہمارے نزدیک احناف کا نقطہ نظر نفسیات انسانی کے عمیق مطالعہ پر مبنی ہے ، اور بمقابلہ دیگر مذاہب فکر کے انسب ہے ۔

---

(۱٦) المبسوط ، سرخسی ، جلد ۴ صفحہ ۱۹۳-۱۹۲ ۔
بحرالرائق ، جلد ۳ صفحہ ۱۳۳ ۔
ردالمحتار درمختار جلد ۲ صفحہ ۳۱۹ ۔
فتح القدیر ، ۳۱۴-۳۰۵ ۔
(۱۷) المبسوط ، سرخسی ، جلد ۔ ۴ ، صفحہ ۲۱۳ ۔
(۱۸) جامع الاحکام فی فقہ الاسلام مطبوعہ نولکشور ، لکھنؤ ، جلد اول صفحہ ۱۵۲ ۔
(۱۹) درمختار ، جلد ۲ (حاشیہ رد المحتار) صفحہ ۳۲۲ ۔
(۲۰) المبسوط ، سرخسی ، جلد ۴ صفحہ ۲۱۴ ۔
المغنی جلد ٦ ، صفحہ ۳۸۹ ۔
(۲۱) شرایع الاسلام (عربی) مطبوعہ طہران صفحہ ۱۷۳ ۔

marfat.com

اس کی دلیل یہ ہے کہ ولایت نفس ولایت مال کی طرح ایک حق ہے اور ولایت کی بنیاد قرابت ہے ، جو ولی بہ اعتبار رشتہ جتنا قریب ہوگا اتنا ہی اس کے دل میں اپنے مولٰی علیہ (Ward) کے لیے شفقت زیادہ ہوگی ۔ اس اصول کے پیش نظر کہ ولایت خاص ولایت عام سے زیادہ قوی ہوتی ہے ، محض باپ یا باپ اور دادا کے بعد نابالغ لڑکے یا لڑکی کے نکاح کا اختیار قاضی یا حاکم وقت کو سونپ دینا اس بناء پر مولٰی علیہ کے لیے مفید قرار نہیں دیا جا سکتا کہ قاضی یا حاکم وقت کا درجہ دیگر اولیاء کے بعد ہے ۔ ولی کی موجودگی میں یہ قیاس ثابت ہے کہ قاضی یا حاکم وقت نابالغ یا نابالغہ کا ولی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ مولٰی علیہ کے مفادات کا جو تحفظ خونی رشتہ دار ہونے کے سبب ولی کرسکتا ہے قاضی یا حاکم وقت نہیں کر سکتا ۔ اس دلیل کی بناء پر یہ بات صحیح تر ہے کہ خونی رشتہ داروں کے نہ ہونے کی صورت ہی میں قاضی یا حاکم وقت کو نابالغ کے نکاح میں جبر ولایت حاصل ہونا چاہیے ۔

قریب تر ولی کی موجودگی میں بعید تر ولی کا حق ولایت

۴۷۔ قریب تر ولی کی موجودگی میں بعید تر ولی کا حق ولایت معدوم ہو جاتا ہے ۔ لیکن اگر قریب تر ولی غیبت منقطعہ پر ہو تو بعید تر ولی مولٰی علیہ کا نکاح کر دینے کا مجاز ہوگا ۔

تشریح

یہ مسئلہ متفقہ ہے کہ ولی اقرب ولی ابعد کے حق ولایت کو معدوم کر دیتا ہے ۔[۲۲]

امام محمد کے نزدیک اگر نابالغ کا نکاح بعید تر ولی کر دے جب کہ قریب تر ولی موجود ہو تو ایسا نکاح قریب تر ولی کی

(۲۲) ہدایہ انگریزی ۔صفحہ ۳۷ ۔
ردالمحتار، جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ ۔ بحرالرائق جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ ۔

marfat.com

اجازت پر موقوف رہے گا۔ کیونکہ بعید تر ولی قریب تر ولی کی موجودگی میں ایک اجنبی کی حیثیت رکھتا ہے۔[۲۳]

امام شافعی کا قول ہے کہ اگر ولی موجود نہ ہو تو مولیٰ علیہ کا نکاح حاکم وقت کرے گا اور امام زفر کا کہنا ہے کہ اس کا نکاح کوئی نہ کرے تاآں کہ قریب تر ولی نہ آ جائے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ ولی ابعد کے لیے ولی اقرب کی موجودگی میں اپنے حق ولایت کا حصول ناممکن ہے اس لیے ولایت حاکم وقت کو دفع ظلم کی غرض سے حاصل ہو جاتی ہے اور وہ نکاح صغیر یا صغیرہ کا مجاز ہے۔ امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ اقرب سے ابعد محجوب ہو جاتا ہے اور اقرب کی ولایت غیبت کے باوجود قائم رہتی ہے اور منقطع نہیں ہوتی جس طرح کہ محض غیبت سے حق وراثت منقطع نہیں ہوتا، اور چونکہ ولی اقرب کی ولایت باوجود غیبت قائم اور باقی رہتی ہے اس لیے ولی ابعد کو نکاح نہ کرنا چاہیے کیونکہ دو ولایتیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں ـــــ اور اسی طرح چونکہ حاکم وقت کی ولایت، ولایت ابعد سے بھی بعید (متاخرہ) ہے اور چونکہ ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کی ولایت ثابت نہیں اسی طرح حاکم وقت کی ولایت بھی قائم نہیں ہو سکتی چنانچہ ولی اقرب اگر غیر ظالم ہے اور سفر میں ہے تو حاکم وقت اس کا قائم مقام نہیں بن سکتا۔[۲۴]

امام ابوحنیفہ اور دوسرے ائمہ کا یہ نقطہ نظر ہے کہ اگر قریب تر ولی غائب ہو اور غیبت منقطعہ پر ہو تو بعید تر ولی کو اس امر کا اختیار ہوگا کہ وہ مولیٰ علیہ کا نکاح کر دے ان

(۲۳) المبسوط، سرخسی، جلد ۴ صفحہ ۲۲۰۔
(۲۴) المبسوط، سرخسی، جلد ۴ صفحہ ۲۲۰۔

marfat.com

کی دلیل یہ ہے کہ ولی اقرب کے غیبت منقطعہ پر ہونے کی صورت میں اگرچہ اس کی ولایت ختم یا منقطع نہیں ہوئی لیکن معطل ضرور ہوگئی کیونکہ وہ اپنے حق ولایت کے استعمال سے قاصر ہے اور چونکہ وہ قاصر ہے اس لیے ولی ابعد کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ مولیٰ علیہ کا نکاح کر دے۔

یہ سوال کہ کون سی غیبت (غیر موجودگی) غیبت منقطعہ کہلائے گی ایک اہم سوال ہے۔ فقہی اصطلاح میں غیبت منقطعہ بالعموم ایک سال کی مسافت کو کہتے ہیں۔ بعض فقہاء نے اسے تین یوم (دن اور رات) کی مسافت بھی کہا ہے اور متاخرین کے ایک گروہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے، لیکن بعض فقہاء کے نزدیک بغرض احکام ولایت نکاح صرف اس قدر مسافت غیبت منقطعہ ہے جس میں نماز قصر کرنے کا حکم ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ بعض کے نزدیک ایسے غائب کی غیبت منقطعہ سمجھی جائے گی جس کے پاس سے خبر آنے تک جس کفو سے نکاح ہو رہا ہے وہ انتظار نہ کر سکے، اور یہ قول احسن ہے۔[۲۵]

موجودہ زمانہ میں جب کہ مہینوں اور سالوں کے فاصلے چند گھنٹوں میں اور دنوں میں طے ہو جاتے ہیں غیبت منقطعہ کیا ہے اس کا فیصلہ ہر مقدمہ کے حالات کے مطابق کیا جانا چاہیے۔ نیز یہ کہ غیبت منقطعہ کے اصول کا اطلاق محض فاصلہ یا دوری پر نہ ہوگا بلکہ ان تمام اسباب پر بھی کیا جا سکے گا جن کی بناء پر ولی اقرب اپنا اختیار استعمال نہ کر سکتا ہو۔

---

(۲۵) المبسوط، سرخسی، جلد ۴، صفحہ ۲۱۲-۱۹۲۔
فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ مصطفائی، ہند، جلد ۱، صفحہ ۱۶۶۔
فتح القدیر، جلد ۲ صفحہ ۴۱۶۔ شرح وقایہ صفحہ ۳۸۶۔

marfat.com

چنانچہ جہاں قریب تر ولی اپنا اختیار استعمال نہ کر سکتا ہو مثلاً بیماری قید یا کسی دیگر پریشانی کے سبب یا اس قدر فاصلے پر ہو کہ اس کے آنے یا اس کی رضامندی حاصل ہونے تک کنو ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہو تو بعید تر ولی کو حق ولایت حاصل ہو جائے گا اور اس کا کیا ہوا نکاح صحیح ہوگا۔

ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کا کیا ہوا نکاح

۴۷۔ اگر ولی اقرب موجود ہو مگر نابالغ کا نکاح ولی ابعد کر دے تو اس کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

تشریح

اگر نابالغ کا نکاح ولی ابعدکر دے جب کہ ولی اقرب موجود ہو تو ایسا نکاح باطل نہ ہوگا بلکہ ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔[۲۶] چنانچہ اگر ولی اقرب اجازت دے دے تو جائز ہوگا ورنہ ناجائز۔ اس اصول کی بنیاد "نکاح فضولی" کے نظریہ پر ہے کہ اگر کوئی شخص غیر مجاز کسی شخص کا نکاح کر دے تو وہ نکاح اس شخص کی اجازت پر منحصر ہوگا۔

دو ہم درجہ اولیاء کی صورت میں ایک کے نکاح کر دینے کا اثر

۴۸۔ اگر دو ہم درجہ ولی ہوں اور ان میں سے کوئی ایک مولیٰ علیہ (Ward) کا نکاح کر دے تو جائز ہوگا۔

تشریح

اگر کسی نابالغہ کے دو سگے بھائی ہوں اور ان میں سے کوئی ایک اس کا نکاح کر دے تو ایسا نکاح صحیح ہوگا۔

بعض علماء کا قول ہے کہ ایسی صورت میں ایک ولی کا نکاح کر دینا جائز نہیں جب تک کہ دونوں مل کر نکاح نہ کریں

(۲۶) المبسوط، سرخسی، جلد ۴ صفحہ ۲۲۰۔
ردالمحتار، جلد ۲، صفحہ ۳۲۳۔

marfat.com

ان کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ بھائی باپ کا قایم مقام ہوتا ہے اس لیے نکاح کے نافذ ہونے کے لیے ان دونوں بھائیوں کا مجتمع ہونا ضروری ہے۔

لیکن اجماع اس پر ہے کہ جب دو ہم درجہ ولی ہوں تو جو ولی نکاح پہلے کردے اس کا کیا ہوا نکاح صحیح تر اور قابل ترجیح ہے چنانچہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا نکاح کر دینا جائز ہوگا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ولایت کی بناء قرابت ہے اور قرابت کا تجزیہ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک نکاح کردے تو وہ جائز ہوگا اس لیے کہ قرابت کی صفت ہر ایک کے حق میں بدرجۂ کمال موجود ہے جو ناقابل تقسیم ہے اس لیے دونوں میں سے ہر بھائی بنفسہ باپ کا قایم مقام ہے۔[۲۷]

(۲۷) المبسوط، سرخسی، جلد ۴ صفحات ۲۱۸-۲۱۹۔
ردالمحتار، جلد ۲ صفحہ ۳۲۳۔
فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۴۱۷۔

marfat.com

چھٹا باب

خیار بلوغ

خیار بلوغ کی تعریف

۴۹۔ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا بہ زمانۂ نابالغیت ولی کے کیے ہوئے نکاح کو بالغ ہو جانے پر رد کر دینے کا اختیار "خیار بلوغ" کہلاتا ہے۔

خیار بلوغ کا حق

۵۰۔ نابالغ لڑکے یا لڑکی کو اس کے ولی کے کیے ہوئے نکاح کو فسخ یا رد کرنے کے لیے خیار بلوغ کے استعمال کا حق حاصل ہے خواہ وہ نکاح اس کے باپ دادا یا کسی بھی ولی کا کیا ہوا ہو۔

تشریح

حنفیہ مکتب فکر کے نزدیک علاوہ امام ابو یوسف[1] کے یہ مسئلہ متفقہ ہے کہ باپ اور دادا کے علاوہ اگر کسی دوسرے ولی نے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کیا ہو تو وہ (نابالغ یا نابالغہ) بالغ ہونے پر خیار بلوغ کا حق استعمال کر کے اس نکاح کو جو ان کے ولی نے بہ زمانۂ نابالغیت کیا ہو رد کر سکتے ہیں۔[2]

چونکہ مالکیہ کے نزدیک صرف باپ اور شافعیہ کے نزدیک

---

(۱) امام ابو یوسف کے نزدیک نابالغ لڑکے یا لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں ہے خواہ نکاح باپ دادا نے کیا ہو یا کسی اور ولی نے البتہ اگر نکاح غیر کفو سے یا مہر مثل سے کم پر کیا ہو تو امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک لڑکی بالغ ہونے پر خیار بلوغ کا حق استعمال کر سکتی ہے۔

(۲) واذا بلغ الصغیر والصغیرة وقد زوجہما الاب و الجد لاخیار لہما ولہما خیار البلوغ فی نکاح غیر الاب والجد عند ابی حنفیہ و محمد وقال ابو یوسف لاخیار لہما۔ (فتاویٰ قاضی خان جلد ۱ کتاب النکاح صفحہ ۱۶۶)۔

marfat.com

صرف باپ اور دادا کو ولایت نکاح حاصل ہے ۔ اس لیے ان کے یہاں باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ مالکیوں کے نزدیک جو نکاح باپ اور شافعیوں کے نزدیک باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور (ولی) نے کیا ہو، سرے سے جائز ہی نہیں ہوتا ۔

شیعہ فرقے کے ائمہ کے نزدیک بھی باپ دادا کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ کا حق استعمال نہیں کیا جا سکتا ۔ لیکن اگر باپ دادا کے علاوہ کسی ولی ابعد نے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کیا تو وہ نکاح باپ یا دادا (جیسی بھی صورت ہو) کی اجازت پر موقوف ہوگا ۔ اگر اجازت دے دی گئی توصحیح ہو جائے گا ورنہ باطل ۔ نیز باپ یا دادا (جیسی بھی صورت ہو) کی اجازت کے بعد وہ نکاح اپنے اثر و نفوذ کے لحاظ سے وہی حکم رکھے گا جو ان کے اپنے کرائے ہوئے نکاح کا ہوتا ۔ چنانچہ ایسی صورت میں بھی نابالغ لڑکا یا لڑکی بالغ ہونے پر اس نکاح کو رد کرنے کے مجاز قرار نہیں دیے گئے ۔[۳]

حنفیہ مکتب فکر میں اگرچہ تمام ائمہ کا اس امر میں بالکلیہ اتفاق ہے کہ باپ اور دادا کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ بطور مجرّد حق کے استعمال نہیں کیا جا سکتا لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جب کہ نامناسب مہر پر نکاح کر دیا گیا ہو یا جب کہ نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کر دیا گیا ہو تو لڑکی بالغ ہونے پر خیار بلوغ کا حق استعمال کر سکتی ہے باوجودیکہ اس کا نکاح باپ یا دادا نے کیا ہو ۔ لیکن امام ابوحنیفہ ایسے نکاح کو عدم کفأت یا قلت مہر کی بناء پر فسخ کرنے

(۳) شرائع الاسلام، کتاب النکاح، طہران صفحہ ۱۲۵ ۔

marfat.com

کے لیے خیار بلوغ کے استعمال کے مخالف ہیں ۔

اس سلسلے میں امام ابو حنیفہ اور دیگر فقہاء کی دو دلیلیں ہیں ایک بربنائے سنت اور دوسری بربنائے استحسان ۔ دلیل بربنائے سنت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ سے پانچ سو درہم پر نکاح کیا اور وہ نکاح حضرت عائشہ کے والد ماجد نے ان کی نابالغی کے زمانے میں کیا تھا ۔ اسی طرح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے چار سو درہم پر کیا تھا ۔ ان دونوں کے مہر مہر مثل سے کم تھے لیکن اس کے باوجود ان میں سے کسی نے خیار بلوغ کا حق استعمال نہیں کیا ۔

حنفی فقہاء کا یہ استدلال ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے اور حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے مہر مثل سے کم پر نکاح کیا تھا لیکن اس کے باوجود ان میں سے کسی نے خیار بلوغ کا حق استعمال نہیں کیا ، ضعیف ہے کیونکہ خیار بلوغ ایک اختیاری فعل ہے اس حدیث یا واقعہ سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ حضرت عائشہ صدیقہ یا حضرت فاطمہ زہرا خیار بلوغ کا حق استعمال کرنا چاہتی تھیں لیکن چونکہ نکاح ان کے والد کے کیے ہوئے تھے اس لیے حق استعمال نہیں کیا ۔

فقہاء کی دوسری دلیل جو بربنائے استحسان ہے یہ ہے کہ باپ کی شفقت اپنی اولاد کے لیے کامل ہے اس لیے اس کی ولایت بھی کامل ہے ۔ وہ اپنی اولاد کے مفادات اور مصالح کا اس سے زیادہ نگہ دار اور پاسبان ہے جتنا کہ وہ اولاد خود اپنے لیے ہو سکتی ہے ۔ چونکہ ایک باپ اولاد کی مصلحتوں اور مفادات کو خود اولاد سے زیادہ سمجھتا ہے اس لیے وافر الشفقت اور

marfat.com

تامۃ الولایت ہونے کے سبب استحسان سے کام لیا جائے تو یہ نتیجہ برآمد ہوگا کہ باپ اور دادا نے اولاد کی جملہ مصالح کو پیش نظر رکھتے ہوئے نکاح کیا ہے اس لیے ان کا کیا ہوا نکاح بہر حال قابل پابندی اور واجب التعمیل ہونا چاہیے اور اسے خیار بلوغ کے ذریعہ فسخ کرنے کا حق نہ ہونا چاہیے۔

فقہاء کی یہ دلیل کہ باپ اور دادا کے کیے ہوئے نکاحوں کو کمال شفقت کی بناء پر ناقابل فسخ قرار دیا گیا ہے اور دیگر اولیاء کے کیے ہوئے نکاح کمی شفقت کی بناء پر قابل فسخ ہیں —[۲] دو وجوہ سے ناقص ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اس تفریق کا جواز کسی حکم شرعی کی بناء پر نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ جس طرح باپ اور دادا اپنی نابالغ لڑکی کے حق وافر الشفقت ہیں اسی طرح ایک بالغہ کے حق میں بھی وافر الشفقت ہیں۔ لہذا اگر باپ یا دادا خود بالغ لڑکی کا نکاح کر دیں تو ایسے نکاح کو پھر غیر لازم و غیر نافذ کیوں قرار دیا گیا؟ اس کے برعکس عام تجربہ میں یہ آیا ہے کہ جوں جوں لڑکی کی عمر بڑھتی جاتی ہے اور وہ جوانی کی منزلوں میں قدم رکھتی ہے تو باپ اپنی لڑکی کے لیے زیادہ محتاط اور زیادہ فکر مند ہو جاتا ہے اور لڑکی کے لیے اس کی شفقت اور محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فقہاء کی یہ دلیل کہ باپ (یا دادا بحیثیت قائم مقام باپ) نابالغ کے لیے اپنی شفقت میں دیگر اولیاء سے زیادہ ہوتا ہے اور نابالغ پر اس کی ولایت مکمل ہوتی ہے

---

(۲) فلاعتبار وجودالاصل الشفقۃ نفذنا العقد ولا اعتبار نقصان الشفقۃ اثبتنا الخیار (المبسوط، امام سرخسی، مصر، جلد ۴ صفحہ ۲۱۲)۔

اس لیے نابالغ کو خیار بلوغ نہیں ، کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اس کی حیثیت محض قیاسی اور عقلی ہے جس کی بنیاد فطرت انسانی اور تجربات زمانہ پر ہے ۔ ممکن ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم خیال فقہاء کے تجربے کی روشنی میں یہی بات ہو کہ باپ اپنی نابالغ اولاد کی مصلحت کے خلاف کام نہ کرتا ہو لیکن اگر کسی زمانے یا ملک میں پیش آمدہ حالات کے تحت اس ملک کا قانون ساز ادارہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ دیانت اور امانت عنقا ہو گئی ہے اور لوگ اپنے اختیارات کا غلط اور ناجائز استعمال کر رہے ہیں تو پھر اس کا نتیجہ اس تجربے سے یقیناً مختلف ہوگا جو امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم خیال فقہاء کا تھا ۔ انگلستان میں ۱۸۸۳ع تک باپ اپنی اولاد کو آزادانہ فروخت کر سکتا تھا اس کے بعد قانوناً پابندی عائد کر دی گئی ۔ خود ہمارے ملک کے ایک حصہ سابق صوبہ سرحد میں اب بھی ایسی مثالیں شاذ نہیں کہ باپ اپنی لڑکی کا نکاح اپنے ہونے والے داماد سے روپیہ لے کر کرتا ہے جو حقیقتاً فروخت کی ایک شکل ہے ۔

خود فقہاء کرام سے یہ امکانی صورت حال مخفی نہ تھی چنانچہ کتب فقہ میں باپ دادا کے کیے ہوئے نابالغ کے نکاح کے لازم ہونے کے سلسلے میں چند شرائط ملتی ہیں کہ باپ یا دادا (جیسی صورت ہو) مالی معاملات میں غیر امین نہ ہوں فاسق اور لاپروا (ماجن) نہ ہوں جس سے نکاح کیا ہو وہ غنڈہ یا لوفر یا فقیر یا ذلیل پیشہ نہ ہو یا اگر ایسے امور موجود ہوں جو نابالغ لڑکے یا لڑکی کے لیے مضر ہوں تو نابالغوں کو خیار بلوغ حاصل ہوگا ۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا متفق علیہ ہے

marfat.com

جیسا کہ شرح مجمع سے رد محتار نے نقل کیا ہے۔[۵] نیز حموی عن البرجندی میں بھی لکھا ہے کہ باپ یا دادا کے غبن فاحش کی صورت میں نابالغوں کو خیار بلوغ حاصل ہے چنانچہ فتح المعین میں لکھا ہے کہ ''اگر ان بالغوں کا نکاح باپ اور دادا نے کر دیا ہو تو ان کو خیار بلوغ حاصل نہ ہوگا الا یہ کہ وہ نکاح غیر کفو میں کیا ہو یا اس میں غبن فاحش کی صورت ہو۔ اس صورت میں ان کو بعد بلوغ نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہوگا''۔[٦]

چنانچہ کتب فقہ کی روشنی میں باپ یا دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ کا حق حاصل ہے اور نابالغان بلا کسی سبب کے بتائے بفور بلوغ نکاح کو رد کرنے کے مجاز ہیں لیکن اگر نکاح باپ یا دادا نے کیا ہو تو عدم کفأت ، قلت یا زیادتی مہر اور غبن فاحش کی بناء پر نکاح فسخ کیا جا سکتا ہے ۔ بالفاظ دیگر باپ دادا کے علاوہ دیگر اولیاء کے کیے ہوئے نکاح کو خیار بلوغ کے ذریعہ رد کرنے کا حق مطلق اور غیر مشروط ہے ، جب کہ باپ دادا کے کیے ہوئے نکاح کو رد کرنے کا حق مقید اور مشروط ہے ۔ چنانچہ اگر باپ یا دادا نے نابالغ کے نکاح میں فریب سے کام لیا ہو یا بے احتیاطی برتی ہو مثلاً نابالغہ کا نکاح کسی پاگل کے ساتھ کر دیا ہو یا نابالغ لڑکے کا کسی طوائف کے ساتھ کر دیا ہو یا وہ نکاح صریحاً نابالغ کے حق میں نقصان رساں ہو مثلاً اختلاف مذہب کی بناء پر نابالغہ اپنے مذہبی خیالات کے

---

(۵) رد المحتار مصر' جلد ۲ ' صفحہ ۱۳-۳۱۲ -
بحرالرائق باب الکفاءت' مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۳۳ -

(٦) فتح المعین علی شرح الکنز ملا مسکین جزء الثانی صفحہ ۳۵ -

marfat.com

منافی سمجھتی ہو تو خیار بلوغ کا حق حاصل ہوگا۔[۷]

لیکن اس تفریق اور تقیید کے لیے از روے قرآن یا سنت نبوی یا آثار صحابہ میں کوئی صریح نص موجود نہیں ہے۔

امام سرخسی اپنی مشہور کتاب المبسوط میں باپ یا دادا کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ کے عدم استحقاق کے جواز میں ایک اور دلیل بربنائے سنت یہ پیش کرتے ہیں کہ "حضرت عائشہ کا نکاح صغر سنی میں ہوا۔ اگر باپ کے کیے ہوے نکاح میں خیار بلوغ ہوتا تو آنحضرت حضرت عائشہ کو مطلع فرما دیتے کہ تم کو تمھارے باپ (حضرت ابوبکر صدیق) کے کیے ہوے نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت تخییر "فتعالین امتعکن واسرحکن سراحاً جمیلاً"۔[۸] یعنی - - - - - - - - کے موقع پر حضرت عائشہ کو اطلاع دیتے ہوئے فرمایا تھا "کہ میں تمھارے سامنے ایک چیز پیش کرتا ہوں تم اس بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہنا جب تک کہ تم اپنے باپ سے مشورہ نہ کر لو، اور اس کہنے کے بعد حضور علیہ السلام نے مذکورہ آیت تخییر حضرت عائشہ کے سامنے پڑھی"[۹]

چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد رخصتی ایسا نہ کیا تو یہ امر سنت (قاعدہ شرعی) بن گئی کہ اگر باپ اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کردے تو اس کو بالغ ہونے پر خیار بلوغ

(۷) ہدایہ انگریزی صفحہ ۳۷۔
بیلی صفحہ ۵۰۔
محمڈن لا، اشاعت پنجم، امیر علی، جلد ۲ صفحہ ۳۷۰۔
عزیز بانو بنام محمد ابراہیم ۱۹۲۵ع ۴۷ الہ آباد ۸۳۸-۸۲۳۔
(۸) سورہ احزاب رکوع ۴ آیت ۱۔
(۹) "انی اعرض علیک امراً فلا تحدثنی فیہ شیاً حتی تستشیری ابویک ثم تلا علیہا قولہ تعالی (الخ)" المبسوط، امام سرخسی جلد۴ صفحہ ۲۱۲۔

marfat.com

منافی سمجھتی ہو تو خیار بلوغ کا حق حاصل ہوگا۔[۷]

لیکن اس تفریق اور تقیید کے لیے از روے قرآن یا سنت نبوی یا آثار صحابہ میں کوئی صریح نص موجود نہیں ہے۔

امام سرخسی اپنی مشہور کتاب المبسوط میں باپ یا دادا کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ کے عدم استحقاق کے جواز میں ایک اور دلیل بربنائے سنت یہ پیش کرتے ہیں کہ ''حضرت عائشہ کا نکاح صغر سنی میں ہوا۔ اگر باپ کے کیے ہوے نکاح میں خیار بلوغ ہوتا تو آنحضرت حضرت عائشہ کو مطلع فرما دیتے کہ تم کو تمہارے باپ (حضرت ابوبکر صدیق) کے کیے ہوے نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت تخییر ''فتعالین امتعکن واسرحکن سراحاً جمیلاً''۔[۸] یعنی - - - - - - - - - کے موقع پر حضرت عائشہ کو اطلاع دیتے ہوئے فرمایا تھا ''کہ میں تمہارے سامنے ایک چیز پیش کرتا ہوں تم اس بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہنا جب تک کہ تم اپنے باپ سے مشورہ نہ کر لو'، اور اس کہنے کے بعد حضور علیہ السلام نے مذکورہ آیت تخییر حضرت عائشہ کے سامنے پڑھی''[۹]

چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد رخصتی ایسا نہ کیا تو یہ امر سنت (قاعدہ شرعی) بن گئی کہ اگر باپ اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کردے تو اس کو بالغ ہونے پر خیار بلوغ

(۷) ھدایہ انگریزی صفحہ ۳۷۔
بیلی صفحہ ۵۰۔
محمڈن لا' اشاعت پنجم' امیر علی' جلد ۲ صفحہ ۳۷۰۔
عزیز بانو بنام محمد ابراہیم ۱۹۲۵ع ۴۷ الہ آباد ۸۲۳-۸۳۸۔
(۸) سورہ احزاب رکوع ۴ آیت ۱۔
(۹) ''انی اعرض علیک امراً فلا تحدثنی فیہ شیاً حتی تستشیری ابویک ثم تلا علیہا قولہ تعالی (الخ)'' المبسوط' امام سرخسی جلد ۴ صفحہ ۲۱۲۔

marfat.com

حاصل نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار نہیں کیا ۔''

امام سرخسی آگے لکھتے ہیں کہ ''ایسا ابراہیم اور شریح سے بھی مذکور ہے اور ابن سماعہ اس میں قیاس و استحسان سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیاس اس بات کا مقتضی ہے کہ نابالغ کو بعد بلوغ اس کے باپ کے کیے ہوئے نکاح کو رد کرنے کا اختیار ہونا چاہیے جس طرح کہ اس کے بھائی کے کیے ہوئے نکاح میں اس کو خیار بلوغ کا حق حاصل ہے ۔ لیکن ہم نے قیاس کو بر بنائے سنت ترک کر دیا ہے''[۱۰]

امام سرخسی کا مندرجہ بالا استدلال کمزور ہے کیونکہ آیت تخییر کا نزول اس حادثہ کے سبب ہوا تھا کہ حضور کی ازواج مطہرات تنگی محسوس کر رہی تھیں اور نفقے میں زیادتی کا مطالبہ تھا ، اس کے تدارک کے لیے ایک حکم شرعی کی ضرورت تھی لہذا یہ آیت نازل ہوئی ۔ اگر یہ حادثہ پیش نہ آتا تو اس آیت کی ضرورت بھی نہ ہوتی ۔ صغر سنی میں حضرت عائشہ کا نکاح اور اس کے بعد ان کی رخصتی کوئی حادثہ نہ تھی اور نہ ہی حادثہ کہلائے جانے کے قابل کوئی معاملہ تھا ۔ یہ معاملہ اس وقت حادثہ کہلاتا جب کہ نکاح کے بعد رخصتی کے وقت حضرت عائشہ رخصت ہونے سے انکار فرما دیتیں کہ مجھے یہ نکاح پسند نہیں اور میں شوہر کے یہاں جانا نہیں چاہتی ۔ اس وقت یہ واقعہ ایک حادثہ کہلانے کا مستحق ہوتا اور اس کے لیے نزول حکم کی ضرورت بھی ہوتی اور اس وقت آنحضرت بذریعہ وحی جلی یا خفی حضرت عائشہ

---

(۱۰) المبسوط ، امام سرخسی ، جلد ۴ ، نکاح الصغیرہ ، صفحہ ۲۱۲ ۔

کو مطلع فرماتے کہ یہ نکاح تمہارے والد کا کیا ہوا ہے اور والد کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ نہیں ہے لیکن یہاں صورت حال اس سے مختلف ہے۔

ایک اور وجہ دلیل مذکور کے کمزور ہونے کی یہ بھی ہے کہ آیت تخییر کے بعد طلب تفریق کا اختیار ایک شرعی حکم تھا جس کی اطلاع دینا آنحضرت پر فرض تھا چنانچہ اس فرض کو پورا کرنے کے لیے آنحضرت نے حضرت عائشہ اور دیگر ازواج مطہرات کو طلب تفریق کے اختیار سے مطلع فرمایا۔ اگر باپ کے کیے ہوئے نکاح کے فسخ نہ کرنے کا بھی کوئی حکم ہوتا یا دیگر اولیاء کے بہ زمانہ نابالغیت کیے ہوئے نکاحوں کو فسخ کرنے کے اختیار کا کوئی ذکر ہوتا تو حضور صلعم سکوت نہ فرماتے بلکہ اسی طرح تصریح کے ساتھ اس کا اظہار بھی فرماتے جیسا کہ آیت تخییر کے بعد فرمایا۔ چونکہ بہ زمانہ نابالغی نکاح کرنے کا طریقہ سابقہ رواج پر مبنی تھا جو علی حالہ قائم رہا اس سلسلے میں کوئی نئی بات ایسی رونما نہیں ہوئی جس کا ذکر حضور صلعم حضرت عائشہ سے فرماتے یا ان کی کسی قولی یا عملی حدیث یا سنت سے اس کا پتہ چلتا۔

خیار بلوغ کے سلسلے میں پورے یقین و اعتماد کے ساتھ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ قرآن پاک اس ضمن میں خاموش ہے۔ اسی طرح ہمارے علم کی حد تک سوائے ان ایک دو اقوال کے جن کو شیعہ اصحاب نے امام ابوجعفر سے نقل کیا ہے[11] نابالغ کے بعد

---

(۱۱) الاستبصار، مؤلفہ شیخ الطائفہ ابی جعفر محمد بن الحسن الطوسی (متوفی ۴۶۰ھ) مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ نجف، اشاعت دوم، ۱۹۵۶ع الجز الثالث القسم الاول باب نمبر ۱۴۵ صفحہ ۲۳۶-۳۹۔

marfat.com

بلوغ حق فسخ کے سلسلے میں بھی کوئی صریح حدیث یا آثار صحابہ موجود نہیں ہے البتہ باکرہ بالغہ کی بغیر اجازت اگر کوئی ولی اس کا نکاح کر دے (خواہ وہ باپ یا دادا ہی کیوں نہ ہو) تو اس باکرہ بالغہ کو اس نکاح کے تسلیم نہ کرنے اور باطل قرار دینے کا اختیار حاصل ہونا احادیث سے ثابت ہے - جن کو بیہقی نے سنن کبری جلد ۷ مطبوعہ حیدرآباد دکن صفحہ ۱۱۶-۱۷ میں بہ تمام و کمال نقل کیا ہے نیز ان احادیث کا تفصیلی ذکر کتاب ھذا کی دفعہ ۷ (اہلیت نکاح) میں بھی موجود ہے چنانچہ ہمارے علم کی حد تک کوئی حدیث (یا اثر صحابہ) ایسی موجود نہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ باپ اور دادا کا بہ زمانہ نابالغیت کیا ہوا نکاح بعد بلوغ ناقابل فسخ ہے اور لڑکی خیار بلوغ کے حق کا استعمال کرکے اس نکاح کو رد نہیں کر سکتی - یا یہ کہ باپ اور دادا کے علاوہ دیگر ولیوں کے نکاحوں کو بعد بلوغ رد کر سکتی ہے - کیونکہ جو احادیث ملتی ہیں ان سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ان لڑکیوں کے نکاح جن کو سرکار دو عالم نے حق فسخ دیا تھا زمانۂ نابالغی میں کیے گئے تھے - بلکہ ترتیب ، عنوان اور نفس مضمون کے اعتبار سے محدثین اور فقہاء نے ان نکاحوں کو ''نکاح البکر'' اور ''نکاح الثیب'' کے تحت ذکر کیا ہے جس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مذکورہ نکاح نابالغی میں کیے گئے بلکہ یہ امر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ وہ نکاح بالغہ لڑکیوں کے تھے جو ان کے باپ وغیرہ نے ان کی مرضی کے بغیر کر دیے تھے -

لہذا ہماری رائے میں جس طرح باکرہ بالغہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اگر کسی ولی نے (خواہ وہ باپ یا

marfat.com

دادا ہی کیوں نہ ہو) اس کا نکاح کیا ہو تو عدم رضا کی بناء پر اسے اس نکاح کو تسلیم نہ کرنے اور باطل قرار دینے کا اختیار حاصل ہے ۔ اسی طرح ایک نابالغہ کو بھی جس کا نکاح نابالغی کے زمانے میں اس کے کسی ولی نے کیا ہو (خواہ وہ باپ یا دادا ہی کیوں نہ ہو) بلوغ کے بعد عدم رضا کی بناء پر خیار بلوغ حاصل ہے ۔

ہمارے اس نقطۂ نظر پر ایک اعتراض یہ کیا جا سکتا ہے کہ باکرہ بالغہ چونکہ صاحب و مالک اذن ہے اور اپنی مرضی کی مختار ہے اس لیے اس کی اجازت کے بغیر کسی بھی ولی (خواہ وہ باپ ہی کیوں نہ ہو) کا اذن وہ حیثیت نہیں رکھتا جو اس کے نابالغہ ہونے کی صورت میں رکھتا تھا لہٰذا عدم بلوغ کی صورت میں باپ اور دادا کا اذن بعینہ اس درجے اور حیثیت کا حامل ہے جو لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد خود اس کو حاصل ہوتا ہے ۔ برخلاف لڑکی کے بالغ ہو جانے کے بعد کی حالت میں ، کیونکہ اس وقت لڑکی خود صاحب اذن ہوتی ہے اس لیے اس کے ولی کا اذن ناقص ہوتا ہے ۔ لہٰذا نابالغی کی حالت میں نکاح اذن کامل کے ذریعہ کیا گیا تھا اس بناء پر باپ اور دادا کا کیا ہوا نکاح بعد بلوغ ناقابل فسخ ہوگا جب کہ بلوغ کے بعد کا نکاح اذن ناقص کے ذریعہ منعقد ہونے کے سبب قابل فسخ قرار پائے گا ۔

بظاہر یہ دلیل وقیع معلوم ہوتی ہے لیکن اگر اس پورے مسئلہ کا غائر نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ نتیجہ برآمد ہوگا کہ اصل معاملہ ''رضا اور اذن'' کا ہے ۔ دیکھنا یہ ہے کہ ولی کا اذن یا رضا مندی لڑکے یا لڑکی کے بلوغ سے قبل اور بلوغ کے بعد کیا اثر رکھتی ہے ؟

marfat.com

چنانچہ بلوغ سے قبل نکاح ولی کی اجازت سے منعقد ہو جاتا ہے اور نتیجہ کے اعتبار سے صحیح اور کامل متصور ہوتا ہے اور اس پر نکاح صحیح کے تمام احکام مرتب ہوتے ہیں اسی طرح بلوغ کے بعد باکرہ بالغہ کی اجازت کے بغیر اس کے ولی کا کیا ہوا نکاح بھی منعقد ہو جاتا ہے - لیکن اپنے اثرات و نتائج کے اعتبار سے باکرہ بالغہ کی رضامندی و اجازت پر معلق اور موقوف رہتا ہے اگر لڑکی اپنی رضامندی کا اظہار کردے تو نکاح لازم و نافذ ہو جائے گا (ورنہ باطل) - کیونکہ اگر اس نکاح کا انعقاد اصلاً نہ ہوا ہوتا تو لڑکی کی اجازت سے نافذ کیونکر ہو سکتا تھا اس لیے کہ نفاد کے معنی یہ ہیں کہ جو شے یا امر پہلے سے موجود تھا اس کو لازم کر دیا گیا اور جو چیز موقوف تھی اس کو جاری کرکے نافذ کر دیا گیا - چنانچہ ولی کا اذن نابالغ ہونے کی صورت میں جس طرح انعقاد نکاح کا موجب ہے اسی طرح بلوغ کے بعد (لڑکی کے اذن کے بغیر) انعقاد نکاح کا موجب ہے ' فرق اگر ہے تو صرف اتنا کہ بعد بلوغ نکاح لڑکی کی عدم رضا کے سبب باطل اور کالعدم ہے - کیونکہ اس کے وجود و انعقاد میں عدم رضا کا عنصر جو اپنے اثر کے لحاظ سے مبطل (باطل کر دینے والا) حیثیت رکھتا ہے ' پہلے سے موجود ہے جب کہ قبل بلوغ نکاح منعقد کیے جانے کی صورت میں عدم رضا کا عنصر (جو اپنی خاصیّت میں مبطل حیثیت کا مالک ہے) بعد میں پیدا ہوا کیونکہ ایک نابالغ لڑکا یا لڑکی ذاتی تصرف سے عدم بلوغ کے سبب مجبور ہوتی ہے نہ کہ بسبب عدم ملکیت ذات - لہذا بلوغ کے بعد اس رضا کا وجود ہوگیا جو اپنے اثر کے لحاظ سے باکرہ بالغہ کی رضا کا تھا - اس لیے زمانہ نابالغی میں کیے ہوئے نکاح کو بھی عدم رضا کی بناء پر فسخ کیا جا سکتا ہے

marfat.com

خواہ وہ نکاح باپ یا دادا یا کسی ولی کا کیا ہوا ہو ۔

غیر منقسم ہندوستان میں ۱۷ مارچ ، ۱۹۳۹ع سے قبل تک باپ اور دادا کے کیے ہوئے نکاحوں کو خیار بلوغ کا حق استعمال کرکے فسخ نہیں کرایا جا سکتا تھا لیکن قانون انفساخ ازدواج مسلمانان مجریہ ۱۹۳۹ع کے تحت مسلمان عورتوں کے انفساخ نکاح کی نالشات کے متعلق شرعی قانون کے احکام کو مرتب کیا گیا اور اُن کی توضیح کی گئی چنانچہ زیر دفعہ ۲ ذیلی دفعہ (۷) زوجہ کو جس کا نکاح اس کے باپ ، دادا یا کسی دوسرے ولی نے کیا ہو خیار بلوغ کے ذریعہ تنسیخ نکاح کی ڈگری حاصل کرنے کا حق دار قرار دیا گیا ۔ جس کے نتیجے میں باپ ، دادا اور دوسرے ولیوں کے کیے ہوئے نکاحوں کے درمیان خیار بلوغ کے حق کے سلسلے میں عدالتی فیصلوں میں جو تفریق پائی جاتی تھی ، وہ اس قانون کے سبب سے ختم ہو گئی اور آج کل اسی پر عمل درآمد ہو رہا ہے ۔

فسخ نکاح کی ڈگری

۵۱۔ اگر کسی نابالغ یا نابالغہ کا نکاح بزمانہ نابالغی ولی مجاز نے کیا ہو تو وہ بالغ ہو جانے پر خیار بلوغ کے ذریعہ عدالت سے فسخ نکاح کی ڈگری حاصل کرنے کے مجاز ہوں گے ۔

تشریح

خیار بلوغ کے سلسلے میں اہم ترین سوال یہ ہے کہ آیا نکاح نابالغ کے بالغ ہونے کے بعد خیار بلوغ کا حق استعمال کرنے سے فسخ ہو جاتا ہے یا عدالت کے باضابطہ حکم حاصل کرنے پر فسخ ہوتا ہے ۔ جہاں تک فقہاء کرام کا تعلق ہے وہ اس بارے میں متفق ہیں کہ خیار بلوغ کے ذریعہ نکاح عدالت کے حکم سے

marfat.com

فسخ ہوتا ہے ۔ بالفاظ دیگر محض زوجین میں سے کسی ایک کے خیار بلوغ کا حق استعمال کر لینے سے نکاح خود بخود فسخ نہیں ہو جاتا بلکہ اُس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ عدالت اس کا حکم نہ جاری کردے ۔ چنانچہ اگر خیار بلوغ کا حق استعمال کر لینے کے بعد زوجہ وطی پر راضی ہو گئی تو وہ وطی زنا نہ کہلائے گی اور حلال سمجھی جائے گی کیونکہ نکاح اصلاً باقی تھا ۔ اسی طرح خیار بلوغ کا حق استعمال کر لینے کے بعد مگر عدالتی ڈگری حاصل ہونے سے پہلے اگر دو میں سے کوئی ایک مر جائے تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا ۔

قاضی خان نے بھی خیار بلوغ کے مسئلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خیار بلوغ میں اس وقت تک فرقت واقع نہیں ہوتی اور نکاح باطل نہیں ہوتا جب تک ان دونوں کے عقد کو قاضی فسخ نہ کر دے اور اگر یہ فسخ دخول سے قبل ہو تو پورا مہر ساقط ہو جاتا ہے خواہ.وہ مرد کی جانب سے ہو یا عورت کی جانب سے لیکن اگر فسخ نکاح دخول کے بعد ہو تو مہر ساقط نہیں ہوتا ۔[۱۲]

صاحب مجمع الانہر نے بھی خیار بلوغ کے سلسلے میں بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خیار بلوغ کے ذریعہ نکاح فسخ کرنے کے لیے قضا کی شرط ہے ۔ خواہ وہ لڑکے کی طرف سے ہو یا لڑکی کی جانب سے ۔ ان کا نکاح اُس وقت تک باطل نہیں ہوتا جب تک کہ قاضی اس پر اپنا فیصلہ صادر نہ کر دے ، چونکہ وہ عقد دونوں پر نافذ

---

(۱۲) ''وفی خیار البلوغ لا یقع الفرقۃ ولا یبطل النکاح مالم یفسخ القاضی العقد بینهما فان کان ذالک قبل الدخول یسقط کل المہر سواء کان ذالک من قبل الرجل اومن قبل المرأۃ و بعد الدخول لا یسقط شیء من المہر۔'' (فتاویٰ قاضی خان ، مطبوعہ ہند ، باب کتاب النکاح ، جلد ۱ ، صفحہ ۱۶۶۔

marfat.com

ہو جاتا ہے اس لیے محض رد کر دینے سے باطل نہیں ہو سکتا، کیونکہ رد دوسرے کے حق کو باطل کر دیتا ہے جو ایک کے رد کرنے سے سے باطل نہیں ہو سکتا۔ شوہر کے غائب ہونے کی صورت میں نکاح فسخ کرنا صحیح نہیں کیونکہ غیر موجود شخص پر قاضی کا حکم لازم نہیں ہوتا اسی طرح خیار بلوغ کے ذریعہ تفریق میں بھی قاضی کے حکم کی ضرورت ہے۔ چنانچہ جو کوئی پہلے انتقال کر جائے وہ دوسرے کا وارث ہوگا، کیونکہ نکاح صحیح ہونے کے سبب ملک ثابت ہے اس لیے ان دو میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جانے کی صورت میں نکاح خود بخود ختم ہو جاتا ہے، خواہ اس کا انتقال بلوغ سے پہلے ہوا ہو یا بعد کو کیونکہ ان دونوں کے درمیان فرقت سوائے قاضی کے حکم کے واقع نہیں ہوتی اس لیے وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور عورت کا کل مہر مرد کے ذمہ واجب ہوگا خواہ وہ دخول سے قبل مرا ہو۔[۱۳]

اسی قسم کا مضمون تبیین، محیط اور ملتقی الابحر اور فتح القدیر[۱۴] میں بھی درج ہے۔

---

(۱۳) وشرط القضا لا فسخ فی خیار البلوغ، من صغیر او صغیرة فلا یبطل العقد مالم یقض به القاضی لان هذا العقد کان نافذا فلا یبطل بمجرد الرد۔۔۔ فکان الرد ابطالا لحق الاخر فلا یتفرد به و فیه اشارة الی انه لا یصح الفسخ بغیبة الزوج والا لزم القضاء علی الغائب و کذا فی فرقه تحتاج الی القضاء۔ ۔۔۔ورثه الاخر بلغا اولا لان النکاح صحیح الملک به ثابت فاذامات احد هما فقد انتهی النکاح سواء مات قبل البلوغ او بعد البلوغ لان الفرقه بینهما لا تقع الا بقضاء القاضی فیتوارثان و یجب المهر کله وان مات قبل الدخول۔ "(مجمع الانهر مطبوعه مصر، کتاب النکاح باب الاولیاء والا کفاء، جلد ۱، صفحه ۳۳۵۔

(۱۴) "ولو فسخ احد هما ولم یفسخ القاضی حتی مات ورثه الاخر" (فتح القدیر، شرح هدایه، مطبوعه مصر، جلد ۲ صفحه ۴۱۱)۔

marfat.com

امام سرخسی خیار بلوغ کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خیار بلوغ ، خیار طلاق (طلاق تفویض کی صورت میں عورت کا خود اپنے کو طلاق دے لینے کا حق) کے برعکس ہے ، کیونکہ طلاق تفویض کی صورت میں مخیّرہ (وہ عورت جس کو طلاق تفویض کے سبب خود اپنے کو طلاق دے لینے کا حق حاصل ہو) بغیر عدالت کے حکم کے فرقت اختیار کر سکتی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ خود کو طلاق دینے کے معاملے میں اس کی حیثیت اپنے شوہر کی نائبہ کی ہے چنانچہ شوہر کی جانب سے طلاق تفویض کی بناء پر وہ خودکو طلاق دینے کی مالکہ اور مختار ہوگئی ۔ اس لیے جس طرح شوہر کو حکم عدالت کے بغیر اپنی زوجہ کو طلاق دینے کا حق حاصل ہے اسی طرح شوہر کے اپنا حق طلاق اپنی زوجہ کو تفویض کر دینے کی صورت میں زوجہ کو اس حق کے استعمال کا حق شوہر کے نائب اور قایم مقام کی حیثیت سے حاصل ہوگا اور اپنے نتیجہ کے اعتبار سے وہ طلاق وہی حکم رکھے گی جو شوہر کے اپنی زوجہ کو خود طلاق دینے کی صورت میں ہوتا ۔

اسی طرح امام سرخسی خیار بلوغ اور خیار عتق (آزادی) کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خیار بلوغ خیار عتق کے خلاف ہے ، کیونکہ معتقة (وہ کنیز جسے آزاد کر دیا گیا ہو) جب اپنے نفس کی مالک ہوگئی تو وہ عدالتی فیصلے کے بغیر از خود تفریق اختیار کر سکتی ہے ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ کنیز کے آزاد ہو جانے کے بعد شوہر کی ملکیت میں اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ عتق سے پہلے شوہر کو اس کی جانب مراجعت کرنے کا حق صرف قرائن سے ثابت تھا نیز شوہر کو دو طلاقیں

marfat.com

دینے کا اختیار تھا نیز اس کنیز کی عدت بھی دو حیض تھی لیکن اب آزاد ہونے کے بعد اس پر ملکیت زیادہ ہو گئی جس کے سبب شوہر کا مراجعت کا حق از روئے نص ثابت ہو گیا اور اس کو تین طلاقیں دینے کا حق بھی حاصل ہو گیا ۔ اس لیے عورت کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ زیادتی ملک کو دفع کرنے کی غرض سے عدالت سے رجوع کیے بغیر خیار عتق استعمال کر کے شوہر سے علیحدہ ہو جائے کیونکہ زیادتی ملک کو اس وقت تک دفع نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اصل ملک کو دور نہ کیا جائے ۔ چنانچہ وہ کنیز اپنی عدم رضا کے اظہار سے اصل ملک کو دفع کر دیتی ہے جس کے سبب بغیر عدالتی کارروائی کے فرقت واقع ہو جاتی ہے ۔ اس کے برخلاف خیار بلوغ میں بلوغت سے عورت پر مرد کی ملکیت یا حقوق میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا کیونکہ کنیز بسبب عدم ملکیت ذات نکاح کے وقت معدوم ہوتی ہے جب کہ ایک نابالغہ نابالغی کے سبب محض محجور ہوتی ہے ۔

امام سرخسی نے امام محمد کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نابالغ یا نابالغہ نے بلوغ کے بعد خیار بلوغ کے ذریعہ فرقت اختیار کر لی مگر ابھی قاضی نے ان کے درمیان تفریق نہیں کرائی کہ ان میں سے ایک مر گیا تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا اس لیے کہ اصل نکاح صحیح تھا ۔ اور چونکہ فرقت بلا قضائے قاضی واقع نہیں ہوتی اس لیے جب ان میں سے ایک مر گیا (قضا سے پہلے) اور ان کے مابین موت کے سبب نکاح ختم ہو گیا تو وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے ۔

marfat.com

امام سرخسی نے لکھا ہے کہ شوہر کے لیے حلال ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ وطی کرے جب کہ قاضی نے ان میں تفریق نہیں کرائی ہو کیونکہ نکاح اصلاً صحیح ہے۔[۱۵]

کتب فقہ کے مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ خیار بلوغ میں نابالغہ اپنے اولیاء کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ کے ذریعہ عدم رضامندی کا اعلان کر دے تو محض اس اعلان سے نکاح فسخ نہیں ہوتا بلکہ تا حکم عدالت ازدواجی تعلق قایم رہتا ہے اور اعلان نارضامندی کے بعد مگر عدالتی فیصلے سے قبل اگر شوہر اس زوجہ سے مجامعت کر لے تو اس کا یہ فعل حلال ہوگا اور اگر عدالت کے حکم سے قبل زوجین میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور عورت کا کل مہر شوہر پر واجب ہوگا۔

کتب فقہ میں تفریق (Separation) کی کل تیرہ (۱۳) قسمیں بیان کی گئی ہیں جن میں (الف) سات ایسی ہیں جن کے لیے عدالتی حکم کی ضرورت ہے اور (ب) چھ ایسی ہیں جن کے لیے کسی عدالتی حکم کی ضرورت نہیں۔[۱۶] ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

(الف) (۱) تفریق بالجب (اس بناء پر تفریق کہ شوہر مجبوب یعنی مقطوع الذکر ہے)

---

(۱۵) المبسوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، جلد ۴، باب النکاح الصغیرو الصغیرہ، صفحات ۲۱۲-۲۱۳۔

(۱۶) بحر الرائق، مطبوعہ مصر، جلد ۳ صفحہ ۱۳۰۔
فتح القدیر، مطبوعہ مصر، جلد ۲ صفحہ ۳۰۸۔
رد المحتار، مطبوعہ مصر، جلد ۲، باب الاولیاء، صفحہ ۳۱۶-۳۱۷۔

marfat.com

(۲) تفریق بالعنّہ (اس بناء پر تفریق کہ شوہر عنّین (نامرد) ہے۔

(۳) تفریق خیار بلوغ کی بناء پر۔

(۴) تفریق عدم کفأت کی بناء پر۔

(۵) تفریق کمئی مہر کی بناء پر۔

(۶) تفریق شوہر کے اسلام کو چھوڑ دینے کی بناء پر۔

(۷) تفریق باللعان (اس بناء پر تفریق کہ شوہر نے زوجہ پر زنا کی تہمت لگائی)۔

(ب) (۱) تفریق خیار عتق کے سبب (کنیز جس کا نکاح اس کے آقا نے بزمانۂ غلامی کر دیا، آزاد ہونے پر خیار عتق استعمال کر کے رشتۂ زوجیت کو ختم کر سکتی ہے)۔

(۲) ایلاء۔

(۳) ارتداد۔

(۴) تباین دارین (شوہر کا دارالاسلام سے دارالکفر میں بغرض سکونت منتقل ہو جانا)۔

(۵) خیار طلاق (طلاق کی تفویض)۔

(۶) نکاح فاسد ہونے کی بناء پر۔

فقہاء نے خیار بلوغ میں فسخ نکاح کے لیے عدالت کے حکم (قضاء قاضی) کی جو شرط لگائی ہے اس کی بناء یہ ہے کہ لڑکی کا بلوغ کے بعد نکاح کو رد کر دینا شوہر کی ذات پر ضرر کا لازم کر دینا ہے اور یہ امر قرین انصاف نہیں کہ ایک معاہدہ جو صحیح طور پر منعقد ہوا ہو اور اپنے اثرات و نتائج کے اعتبار

marfat.com

سے نافذ بھی ہو ، محض ایک فریق کے رد کر دینے سے دوسرے فریق کے لیے (وہ رد) لازم ہو جائے ۔ ضرورت ہے کہ کوئی تیسرا شخص اس کا جائزہ لے کہ خیار بلوغ کا حق صحیح طور پر اور صحیح وقت پر استعمال کیا گیا ہے یا نہیں نیز یہ کہ آیا فریق متعلقہ سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوا ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ بلوغ کے بعد لڑکی نے اس نکاح کو تسلیم کر لیا یا اپنے اس حق سے دستبردار ہو گئی ۔ ظاہر ہے کہ ان امور کا فیصلہ عدالت ہی کر سکتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ خیار بلوغ کے استعمال کے بعد عدالت میں درخواست دے کر تفریق کا باضابطہ حکم حاصل کیا جائے کیونکہ عدالت ہی اس امر کی ازروئے قانون مجاز ہے کہ وہ اپنے فعل سے کوئی ضرر کسی دوسرے شخص کے ذمہ لازم کر دے ۔

اقوال فقہاء سے قطع نظر احادیث نبوی و آثار صحابہ خیار بلوغ کے سلسلے میں خاموش ہیں البتہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المبسوط[۱۷] میں حضرت ابن عمر کی ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے جس میں قدامہ ابن مظعون نے اپنی بھتیجی حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی کا نکاح حضرت ابن عمر سے کر دیا تھا ، امام سرخسی کی تحریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لڑکی بوقت نکاح نابالغہ تھی اور لڑکی نے بعد بلوغ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر اس نکاح سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا ۔ یہ حدیث بیہقی میں بہ این الفاظ روایت کی گئی ہے :

(۱۷) المبسوط ، السرخسی ، مطبوعہ مصر ، جلد ۴ ، صفحہ ۲۱۵ ۔

marfat.com

"عن نافع عن ابن عمر قال توفی عثمان ابن مظعون و ترک ابنۃله من خولۃ بنت حکیم بن امیۃ و اوصی الی اخیہ قدامۃ بن مظعون و ہما خالای فخطبت الی قدامۃ ابنۃ عثمان فزوجنیہا فدخل المغیرۃ الی امہا فارغبہا فی المال فحطت الیہ و حطت الجاریۃ الی ہوی امہا حتی ارتفع امرہما الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فقال قدامۃ یا رسول اللہ ابنۃ اخی واوصی بہا الی فزوجتہا ابن عمر ولم اقصر بالصلاح والکفاۃ ولکنہا امرآۃ و انہا حطت الی ہوی امہا فقال رسول اللہ صلعم، ہی یتیمۃ ولا تنکح الا باذنہا فانتزعت منی واللہ بعد ان ملکتہا فزوجوہا المغیرۃ بن شعبۃ۔)"

یہی متن دوسری سند سے اسی کتاب میں صفحہ ۱۲۱ پر مروی ہے۔ اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:

"فامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یفارقہا وقال لا تنکحو الیتامیٰ حتی تستامروہن۔"

گو روایت ہذا کے الفاظ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نکاح نابالغی میں کیا گیا تھا اور بالغ ہونے کے بعد لڑکی کی طرف سے خیار بلوغ کی بناء پر فسخ نکاح کی خواہش کی گئی تھی مگر بوقت پیشی مقدمہ لڑکی کا بالغہ ہونا حدیث کے الفاظ سے بالکل واضح ہے لیکن اگر امام سرخسی کے مذکورہ بالا قول کی روشنی میں اس حدیث سے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ نکاح نابالغی میں ہوا اور فسخ نکاح بعد بلوغ، تو یہ اصول سنت (قاعدہ شرعی) بن جاتا ہے کہ خیار بلوغ میں قاضی کے حکم کی ضرورت ہے اور نکاح اس کے حکم کے بغیر فسخ شدہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

marfat.com

تجزیہ :

دراصل اس مسئلہ کا جائزہ لیتے وقت تین سوالوں کا جواب دینا ضروری ہوگا ۔ ایک یہ کہ آیا ولی کا کیا ہوا نابالغ کا نکاح جائز ہے یا ناجائز ؟ دوسرا یہ کہ وہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں ؟ اور تیسرا یہ کہ وہ نکاح اپنے اثرات و نتائج کے اعتبار سے وقت انعقاد ہی سے فریقین پر لازم ہو جاتا ہے یا بلوغ تک موقوف رہتا ہے ؟ جمہور فقہاء کے نزدیک زمانۂ نابالغی میں ولی جائز کا کیا ہوا نکاح جائز ہے اور منعقد ہو جاتا ہے نیز اپنے اثرات و نتائج کے اعتبار سے انعقاد کے وقت ہی سے فریقین پر لازم ہو جاتا ہے ، موقوف نہیں رہتا ۔ اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خیارِ بلوغ کے ذریعہ نابالغ یا نابالغہ کو اس نکاح کے رد کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں ؟ گزشتہ دفعہ کے تحت اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی جا چکی ہے کہ نابالغوں کو بعد بلوغ نکاح کو رد کرنے کا حق حاصل ہے اب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ محض خیار بلوغ کا حق استعمال کرنے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا عدالتی حکم کے بعد فسخ ہوتا ہے ۔ اس مسئلے کا مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ خیار بلوغ کے محض استعمال سے نکاح رد کر دینے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا بلکہ جب تک اس استرداد کے بعد عدالت فیصلہ نہ کر دے نکاح فسخ قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ خیار بلوغ دراصل ایک حق ہے جس کا استعمال اور اس کا اظہار یا اعلان اگرچہ لڑکی کا (بعد بلوغ) ایک ذاتی حق ہے مگر چونکہ اس اعلان کا اثر دوسرے فریق پر بھی مرتب ہوتا ہے اس لیے عدالت کے حکم کی ضرورت لابدی ہے ۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قاضی لڑکی کی اس خواہش کو رد کر سکتا ہے ؟ اگر نہیں تو حق کا استعمال قاضی کے فیصلہ کا

marfat.com

محتاج کیوں ہو، بلکہ قاضی کے فیصلہ کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ لڑکی نے جائز حق استعمال کیا ہے۔ دراصل قاضی کے فیصلہ کی ضرورت لڑکی کے حق کے اثبات یا رد کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ لڑکی کے اس حق کو لڑکے پر لازم کر دینے کے لیے ہے۔ اگر لڑکی کے فعل کا بالکلیہ اثر اس کی اپنی ذات پر مرتّب ہوتا تو قضاء قاضی کی ضرورت لاحق نہ ہوتی لیکن سوال شوہر پر زوجہ کے اس حق کے لازم کرنے اور خود شوہر کو اس کے حق سے محروم کر دینے کا ہے جو عدالت کے بغیر ممکن نہیں۔

عدالتی نقطۂ نظر :

جہاں تک ہند و پاکستان کی عدالتوں کا تعلق ہے خیار بلوغ کے ذریعہ فسخ نکاح کے سلسلے میں مختلف نظیریں ملتی ہیں چنانچہ کلکتہ ہائی کورٹ نے بمقدمہ مفیض الدین منڈل بنام رحیمہ بی بی، یہ قرار دیا کہ تنسیخ نکاح کی توثیق کے لیے ڈگری کی ضرورت نہیں ہے، البتہ جج کے ایک حکم کی ضرورت ہے تاکہ اس فعل (تنسیخ نکاح) پر عدالتی منظوری کی مہر ثبت ہو جائے۔[۱۸]

ایک اور مقدمہ شفیع اللہ بنام ایمپیئرر (اے، آئی آر، ۱۹۳۴ع الہ آباد صفحہ ۵۸۹) ہے اس میں واقعات یہ تھے کہ مسماۃ مجیدن کا نکاح اس کے دور کے چچا نے بہ زمانۂ نابالغی ایک شخص مسمی طفیل احمد سے کر دیا تھا۔ لڑکی نے بعد بلوغ اپنا دوسرا نکاح ایک اور شخص عنایت اللہ سے کر لیا۔ عدالت ماتحت نے مسماۃ مجیدن کو زیر دفعہ ۴۹۴ تعزیرات ہند دو زوجی (Bigamy) کا مرتکب قرار

(۱۸) Under the Mohammadan Law no decree was required to confirm it (option of puberty) but in order to impress on the act a judicial impri-matur, an order of the judge is necessary (Mafizuddin *v.* Rehima Bibi' A.I.R. 1934 Cal, 104).

marfat.com

دیا ۔ عدالت عالیہ نے بصیغۂ نگرانی مسماۃ مجیدن کے نکاح اول اور اُس کے جواز اور اس کے فسخ کے لیے خیار بلوغ کے استعمال کے سلسلے میں بحث کرتے ہوئے یہ قرار دیا کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مسماۃ مجیدن کا طفیل احمد سے نکاح جائز تھا مگر جب اس نے بالغ ہونے پر دوسرے آدمی سے اپنا نکاح خود کر لیا تو استرداد (Repudiation) کا اس سےزیادہ یقینی طریقہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ لڑکی بالغ ہو جانے پر اپنی خوشی سے دوسرے شخص سے خود شادی کر لے ۔

خیار بلوغ کے سلسلے میں بمقدمہ عثمان بنام بدھو (اجلاس متفقہ) سندھ چیف کورٹ نے اس رائے کا اظہار کیا کہ جب تک عدالت سے یہ ڈگری حاصل نہ کر لی جائے کہ نکاح فسخ ہوچکا ہے، وہ (نکاح) قائم رہے گا ۔[19]

نیز بہ مقدمہ پیر محمد کوکانی بنام اسٹیٹ آف مدھیہ پردیش فاضل جج نے یہ قرار دیا کہ خیار بلوغ کا محض استعمال نکاح کو فسخ نہیں کرتا ۔ استرداد (Repudiation) کے لیے ضروری ہے کہ عدالت سے توثیق کرائی جائے ۔[20]

پاکستان کی عدالتوں میں خیار بلوغ کے مسئلے میں بہ مقدمہ محمد بخش بنام سرکار[21] جسٹس ایس ۔ اے ۔ رحمٰن صاحب (حال جج سپریم کورٹ) نے یہ فیصلہ دیا کہ خیار بلوغ کے حق کے استعمال کو جواز بخشنے کے لیے عدالت کے حکم کی ضرورت نہیں ۔ اس

---

(۱۹) اے ' آئی ' آر ' ۱۹۳۲ع سندھ ' صفحہ ۹۲ ۔

(۲۰) The mere exercise of the option of repudiation does not operate as a dissolution of the marriage. The repudiation is required to be confirmed by the court (Pir Mohammad *v.* State A.I.R. 1960 M. P. 24).

(۲۱) پی ' ایل ' ڈی ' ۱۹۵۰ع ' لاھور صفحہ ۲۰۳ ۔

marfat.com

مقدمے میں ایک سنی حنفی لڑکی امیرن کا نکاح اس کے والدین نے نابالغی کے زمانے میں ایک شخص محمد بخش کے ساتھ کر دیا تھا ۔ لڑکی نے بالغ ہونے کے بعد ایک دوسرے شخص اللہ بخش سے شادی کر لی ۔ محمد بخش نے مساۃ امیرن کے خلاف زیر دفعہ ۴۹۴ تعزیرات پاکستان استغاثہ دائر کیا ۔ مجسٹریٹ نے اس بناء پر کہ لڑکی کو خیار بلوغ حاصل تھا جس کا اس نے استعمال کیا اور اس کے بعد اللہ بخش کے ساتھ دوسری شادی کر لی قرار دیا کہ ملزمہ کا وہ فعل دفعہ ۴۹۴ تعزیرات پاکستان کی زد سے باہر ہے ۔ مستغیث محمد بخش نے عدالت سیشن میں نگرانی کی درخواست پیش کی جس کے بعد سیشن جج نے اپنی اس سفارش کے ساتھ کہ ملزمہ کو دفعہ ۴۹۴ تعزیرات پاکستان کے تحت مجرم قرار دیا جائے معاملہ عدالت عالیہ میں بھیج دیا ۔ عدالت عالیہ کے فاضل جج نے مقدمہ مذکورہ میں بحث کرتے ہوئے لکھا کہ :

''اصولی طور پر میں کوئی ایسی جائز وجہ نہیں سمجھ سکتا کہ خیار بلوغ اگر ایک مرتبہ ان شرائط کے مطابق جو اسلامی قانون کے تحت عائد کی گئی ہیں استعمال کر لیا جائے تو وہ عدالت کے حکم کے ذریعہ توثیق کا پابند ہو ۔ آخر کار خیار بلوغ ایک انفرادی حق ہے جو بالکلیہ اس کی ذاتی پسند پر منحصر ہے ۔ وہ کسی بھی سبب کا پابند نہیں کہ آیا ولی نکاح نے شوہر کے انتخاب میں فراست سے کام لیا ہے یا نہیں ۔ مجھے ایسی کوئی نظیر نہیں ملی جس کے تحت ایک عدالت ایسے خیار بلوغ کی توثیق کرنے سے جس کو جائز طور پر استعمال کیا گیا ہو انکار کر سکتی ہے ۔ جو نظریہ مسلم فقہاء نے قائم کیا ہے کہ خیار بلوغ کے استعمال کی توثیق کے لیے قاضی کا

marfat.com

حکم ضروری ہے اس نظریہ کی تائید میں قرآن پاک یا
احادیث کے کسی مستند مجموعے میں کچھ نہیں ملتا ۔''

فاضل جج نے آخر میں سید امیر علی کی کتاب محمڈن لاء کے حوالے سے صاحب ردالمحتار کے قول : ''کہ عدالت کی ڈگری کے تعلق سے جس شرط کا ذکر کیا گیا ہے وہ رد نکاح کی توثیق کی غرض سے ہے نہ کہ نکاح کو رد کرنے کے اختیار کو قائم کرنے کی غرض سے ۔'' استدلال کرتے ہوئے لکھا کہ ''انسب نقطۂ نظر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عدالت کا حکم خیار بلوغ کے استعمال کو جواز بخشنے کے لیے لازم نہیں ہے''۔ چنانچہ فاضل جج نے قرار دیا کہ اس مقدمے کے حقائق کے پیش نظر میں یہ قرار دیتا ہوں کہ پہلے نکاح میں نابالغ لڑکی سے کبھی بھی مجامعت نہیں ہوئی تھی نیز یہ کہ اس لڑکی نے بالغ ہونے پر اس نکاح کو رد کر دیا تھا اس مدت کے دوران میں جو قانون اس کو دیتا ہے جس کا علم اس کے شوہر کو تھا ۔ لہذا میں یہ قرار دیتا ہوں کہ خیار بلوغ صحیح طور پر استعمال کیا گیا اور اس لڑکی کے دوسرے نکاح کے وقت اس کا پہلا نکاح بہ اغراض دفعہ ۴۹۴ تعزیرات پاکستان باقی نہیں تھا ۔

بہ مقدمہ علاء الدین بنام فرخندہ اختر۲۲، جسٹس بدیع الزمان کیکاؤس صاحب (حال جج سپریم کورٹ) نے قرار دیا کہ '' استرداد (Repudiation) کا باضابطہ ہونا ضروری نہیں ۔ بعض حالات میں محض شادی کا انکار بھی اس کے استرداد کے مساوی ہو سکتا ہے ۔ سوال صرف یہ ہے کہ آیا عورت اس مرد کو شوہر کی حیثیت سے تسلیم کرنے کے لیے آمادہ ہے یا نہیں ؟ اگر وہ واضح الفاظ میں کہتی ہے کہ وہ آمادہ نہیں ہے تو یہ

(۲۲) پی ۔ ایل ۔ ڈی ۔ ۱۹۵۳ء ، لاہور صفحہ ۱۳۱ ۔

marfat.com

کہا جائے گا کہ خیار بلوغ کا استعمال کیا گیا۔''

اس مقدمے کے مختصراً واقعات یہ تھے کہ مدعیہ فرخندہ اختر نے دیوانی عدالت میں مدعاعلیہ علاء الدین کے خلاف استقراریہ ڈگری حاصل کرنے کے لیے عدالت دیوانی میں مقدمہ دائر کیا کہ عدالت یہ قرار دے کہ اس کا نکاح مدعاعلیہ کے ساتھ نہیں ہوا، اگر نکاح ہو اہو تو عدالت تنسیخ نکاح کی ڈگری دے اس بناء پر کہ مبینہ نکاح کے وقت وہ نابالغ تھی اور اس نے (بعد بلوغ) نکاح کو رد کر دیا تھا۔

ایک اور مقدمہ منی بنام حبیب خان میں جسٹس بدیع الزمان کیکاؤس صاحب (حال جج سپریم کورٹ) نے قرار دیا کہ ''خیار بلوغ کے استعمال سے نکاح کا استرداد بلا استمداد عدالت نکاح کو ختم کر دیتا ہے اور جب معاملہ عدالت کے سامنے آتا ہے تو عدالت نکاح کو اپنے ذاتی فعل سے فسخ نہیں کرتی بلکہ تنسیخ نکاح کو (جو بعد بلوغ رد کیا جا چکا ہے) تسلیم اور منظور کرتی ہے''۔[۲۳]

نتیجۂ فکر:

متذکرہ بالا نظائر میں عدالت العالیہ کلکتہ کے فیصلے میں یہ فقرہ ''کہ تنسیخ نکاح کی توثیق کے لیے کسی ڈگری کی ضرورت نہیں'' جمہور فقہا کی رائے کے مطابق نہیں ہے، جس کی تائید ماقبل احادیث سے ہوتی ہے۔ اس سے قطع نظر موجودہ قانون انفساخ ازدواج مسلمانان کی دفعہ ۲(۷) کے تحت خیاربلوغ میں تنسیخ نکاح کے لیے عدالت کی ڈگری کی ضرورت واضح ہے۔ الہ آباد ہائی کورٹ کا یہ قرار دینا کہ بالغ ہو جانے پر دوسرے شخص سے نکاح کر

(۲۳) پی، ایل، ڈی، ۱۹۵۶ع لاہور، صفحہ ۳۰۳۔

marfat.com

لینا بجائے خود نکاح اول کے استرداد کا بہترین طریقہ ہے ، فسخ نکاح کے لیے عدالتی حکم کی عدم ضرورت کو ظاہر کرتا ہے جو مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں غلط نظریہ پر منبی ہے ۔ البتہ سندھ چیف کورٹ کا محولہ بالا فیصلہ فقہ اسلامی کے مطابق ہے ۔ عدالت العالیہ لاہور کا بمقدمہ محمد بخش بنام سرکار یہ قرار دینا کہ لڑکی کے دوسرے نکاح کے وقت اس کا پہلا نکاح (خیار بلوغ کے استعمال کے سبب) باقی نہ تھا ، محل نظر ہے ۔ بالخصوص جب کہ عدالتی ڈگری حاصل نہ کی گئی ہو ، اسی طرح عدالت‌العالیہ مغربی پاکستان لاہور بنچ کا بمقدمہ منی بنام حبیب خان یہ قرار دینا کہ خیار بلوغ کے استعمال سے نکاح کا استرداد بلا استمداد عدالت نکاح کو ختم کر دیتا ہے ، فقہاء کے اقوال کی نفی کرتا ہے ۔ خیار بلوغ کے سلسلے میں یہ بات واضح طور پر سمجھ لینی چاہیے کہ خیار بلوغ کے استعمال سے اس کا اظہار اور اعلان مقصود ہے نہ کہ فی نفسہ تنسیخ نکاح ، کیونکہ ایک نابالغ لڑکی بعد بلوغ اس حق کے استعمال کے ذریعہ اپنی عدم رضامندی کے اظہار پر قدرت رکھتی ہے لیکن عدالتی ڈگری کا مقصد لڑکی کے اس حق یا اختیار کو نافذ کرنا ہے تاکہ شوہر کے ذمہ اس کی زوجہ کا وہ دعویٰ لازم کر دیا جائے ۔ خیار بلوغ کے محض اعلان یا اظہار سے صرف اس حق کا استعمال کرنا ثابت ہوتا ہے نہ کہ فریق ثانی کی ذات پر اس کا نافذ ہونا اور نکاح کا فی الفور ختم ہو جانا ۔ اس لیے فسخ نکاح کے لیے عدالت کا ذریعہ ایک لازمی حیثیت رکھتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ زوجہ کا حق شوہر کے ذمہ حکماً لازم اور نافذ قرار دیا جا سکے ۔

marfat.com

خیار بلوغ کے استعمال کا وقت

۵۲۔ لڑکا یا لڑکی زمانۂ نابالغی میں ولی کے کیے ہوئے نکاح کو ناپسند کرنے کی صورت میں اندرون مدت ۳ سال بعد بلوغ یا علم نکاح یا ۱۸ سال کی عمر کی تکمیل پر (جو مدت بھی زیادہ ہو) خیار بلوغ کا حق استعمال کر سکتے ہیں۔

تشریح

کتب فقہ کی رو سے خیار بلوغ کے استعمال کی مدت میں بہت سختی کی گئی ہے چنانچہ فقہاء کے نزدیک اگر کوئی نابالغ لڑکی یا لڑکا ولی کے کیے ہوئے نکاح کو ناپسند کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ بفور بلوغ خیار بلوغ کا استعمال کرے بشرطیکہ اسے نکاح کا علم ہو۔ چنانچہ اگر نابالغ یا نابالغہ کو بوقت بلوغ واقعہ نکاح کا علم نہ ہو تو ان کا حق محض بالغ ہونے کی بناء پر متاثر نہ ہوگا بلکہ وہ واقعۂ نکاح کے علم ہونے کے بعد ایک مناسب مدت تک اس حق کے مالک ہیں اور استعمال کا حق رکھتے ہیں۔[۲۰]

کتب فقہ کی رو سے خیار بلوغ کا استعمال نکاح کا علم ہونے کی صورت میں بفور بلوغ ضروری ہے ورنہ طرفین کی خاموشی سے ان کی رضامندی سمجھی جائے گی اور خیار بلوغ ساقط ہو جائے گا۔ فقہاء نے اس کی بنیاد نکاح میں طرفین کی معنوی رضا مندی کے اصول پر رکھی ہے لیکن قانون انفساخ ازدواج کی دفعہ ۲ (ے) کے تحت ۱۸ سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے لڑکا یا لڑکی خیار بلوغ استعمال کر سکتے ہیں۔

---

(۲۰) ردالمحتار، مطبوعہ مصر، جلد ۲، صفحات ۳۱-۳۱۲-
المبسوط سرخسی، مطبوعہ مصر، جلد ۴ صفحہ ۲۱۲-

marfat.com

تجویز

مدت کا تعین قانونی نقطہ نظر سے ضروری ہے لیکن قانون انفساخ ازدواج مسلمانان کی مذکورہ بالا دفعہ ۲(۷) میں یہ صراحت نہیں ہے کہ اگر نکاح کا علم ۱۸ سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد ہو تو کیا صورت ہوگی ؟ ۔ لہذا مذکورہ دفعہ میں مناسب ترمیم کے ذریعہ نکاح کے علم کی صراحت ضروری ہے جیسا کہ دفعہ ھذا کے متن میں ظاہر کیا گیا ہے ۔

خیار بلوغ کے استعمال کے لیے لازمی طور پر کسی خاص شکل کی قید نہیں ۔ بعض حالات میں محض نکاح سے انکار بھی استرداد نکاح کے برابر ہوگا ۔ سوال صرف یہ ہے کہ بالغ ہونے پر کیا وہ مرد اس عورت کو بحیثیت زوجہ یا وہ عورت اس مرد کو بحیثیت شوہر قبول کرنے پر آمادہ ہے یا نہیں ؟ اگر وہ غیر مشروط طور پر کہہ دے کہ تیار نہیں ہے تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے خیار بلوغ کا استعمال کیا ۔[۲۵]

خیار بلوغ کا حق کب ساقط ہو جائے گا

۵۳۔ باکرہ عورت کا خیار بلوغ ساقط ہو جائے گا اگر وہ نکاح کے علم کے باوجود بعد بلوغ مرد کو جماع کی اجازت دے یا اس سے کوئی ایسا فعل یا ترک فعل سرزد ہو جس سے صراحتاً یا معناً یہ ظاہر ہوتا ہو کہ اس نے نکاح کو رد نہیں کیا ۔

توضیح : اگر جماع بحالت نابالغی یا بغیر رضامندی کے کیا گیا ہو تو عورت کے خیار بلوغ پر کوئی اثر نہ پڑے گا ۔

(۲۵) علاء الدین بنام فرخندہ اختر پی ۰ ایل ۰ ڈی ۰ ۱۹۵۳ع ۰ لاہور ۰ صفحہ ۱۳۱ ۔

marfat.com

تشریح

تسلیم نفس کے سبب خیار بلوغ کے ذریعہ نکاح رد کرنے کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ چونکہ جماع کے ذریعہ عورت مرد کو اپنے نفس پر قابو دے دیتی ہے اس لیے جماع کی اجازت سے خیار بلوغ ساقط ہو جاتا ہے۔[۲۶]

لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد شریف صاحب (مابعد جج سپریم کورٹ) نے ایک مقدمے میں قرار دیا کہ اگر بلوغ سے پہلے مجامعت ہوئی ہو تو اس سے لڑکی کے خیار بلوغ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، بالخصوص جب کہ لڑکی کو نکاح کا علم نہ ہو اور مجامعت اس کی مرضی سے نہ ہوئی ہو۔[۲۷]

بلوغ سے قبل مجامعت کی صورت میں خیار بلوغ کے ساقط نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب خیار بلوغ کا حق پیدا ہی نہیں ہوا تو ساقط ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہی صورت عدم علم کے سبب ہے، کیونکہ عدم علم کے سبب اسے خیار بلوغ استعمال کرنے پر قدرت حاصل نہیں ہوئی۔ بلا رضا مندی کے جماع کرنے کی صورت میں لڑکی کا حق متاثر نہ ہونا عام اصول نصفت (equity) کے مطابق ہے۔

---

(۲۶) بحرالرائق، مطبوعہ مصر، جلد ۳ صفحہ ۱۳۰۔
درمختار بر حاشیہ رد المحتار، مطبوعہ مصر، جلد ۲ صفحہ ۳۱۷۔
فتح القدیر، مطبوعہ مصر، جلد ۲ صفحہ ۳۹۹۔
مجمع الانہر، مطبوعہ مصر، جلد ۱ صفحات ۳۳۳-۳۴۔

(۲۷) پی، ایل، ڈی، ۱۹۴۹ع لاہور، صفحہ ۷۵۔

marfat.com

تجویز

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں ضروری ہے کہ دفعہ ۲(۷) قانون انفساخ ازدواج مسلمانان، ۱۹۳۹ع میں مناسب ترمیم کی جائے۔

مرد یا ثیبہ کا خیار بلوغ

۵۴۔ لڑکے یا ثیبہ عورت کا خیار بلوغ اس وقت تک زائل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ بعد بلوغ صراحتاً نکاح پر اپنی رضا مندی ظاہر نہ کر دے۔

marfat.com

ساتواں باب

کفاءت

کفو کی تعریف

۵۵۔ کفو وہ شخص کہلاتا ہے جو مذہب ، نسب ،آزادی ، پیشہ ، دیانت اور تمول میں ہم سر ہو ۔

تشریح

کفأت کے لفظی معنی ''ہم سری'' کے ہیں ۔ بالعموم ان دو اشخاص کو ایک دوسرے کا کفو کہا جاتا ہے جو مسلمان ہوں ، ایک نسب ہوں ، آزاد ہوں نیز پیشہ ، دیانت داری اور مال داری میں مساوی حیثیت کے مالک ہوں ۔[1]

کفأت میں شوہر کا کبرسن ہونا معتبر نہیں ۔[2]

کفأت کا اطلاق

۵۶۔ نکاح میں مرد کا عورت کے لیے کفو ہونا ضروری ہوگا ۔ عورت کا مرد کے لیے کفو ہونا ضروری نہیں ۔

تشریح

اس امر میں تمام ائمہ متفق ہیں کہ نکاح میں مردوں کا عورتوں کے لیے کفو ہونا معتبر ہے ۔[3] عورتوں کا مردوں

---

(۱) یہ تشریح حنفی نقطہ نظر کے مطابق کی گئی ہے جو اپنے اثر کے لحاظ سے دوسرے مذاہب فکر کے مقابلے میں زیادہ وسیع ہے ۔

(۲) پی ، ایل ، ڈی ، ۱۹۵۰ع لاہور ، صفحہ ۴۰۲ ۔

(۳) ''تعتبر الکفاءة من جانب الزوج لامن جانب المرا (الاحکام الشرعیة فی الاحوال الشخصیه ، مصر ، دفعه ۶۲) ۔

فتاویٰ عالمگیری (اردو ترجمه) صفحه ۱۷۰ ۔

کفر الدقایق مطبع مجتبائی ، دهلی ۱۰۲

کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة ، مصر جلد ۴ صفحه ۵۴ ۔

marfat.com

کے لیے کفو ہونا ضروری نہیں کیونکہ اگر عورت مرد کی کفو نہ بھی ہو تو زوجہ ہونے کے سبب اپنے شوہر کی (ہم سر) سمجھی جائے گی۔

امور کفات

۵۷۔ امور کفات حسب ذیل ہیں جن میں مرد کا عورت کے ہم سر ہونا ضروری ہے:

۱- اسلام
۲- نسب
۳- آزادی
۴- پیشہ (حرفہ)
۵- دیانت ، اور
۶- تمول۔

تشریح

مالکیوں کے نزدیک صرف دو امور میں مرد کا عورت کے ہم‌سر ہونا کافی ہے۔ ایک دین داری اور دوسرے ایسے عیوب سے پاک ہونا جن کے سبب عورت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ مثلاً برص ، جنون ، جذام وغیرہ۔ امام مالک کے نزدیک نسب، آزادی، پیشہ یا مال غیر اعتباری چیزیں ہیں۔[۴]

شافعیوں کے نزدیک کفات میں حسب ذیل چار چیزیں قابل اعتبار ہیں:

۱- نسب
۲- دین
۳- آزادی ، اور

(۴) کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ ، عبدالرحمٰن الجزیری ، مطبوعہ مصر، ۱۹۳۸ع صفحہ ۵۸-۵۹، ۵۴۔

marfat.com

٣- پیشه (حرفه) -[٥]

امام شافعی دیانت کو کوئی علیحدہ امر کفأت قرار نہیں دیتے - اسی طرح مال کو بھی، کیونکہ وہ ہر لحظہ کم و بیش ہونے والی شے ہے -

لیکن حنفیوں کے نزدیک امور کفأت اسلام، نسب، آزادی، پیشہ، دیانت اور مال ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے :

اسلام :

امور کفأت میں مرد کا مسلمان ہونا تمام ائمہ کے نزدیک مسلم ہے البتہ کتب فقہ میں مسلمان کے سلسلہ میں ایک عجیب بحث ملتی ہے وہ یہ کہ اسلام کے معاملے میں ایک نو مسلم پر ایک پیدائشی مسلمان کو فضیلت حاصل ہے - چنانچہ اگر شوہر خود ایمان لایا ہو جب کہ زوجہ اور اس کا باپ دونوں مسلمان ہوں تو وہ مرد اس عورت کا باعتبار اسلام کفو نہ ہوگا - اسی طرح شوہر کا باپ مسلمان ہے اور زوجہ کا باپ اور دادا دونوں مسلمان ہوں تو وہ مرد اس عورت کا کفو نہیں ہے - دور حاضر میں اس قسم کے امتیازات کو گوارا نہیں کیا جا سکتا - "المومنون اخوة" ہر مسلمان اسلام لانے کے بعد دینی بھائی بن جاتا ہے اور وہ باعتبار اسلام ہر اس مسلمان عورت کا کفو ہے جو خواہ پیدائشی مسلمان ہو - چنانچہ اسلام کے ضمن میں باعتبار کفأت صرف اس قدر کافی ہے کہ زوجین مسلمان ہیں، خواہ ان کے باپ دادا مسلمان ہوں یا نہ ہوں -

---

(٥) کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه، عبدالرحمٰن الجزیری، مطبوعه مصر، ١٩٣٨ع، صفحات ٥٩-٥٨، ٥٣ -

marfat.com

نسب :

حنفی اور شافعی فقہا کے نزدیک نسب کفأت کا ایک اہم جزو ہے ۔ حقیقت میں اس کی بنیاد طبقاتی تقسیم پر ہے جس کی اسلام میں اجازت نہیں دی جا سکتی ۔ یہ تصور ابتدائے اسلام میں عرب کے تمدنی حالات کی پیداوار تھا ۔ عرب کے علاوہ دوسرے مسلم ممالک میں اس پر زور نہیں دیا جاتا اور نسب میں برابری کو امور کفأت میں کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی البتہ مجہول النسب اور معروف النسب میں فرق کیا جاتا ہے ۔

ابن ہمام اور صاحب مجمع الانہر نے لکھا ہے کہ علم کو نسب پر فضیلت ہے ۔[6]

آزادی :

ایک غلام ایک آزاد عورت کا ہم سر نہیں ہو سکتا ۔ اب چونکہ غلاموں کا بحیثیت ادارہ کوئی وجود باقی نہیں رہا اس لیے اس پر بحث لا حاصل ہے ۔

پیشہ :

ظاہری روایتوں کے مطابق امام ابوحنیفہ کے نزدیک پیشہ میں برابری ضروری نہیں لیکن امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے کہ اگر مرد کا پیشہ (ذریعہ معاش) حقیر اور ذلیل ہو جو عار کا سبب ہو تو وہ مرد اس عورت کا کفو نہ ہوگا ۔[7] قاضی خان نے بھی صاحبین کے قول کو صحیح کہا ہے ۔ فی الحقیقت پیشہ کا تفاوت اضافی شے ہے ۔ یہ امر کہ کون سا پیشہ حقیر

---

(۶) کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ مولفہ عبدالرحمٰن الجزیری مطبوعہ مصر ۱۹۳۸ء صفحہ ۵۵ ۔

(۷) فتاویٰ عالمگیری (اردو ترجمہ) صفحہ ۱۷۵ ۔

marfat.com

و ذلیل ہے اور کون سا شریف ، اس کا انحصار ملک کے عام رسم و رواج پر ہے اور اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے ۔

دیانت :

دیانت کو پرہیز گاری یا نیک چلنی بھی کہا جاتا ہے ۔ خداوند تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے ''إنّ اکرمکم عنداللہ اتقاکم''۔[8] یعنی تم میں سے اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہیں جو متقی ہیں ۔ باعث عز و افتخار شے دراصل تقویٰ اور پرہیز گاری ہے ۔ چنانچہ ایک فاسق و فاجر مرد ایک صالحہ عورت کا کفو نہیں ہو سکتا ۔

تمول :

فقہا میں اس باب میں اتفاق ہے کہ باعتبار مال مرد کے لیے عورت کا کفو ہونے کے لیے صرف اس قدر مالی استطاعت کافی ہے کہ وہ بوقت نکاح عورت کا مہر معجل ادا کر سکتا ہو اور اس کے نفقہ کے اخراجات کا متحمل ہو سکتا ہو ۔ بعض فقہا کا خیال ہے کہ کسی خوش حال مال دار عورت کا کفو ایسا مرد نہیں ہو سکتا جو صرف نفقہ اور مہر معجل پر قادر ہو ۔ چنانچہ عبدالرحمن الجزیری صاحب کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ نے لکھا ہے کہ فی زمانہ نکاح میں جس چیز کا سب سے زیادہ لحاظ کیا جاتا ہے وہ مال ہے ۔ اگر کسی مال دار عورت کا نکاح ایسے مرد سے ہو جو صرف مہر معجل اور نفقہ پر قادر ہو لیکن مرد کی یہ مالی حیثیت اس عورت کی نظر میں ایک حبّہ کے برابر بھی نہ ہو تو اس صورت میں مرد کے مال کا اعتبار کفأت میں کس حد تک کیا جا سکتا ہے اس کا فیصلہ حاکم عدالت کرے گا ۔ فیصلہ کرتے

(۸) پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات رکوع ۲ آیت ۱۳ ۔

marfat.com

وقت حاکم عدالت دینی مصلحتوں کے تحت رفع فساد کے پیش نظر یہ دیکھے گا کہ وہ مرد کس حد تک اس عورت کی عصمت و عفت کا نگہبان ہو سکتا ہے اور کس حد تک اس کو غلط روی سے باز رکھنے پر قادر ہے۔[۹]

مندرجہ بالا بحث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ احناف نے کفأت کے دائرہ کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ جب کہ مالکی اس کو بہت محدود انداز میں دیکھتے ہیں چنانچہ مالکی صرف عدم اسلام اور مخصوص عیوب جسمانی کو وجہ عدم کفأت قرار دیتے ہیں۔ اول امر یعنی اسلام تمام ائمہ (بشمول حضرات شیعہ) میں مشترک ہے اور دوسرے امر کا تعلق براہ راست کفأت کے مسئلہ سے نہیں بلکہ عورت کے حق تفریق سے ہے۔

امام شافعی دیانت داری اور تمول کو امور کفأت قرار نہیں دیتے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام کا اطلاق دین داری کے پورے تقاضوں کے ساتھ کرتے ہیں اور تمول چونکہ ہر وقت قابل تغیر شے ہے اس لیے اس کو بھی امور کفأت سے خارج کرتے ہیں۔

کفأت کا مقصود دراصل شوہر و زوجہ کی زندگی میں موافقت پیدا کرنا ہے اور یہ موافقت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ مرد عورت کا زیادہ سے زیادہ امور میں ہم سر نہ ہو۔ لہذا امور ہم سری کو محدود کر دینا خلاف مصلحت ہوگا۔ اس ضمن میں احناف کا نقطہ نظر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

لیکن یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ کفأت نکاح کے جواز کی شرط نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عمر،

---

(۹) کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ مولفہ عبدالرحمٰن الجزیری مطبوعہ مصر ۱۹۳۸ء جلد ۴، صفحہ ۵۵۔

marfat.com

ابن مسعود، عمر ابن عبدالعزیز، عبید ابن عمیر، حماد ابن ابی سلیمان، ابن عون ، امام مالک اور امام شافعی و غیر ہم نکاح کے سلسلے میں کفأت کے اشتراط کے قائل نہیں ھیں۔ حنفیہ میں بھی امام ابوالحسن کرخی اور امام ابوبکر جصاص نکاح میں کفأت کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ھیں۔[۱۰]

ثبوت کفأت کے سلسلے میں بیان کردہ احادیث جن کو بیہقی نے کتاب النکاح باب الکفأت میں نقل کیا ھے، سوائے ایک حدیث کے جو حضرت علی سے مروی ھے، تمام احادیث کو خود بیہقی نے ضعیف اور ناقابل حجت لکھا ھے۔

چنانچہ آیات قرآنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور عملی احادیث کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ھیں کہ نکاح میں کفأت کا لحاظ بدرجۂ اولیٰ ھے۔ خود جواز نکاح کی کوئی شرط نہیں ھے۔ اگر ممکن اور موجود ھو تو بہتر ھے۔

نتیجۂ فکر :

خصوصاً موجودہ دور میں اس کا التزام قریباً ناممکن ھے البتہ ایسے خاندانوں میں جن کے اندر پشتہا پشت سے کفأت کا لحاظ رہا ھو اور اس کو برابر اھمیت دی جاتی رھی ھو، اس کا لحاظ اور التزام کیا جائے گا اور اگر ایسے خاندان کی کوئی لڑکی ولی کی مرضی کے بغیر غیر کفو سے نکاح کر لے جو اس کے اھل خاندان کے لیے ننگ و عار کا باعث ھو تو لڑکی کا ولی از روے شرع عدالت میں فسخ نکاح کا دعویٰ پیش کرنے کا مجاز ھوگا۔

---

(۱۰) تفصیل کے لیے ملاحظہ ھوں :

المغنی ، مطبوعہ مصر ، ۱۳۶۷ ھجری ، جلد ۶ صفحہ ۴۸۰۔
رد المحتار ، جلد ۲ باب الکفأت صفحہ ۱۳۶۔
بیہقی ، مطبوعہ دکن ، ۱۳۵۳ ھجری، جلد ۶ صفحہ ۱۳۶۔
بحرالرائق جلد ۳ مطبوعہ مصر ، صفحہ ۱۳۹۔

marfat.com

کفأت کا لحاظ

۵۸۔ کفأت کا لحاظ نکاح کے وقت کیا جائے گا ۔

تشریح

تمام ائمہ اس امر پر متفق ہیں کہ کفأت کا اعتبار نکاح کے وقت کیا جائے گا ۔ نکاح کے بعد اس کا قایم رہنا معتبر نہیں ۔[11] چنانچہ یہ سوال کہ شوہر کفو ہے یا غیر کفو ، اس کا فیصلہ اس وقت کے حالات و شواہد سے کیا جائے گا جب کہ نکاح ہوا ۔ اگر بعد میں عدم کفأت کے اسباب پیدا ہوئے ہوں تو عدم کفأت کی بناء پر نکاح فسخ نہ ہوگا ۔ مثال کے طور پر نکاح کے وقت مرد نیک و پرہیزگار تھا لیکن بعد میں فاسق و فاجر ہو گیا تو عدم کفأت کی بناء پر نکاح فسخ نہ کرایا جا سکے گا ۔

عدم کفأت اور صحت نکاح

۵۹۔ اگر بالغہ عورت نے اپنا نکاح غیر کفو سے کر لیا تو نکاح صحیح ہوگا البتہ ولی کو حق اعتراض حاصل ہوگا اور وہ بر بنائے عدم کفأت عدالت کے ذریعہ نکاح فسخ کرانے کا مجاز ہے ۔

تشریح

ظاہری روایات کے مطابق امام ابو حنیفہ نے ایسے نکاح کو صحیح قرار دیا ہے جو بالغہ عورت نے غیر کفو میں کر لیا ہو ۔ آخر میں یہی قول امام ابو یوسف و امام محمد سے بھی منقول ہے البتہ عورت کے ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہوگا اور وہ عدالت کے ذریعہ اس نکاح کو فسخ کرا سکتا ہے لیکن جب تک عدالت کی جانب سے بربنائے خصومت اولیاء تفریق واقع نہ ہوئی ہو اس

(۱۱) فتاوی قاضی خان باب الکفاءۃ ۔
بحرالرائق جلد ۳ مطبوعہ مصر ، صفحہ ۱۳۹
در مختار بر حاشیہ رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۳۳۱ ۔
احکام الشریعۃ فی الاحوال الشخصیہ دفعہ ۶۲ ۔

marfat.com

وقت تک طلاق و ظہار و ایلا و باہمی وارثت وغیرہ کے احکام ثابت ہوں گے ۔[12]

یہاں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر کفأت جواز نکاح کی شرط نہیں ہے تو پھر ولی کا بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرانے کا حق کیونکر پیدا ہوا ؟ دراصل کفأت اولیاء کے حق کی بناء پر ہے نہ کہ عورت کے حق کی بناء پر ، اس لیے اولیاء کو معقول وجہ کے سبب اعتراض کا حق دیا گیا ہے ۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اولیائے تزویج کے برخلاف ، عدم کفأت کی بناء پر اعتراض کا حق صرف ولی عصبہ کو حاصل ہے ذوی الارحام یا حاکم عدالت کو عدم کفأت پر اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں[13] اس کی دلیل یہ ہے کہ عورت کے غیر کفو میں نکاح کرنے کا براہ راست اثر اس کے اہل خاندان پر پڑتا ہے چنانچہ اس عار کے سبب جو اس کے خاندان والے محسوس کرتے ہیں ، صرف ولی عصبہ کو یہ حق ہے کہ وہ عدم کفأت کی بناء پر بذریعہ عدالت ایسے نکاح کو فسخ کرا سکے ۔[14]

---

(۱۲) فتاویٰ عالمگیری جلد دوم (اردو ترجمہ) صفحہ ۱۷۱ ۔
فتاویٰ قاضی خان جلد اول صفحہ ۱۶۴ ۔
بحرالرائق ، مطبوعہ مصر ، جلد ۳ صفحہ ۱۳۹ ۔
درمختار بر حاشیہ رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۲۳۱ ۔
احکام الشریعۃ فی الاحوال الشخصیہ دفعہ ۶۲ ۔

(۱۳) "ان الکفاءۃ فی الامور المذکورۃ من حق الولی بشرط ان یکون عصبۃ ، ولو کان غیر محرم ۔۔۔ اما ذوی الارحام ، والام ، والقاضی فلیس لھم حق بنی الکفأت (کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ مولفہ عبدالرحمٰن الجزیری ، مطبوعہ مصر ، ۱۹۳۸ء صفحہ ۵۶) ۔

(۱۴) کنز الدقایق ، مطبوعہ مطبع مجتبائی ، دھلی ، صفحہ ۱۰۲ ۔

marfat.com

ولی کا حق اعتراض کب ساقط ہوگا

۶۰۔ ولی کا حق اعتراض عورت کے بچہ پیدا ہو جانے کے بعد ساقط ہو جائے گا۔

تشریح

اس امر کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے کہ ولی عدم کفأت کی بناء پر فسخ نکاح کی درخواست کس قدر مدت میں عدالت میں پیش کرے، چنانچہ بعد علم و اطلاع اگر ولی سکوت اختیار کرے تو اس خاموشی سے اس کا حق اعتراض ساقط نہیں ہو جاتا (الّا یہ کہ اس کی خاموشی بمنزلۂ رضا مندی ہو) لیکن اس امر پر تمام ائمہ متفق ہیں کہ عورت کے اولاد پیدا ہو جانے کے بعد ولی کا حق اعتراض ساقط ہو جاتا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اولاد کی پیدائش کے بعد عورت کے لیے ایک قریب تر تعلق پیدا ہو جاتا ہے نیز یہ کہ شرافت اولاد کا بھی حق ہے اور کون اولاد یہ پسند کرے گی کہ اس پر اس کے باپ کی ذلت کی مہر لگے![15]

عدم کفأت کی بناء پر تفریق

۶۱۔ عدم کفأت کی بناء پر تفریق بحکم عدالت ہوگی۔

تشریح

اگر عورت نے اپنا نکاح غیر کفو میں کر لیا ہو تو ولی کو نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہے مگر تفریق حکم عدالت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔[16]

لہذا تاآں کہ حاکم عدالت فسخ نکاح کی ڈگری دے، نکاح

---

(۱۵) "ثم اذا سکت الولی عن الاعتراض حتی ولدت المرأة فان حقه یسقط فی الکفأت" (کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه مولفه عبدالرحمن الجزیری مطبوعه مصر، ۱۹۳۸ع صفحه ۵۶)۔

(۱۶) سراج الوہاج بحوالہ عالمگیری جلد دوم (اردو ترجمہ) صفحہ ۱۷۳۔

marfat.com

قایم رہے گا چنانچہ اگر عدالتی کارروائی کے دوران زوجین میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو دوسرا اس کا وارث ہوگا ۔[۱۷]

عدم کفأت کی بناء پر تفریق کا اثر

۶۲۔ عدم کفأت کی بناء پر تفریق بمنزلۂ فسخ نکاح ہوگی ۔

تشریح

عدم کفأت کی بناء پر عدالت کے زوجین میں تفریق کرانے کی صورت میں اگر دخول نہ ہوا ہو تو نہ کوئی مہر واجب ہوگا نہ عدت ، لیکن اگر دخول ہو گیا ہو تو زوجہ مہر کی مستحق ہوگی اور عدت لازم ہوگی نیز دوران عدت مرد پر نفقہ بھی واجب ہوگا ۔[۱۸]

---

(۱۷) بحرالرائق ، مطبوعہ مصر ، جلد ۳ صفحہ ۱۳۷ ۔
(۱۸) فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی (اردو ترجمہ) باب پنجم اکفاء صفحہ ۱۷۴ ۔
در المختار پر حاشیہ ردالمحتار مطبوعہ مصر ، جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ ۔

marfat.com

آٹھواں باب

خلوت صحیحہ

خلوت صحیحہ کی تعریف

۶۳۔ خلوت صحیحہ کے معنی ہیں مرد و عورت دونوں کا کسی ایسی جگہ ، مکان ، یا حصہ مکان میں تنہا جمع ہونا جہاں باہم صحبت کرنے سے کوئی جسمانی ، طبعی یا شرعی مانع موجود نہ ہو۔

توضیح : وہ جگہ ، مکان یا کمرہ ایسا ہو جہاں دونوں کی اجازت کے بغیر کسی کے اندر آنے یا دیکھنے کا کھٹکا نہ ہو۔

تشریح

خلوت کے لفظی معنی تنہائی کے ہیں قانون ازدواج میں اس سے زوجین کا تنہا جمع ہونا مراد ہے۔

خلوت کی دو قسمیں ہیں :

۱- خلوت صحیحہ۔ اور

۲- خلوت فاسدہ۔

خلوت صحیحہ سے مراد یہ ہے کہ شوہر اور زوجہ دونوں ایسی جگہ تنہا جمع ہوں کہ جہاں ان کی اجازت کے بغیر کوئی نہ آسکے یا اندھیرے یا کسی دیگر سبب سے کسی کو ان کے ہونے کی اطلاع نہ ہو :

مگر شرط یہ ہے کہ شوہر یہ جانتا ہو کہ وہ عورت اس کی زوجہ ہے۔

جہاں تک موانع کا تعلق ہے ان کی تین قسمیں ہیں :

۱- جسمانی موانع۔

marfat.com

۲- طبعی موانع - اور
۳- شرعی موانع -

جسمانی موانع :

جسمانی موانع سے یہ مراد ہے کہ مرد یا عورت ایسی بیمار ہو جو صحبت سے مانع ہو یا صحبت کرنے سے ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ ہو -

طبعی موانع :

طبعی موانع سے یہ مراد ہے کہ عورت حائضہ ہو یا انفاس سے ہو -

شرعی موانع :

شرعی موانع سے یہ مراد ہے کہ مرد یا عورت فرض روزہ سے ہو یا فرض نماز میں مشغول ہو -

اگر مرد مجبوب (جس کے آلت اور خصیے کٹے ہوئے ہوں) یا عنین (نامرد) یا خصی (جس کے خصیے نکال لیے گئے ہوں) ہو تو ایسا ہونا خلوت صحیحہ کے مانع نہ ہوگا[1] کیونکہ تجربہ میں یہ آیا ہے کہ مجبوب اور عنین بعض حالتوں میں اپنی ان علّتوں کے باوجود عورت کا مقصد پورا کرنے میں کامیاب ہو سکے ہیں اور اسی بناء پر فقہاء نے اسے خلوت صحیحہ کے درجہ میں رکھا ہے -

خلوت صحیحہ کا اثر

۶۴- (الف) خلوت صحیحہ اپنے اثر کے اعتبار سے حسب ذیل صورتوں میں وطی (صحبت) کی قایم مقام متصور ہو گی :

(۱) کل مہر کے لازم ہونے میں -

---

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتاویٰ قاضی خان ' مطبوعہ ہند جلد ۱ صفحہ ۱۸۱ -
شرح وقایہ (اردو ترجمہ) لاہور ' صفحہ ۳۹۸ -
فتاویٰ عالمگیری (اردو ترجمہ) صفحات ۹۷-۱۹۳ -

marfat.com

(۲) نسب اولاد ثابت ہونے میں ۔

(۳) عدّت کے واجب ہونے میں ۔ اور

(۴) نفقہ دران عدّت کے واجب ہونے میں ۔

(ب) حسب ذیل صورتوں میں خلوت صحیحہ وطی (صحبت) کے قائم مقام متصور نہ ہوگی :

(۱) بکارت زائل ہونے میں ۔

(۲) سنگ ساری کے حکم میں ۔

(۳) زوجہ کی لڑکی (پہلے شوہر سے) کے حرام ہونے میں ۔

(۴) رجعت میں ۔ اور

(۵) میراث میں ۔

خلوت فاسدہ

٦۵۔ خلوت فاسدہ کے معنی ہیں مرد و عورت کا کسی ایسی تنہا جگہ ، مکان یا حصہ مکان میں جمع ہونا جہاں ان کی اجازت کے بغیر کسی کے اندر آنے یا دیکھنے کا کھٹکا نہ ہو لیکن دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو حقیقتاً صحبت کرنے پر قدرت نہ ہو ۔

خلوت فاسدہ کا اثر

٦٦۔ خلوت فاسدہ کی صورت میں عدت اور نفقہ استحساناً واجب ہوگا ۔

تصویب

براہ کرم "شرح قانون مہر" کی دفعات کا سلسلہ نمبر درست فرما لیجیے :

صحیح	غلط
۸۲—٦۷	۸۱—٦٦

marfat.com

شرح
قانونِ مہر

marfat.com

نواں باب

مہر

۶۶۔ مہر اس مالی منفعت کا نام ہے جو شرعاً عورت مرد سے بعوض نکاح پانے کی مستحق ہوتی ہے۔ مہر کی تعریف

تشریح

مہر میں ''مال'' کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے کیوں کہ مہر سے اصل مقصود مال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''واحل لکم ماوراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم''[1] یعنی حلال کیں تمہارے واسطے علاوہ ان عورتوں کے، کہ تم خواہش کرو ان کی مال کے بدلے میں۔

مہر در اصل اس مال کا نام ہے جو عورت کو نکاح میں اس سے استمتاع کے عوض دیا جاتا ہے خواہ نکاح صحیح ہو یا فاسد یا وطی بالشبہ ہو[2] قاضی خان نے مہر کو ملک بضع کا بدل کہا ہے[3]۔

مہر ہر ایسی جائز شے قرار پا سکتا ہے جو اپنے اندر مالیت رکھتا ہو۔ چنانچہ نقدی، مال تجارت، جائداد، کمپنی کے حصص

---

(۱) پارہ ۵ سورۃ النساء رکوع ۴ آیت ۲۴۔

(۲) فهو (الصداق) اسم للمال الذی یجب للمرأة فی عقد النکاح فی مقابلة الاستمتاع بها و فی الوط بالشبه او نکاح فاسد او نحوذالک (کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه ،ولفه عبدالرحمٰن الجزیری، مصر، جلد ۴، صفحه ۹۴)۔

(۳) اما المهر بدل البضع وقد ملک بضعها فیطالب به (فتاویٰ قاضی خان، مطبوعه هند، صفحه ۱۷۷)۔

marfat.com

(Shares) یا منافع (Dividend) ، بیمہ پالیسی وغیر مہر میں طے کی جا سکتی ھیں :

مگر شرط یہ ھے کہ اس شے پر قبضہ و تصرف ممکن ھو ۔

مہر کی مقدار

٦٧۔ مہر کی کم از کم مقدار ساڑھے تین روپے پاکستانی یا اس کی مساوی قیمت کی کوئی شے ھے ۔ زائد کی کوئی حد نہیں ۔

تشریح

ظاھری روایات کے مطابق حنفی اور شافعی علما، کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار دس درھم (تقریباً ساڑھے تین روپے پاکستانی) ھے[۴] ۔ یا اس کی مساوی مالیت کی کوئی شے ھو سکتی ھے ۔

امام مالک کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار تین اور بقول بعض پانچ درھم ھے[۵] ۔

اگر کوئی شخص دس درھم سے کم مہر باندھے اور عورت اس پر راضی ھو ، تب بھی دس درھم مہر دینا ھوگا کیونکہ شرعی حکم دس درھم کا ھے چنانچہ امام محمد نے اپنی موطا میں لکھا ھے کہ کم سے کم مقدار دس درھم ھے[٦] ۔

حنفی فقہ میں کم از کم مہر کا تعین کر دیا گیا ھے زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں ھے ۔ لیکن شیعہ فرقے میں مہر کی کم از کم شرعی مقدار کا تعین نہیں کیا گیا ۔

مہر کے لیے ضروری ھے کہ وہ ایسا مال یا مالی منفعت ھو جس سے مستفید ھونا شرعاً درست ھو چنانچہ لحم خنزیر یا شراب کسی

(۴) "لامهر اقل من عشرة دراهم" (حدیث مروی ابن ابی حاتم) ۔
(۵) شرح وقایہ (اردو ترجمہ) مطبوعہ لاھور ، باب المہر صفحہ ۳۹۱ ۔
(٦) موطا امام محمد ، قرآن محل کراچی ، صفحہ ۲۲۹ ۔

marfat.com

عورت کا مہر نہیں ہوسکتی - اگر ایسی کوئی شے بطور مہر مقرر کی گئی ہو تو وہ مہر (مسمی) ناجائز ہوگا لیکن نکاح صحیح ہوجائے گا اور مرد کے ذمہ مہر مثل لازم ہوگا[۷] -

امام مالک کے نزدیک ایسا نکاح فاسد ہوگا اور دخول سے قبل فسخ کیا جا سکے گا لیکن اگر صحبت ہو گئی ہو تو نکاح لازم ہو جائے گا اور عورت مہر مثل کی مستحق ہوگی -

اقسام مہر

۶۸- مہر کی اقسام حسب ذیل ہیں :

(۱) مہر مسمی -

(۲) مہر مثل -

مہر مسمی : اس مہر کو کہتے ہیں جو بوقت نکاح یا بعد نکاح مابین زوجین مقرر ہوا ہو - اس کی حسب ذیل دو قسمیں ہیں :

(الف) مہر معجل -

(ب) مہر موجل -

مہر معجل : اس مہر کو کہتے ہیں جو بوقت نکاح فوری ادا کر دیا جائے یا عندالطلب قابل ادا ہو-

مہر موجل : اس مہر کو کہتے ہیں جو طلاق یا زوجین میں سے کسی ایک کی وفات پر قابل ادا ہو -

تشریح

مہر مسمی کا اعتبار نکاح صحیح میں کیا جاتا ہے، نکاح فاسد میں نہیں، کیونکہ نکاح فاسد صحیح معنی میں نکاح ھی نہیں ھوتا - چنانچہ نکاح فاسد کی صورت میں جب کہ دخول ھو چکا ھو مہر مسمی

(۷) کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ، مولفہ عبدالرحمٰن الجزیری مصر جلد ۴ کتاب المہر، صفحہ ۹۷ -

marfat.com

یا مہر مثل جو کم ہو مرد کے ذمہ واجب ہوتا ہے ۔ یہ مہر وطی (جماع) کے سبب واجب ہوتا ہے نفس نکاح کے سبب نہیں کیونکہ نکاح فاسد میں مرد کے حق میں ملک بضع پیدا نہیں ہوتی اسی لیے فقہاء نے نکاح فاسد میں وطی کے سبب زر مہر کو عقر (تاوان) سے تعبیر کیا ہے ۔

مہر مثل : مہر مثل امثال و اقران کے مہر کو کہتے ہیں جو اس عورت کے مثل عورت کا مقرر ہوا ہو ۔

تشریح

مہر مثل کے تعین کے لیے عورت کے باپ کی رشتہ دار عورتوں کے مہروں کو دیکھا جائے گا ۔ مثلاً پھوپیوں ، سگی بہنوں اور چچا زاد بہنوں کا مہر ۔

مہر مثل کے تعین کے لیے مثل عورتوں کی عمر ، حسن و جمال ، علم و عقل ، دینداری ، اور کردار کا لحاظ بھی کیا جائے گا[۸] ۔

فتح القدیر میں لکھا ہے کہ مہر مثل کے تعین میں ان عورتوں کے شوہروں کے حسب اور مال کو بھی دیکھا جائے گا[۹] لیکن اگر اس عورت میں کچھ ذاتی اوصاف ہوں تو ان کا بھی لحاظ کیا جانا چاہیے ۔

۶۹ ۔ اگر معاہدہ نکاح میں مہر کا تذکرہ نہ کیا گیا ہو تو شرعاً مہر لازم تصور کیا جائے گا اور مرد پر مہر مثل واجب ہوگا ۔ لزوم مہر

توضیح : اگر نکاح اس شرط کے ساتھ کیا جائے کہ نکاح میں کوئی مہر نہ ہوگا تو شرط ساقط ہوگی اور مہر مثل واجب ہوگا ۔

---

(۸) ہدایہ انگریزی صفحہ ۱۲۸ ۔
قدوری (عربی) صفحہ ۱۵۳ ۔

(۹) فتح القدیر (عربی) مطبوعہ مصر ، جلد ۲ صفحہ ۳۷۱ ۔

marfat.com

تشریح

حنفیوں کے نزدیک مہر نکاح کے جواز کی ایک شرط ہے چنانچہ ان کے نزدیک مہر کے بغیر نکاح جائز نہیں ہے۔ امام شافعی کے نزدیک مہر نکاح کی شرط نہیں ہے اور نکاح بغیر مہر کے جائز ہو جائے گا۔

لزوم مہر کی نوعیت :

اگر کوئی عورت اپنا نکاح کسی مرد سے کرے اور وہ مرد عورت کا کوئی مہر مقرر نہ کرے یا مہر کے ذکر پر خاموش رہے یا اس عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ اس کا کوئی مہر نہ ہوگا اور وہ عورت اس پر راضی ہوجائے تب بھی حنفیوں کے نزدیک نفس عقد کی بناء پر مہر مثل واجب ہو جائے گا اور عورت کو مہر مثل طلب کرنے کا حق ہوگا۔ اگر عورت دخول سے قبل مر جائے تو اس کے شوہر سے اس عورت کا مہر مثل لیا جائے گا اور اگر شوہر دخول سے قبل مر جائے تب بھی وہ عورت اپنے مہر مثل کی مستحق ہوگی جو متوفی کے ترکہ سے لیا جائے گا۔ لیکن امام شافعی کے نزدیک نفس عقد کی بناء پر مہر مثل واجب نہیں ہوتا۔ ان کے نزدیک صرف دو صورتوں میں مہر واجب ہوتا ہے ایک اس صورت میں جب کہ مہر مقرر کر لیا جائے اور دوسرے دخول کی صورت میں۔ چنانچہ اگر مہر مقرر نہیں کیا گیا اور دخول سے پہلے کسی ایک کی وفات ہو جائے تو امام شافعی کے نزدیک مہر مثل واجب نہ ہوگا لیکن اگر دخول ہو جائے تو تمام ائمہ کے نزدیک مہر مثل لازم ہوگا۔ اور اگر مہر مقرر نہ ہوا ہو اور دخول سے پہلے طلاق ہو جائے تو تمام ائمہ کے نزدیک بلا اختلاف مہر مثل واجب نہیں ہوگا بلکہ متعہ (کپڑوں کا ایک جوڑا) واجب ہوگا۔

marfat.com

اس امر میں ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مہر کا ذکر کیے بغیر نکاح صحیح ہو جاتا ہے ۔ اسی طرح مہر کے انکار کے ساتھ بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضو لھن فریضۃ'' کہ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اگر تم طلاق دو اپنی بیویوں کو جن کو تم نے نہ چھوا ہو اور ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو ۔ اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسے نکاح میں جس میں مہر مقرر نہ ہوا ہو طلاق دینے پر کوئی گناہ نہیں اور طلاق چونکہ نکاح کے بعد دی جاتی ہے اس لیے یہ آیت مہر مقرر کیے بغیر نکاح کے جواز کی دلیل ہے۔

امام شافعی کی دلیل :

امام شافعی اپنے قول کے ثبوت میں آیت کریمہ '' وآتوا النساء صدقاتھن نحلۃ'' کو پیش کرتے ہوئے یہ استدلال کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے مہر کو ''نحلہ'' سے تعبیر کیا ہے اور ''نحلہ'' عطیہ کو کہتے ہیں چنانچہ مہر فی الحقیقت ایک صلۂ زائد ہے جو نفس نکاح سے واجب نہیں ہوتا ۔ ان کے نزدیک مقاصد نکاح کی تکمیل کے لیے ملک مہر کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے مہر ایک زائد ذمہ داری ہے جو عورت کے لیے ایک صلۂ زائد کی حیثیت رکھتی ہے جو بغیر طے کیے مرد پر واجب نہیں ہو سکتا (الا یہ کہ دخول ہوچکا ہو) چنانچہ امام شافعی کے نزدیک اگر مہر طے نہ ہو تو محض نفس عقد کی بناء پر واجب نہ ہوگا۔

حنفیہ کا استدلال :

حنفیہ اپنے قول کے استدلال میں قرآن پاک کی آیت :
'' واحل لکم ماوراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم'' کو پیش کرتے ہیں ۔

marfat.com

ان کا استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو مال دینے کی شرط پر حلال کیا ہے، اس لیے بغیر مال کے نکاح جائز نہ ہوگا۔ نیز یہ کہ وہ عورتیں ابتغاء مال کی شرط پر حلال کی گئیں ہیں اس لیے بغیر اس شرط کے وہ حلال نہیں ہو سکتیں۔

حنفیوں کے نزدیک بضع اور جان محترم ہیں اور اباحت اس شرط کے ساتھ ثابت ہوتی ہے چنانچہ عدم شرط کے باوجود ان کی حرمت اپنی اصل پر قائم رہے گی اور شرط سے معلق ہونا ان کی اصل پر اثر نہ ڈالے گا اسی لیے اگر یہ شرط کر لی گئی کہ نکاح میں کوئی مہر نہ ہوگا تب بھی وہ شرط باطل قرار پائے گی اور مرد کے ذمہ مہر مثل واجب ہوگا۔

حنفیہ اپنے قول کے اثبات میں حسب ذیل حدیث[۱۰] سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ ''علقمہ نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے آپ سے اس عورت کے مہر کے بارے میں پوچھا جس کا شوہر اس کا مہر مقرر کرنے سے پہلے مر گیا ہو آپ نے جواب میں تردد فرمایا اور کہا کہ اس کے بارے میں نہ تو مجھے کتاب اللہ میں کچھ ملتا ہے اور نہ ہی میں نے رسول اللہ سے کچھ سنا ہے۔ اس لیے میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں اگر میں صحیح ہوں تو یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر میں غلطی پر ہوں تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول بری ہیں۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود نے اپنی رائے سے فرمایا کہ ایسی عورتوں کے ساتھ دوسری عورتوں کے مانند عمل کیا جائے گا۔ عبداللہ بن مسعود کا

(۱۰) اس حدیث کو امام ابو حنیفہ نے حماد سے اور حماد نے ابراھیم نخعی سے بھی بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو موطا امام محمد (عربی اردو) قرآن محل کراچی، صفحہ ۲۳۹ ح ۵۴۴۔

marfat.com

یہ فتویٰ سن کر وہ شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ نے بروع بنت واشق الاشجعیۃ کے معاملے میں ایسا ہی فیصلہ دیا تھا ۔ پھر ایک شخص اشجع قبیلہ کا کھڑا ہوا اور کہا کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں ۔ عبد اللہ بن مسعود اپنے فیصلے کو رسول اللہ کے فیصلے سے موافق پاکر بہت خوش ہوئے اور ایسے خوش ہوئے کہ اسلام لانے کے بعد اس سے پہلے کبھی اتنے خوش نہ ہوئے تھے'' ۔

احناف اپنے نظریہ کے اثبات میں استدلال سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ نکاح کے مقاصد اس کے دوام کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتے اور نکاح کا دوام نکاح کی بناء پر وجوب مہر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ۔ چنانچہ اگر نفس عقد کے ساتھ مہر واجب نہ ہو تو مرد کے لیے خشونت و ناگواری کے عالم میں طلاق دے دینا ایک آسان فعل ہو جائے گا ۔ اس لیے مہر کا وجوب نکاح کی مصلحتوں اور مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے جو باہمی موافقت سے حاصل ہوتا ہے اور باہمی موافقت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ عورت کا مہر مرد کے نزدیک عزیز و مکرم نہ ہو ۔

امام شافعی کی دلیل کا جواب :

امام شافعی کے مہر کو عطیہ قرار دینے کا ذکر کرتے ہوئے حنفی فقہا نے لکھا ہے کہ جہاں تک امام شافعی کا مہر کو عطیہ کے معنی میں ذکر کرنے کا تعلق ہے تو حقیقت میں نحلہ کا لفظ ''دین'' اور ''قرض'' کے معنی میں آیا ہے اس لیے یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ وجوب مہر ایک دین اور قرض ہے ، محض عطیہ نہیں ہے جو دینے والے کی مرضی پر موقوف ہو ۔

marfat.com

وجۂ اختلاف :

حنفی اور شافعی فقہاء میں اختلاف کی اصل وجہ یہ ہے کہ حنفی علماء مہر کے وجوب کو نفس عقد کی بناء پر تسلیم کرتے ہیں جب کہ شافعی حضرات مہر کے وجوب کی بنیاد دخول کو قرار دیتے ہیں۔

بربنائے عقد مہر کے واجب ہونے کے سلسلے میں احناف کی دلیل یہ ہے کہ عقد کے فوری بعد مرد کو عورت کی ملک بضع پر حق پیدا ہو جاتا ہے اور چونکہ معاوضہ اثبات ملک کا مقتضی ہوتا ہے اس لیے ایک ہی وقت میں طرفین کو ایک دوسرے کے خلاف حق پیدا ہونا چاہیے مثال کے طور پر جس طرح بیع میں قیمت کا وجوب بیع کی بناء پر پیدا ہو جاتا ہے اور بائع کے مطالبہ پر زرثمن فی الفور قابل ادا ہوتا ہے اسی طرح نفس عقد کے سبب عورت کا مہر مرد کے ذمے واجب ہو جاتا ہے[۱۱]۔

مہر — ایک شرعی حکم :

لیکن مہر معاہدہ بیع کی طرح ایک رقمی معاوضہ کا نام نہیں ہے بلکہ فی الحقیقت شرع میں اس کا حکم زوجہ کی حرمت اور توقیر کے لیے دیا گیا ہے چنانچہ اگر معاہدہ نکاح میں اس کا ذکر نہ ہو تب بھی مہر مثل لازم ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر یہ طے بھی کر لیا جائے کہ نکاح میں کوئی مہر نہ ہوگا تب بھی مہر لازم ہوگا اور شرط ساقط ہو جائے گی[۱۲]۔

۷۰۔ مہر کی ادائی کی ذمہ داری براہ راست شوہر پر عائد ہوگی الا یہ کہ نکاح بحالت صغر سنی اس کے ولی نے کیا ہو، جس مہر کی ذمہ داری

(۱۱) بدائع الصنائع الکاسانی مصر، جلد ۲ کتاب النکاح۔
(۱۲) شرح وقایہ (اردو) مطبوعہ لاہور صفحہ ۳۹۳۔
فتح القدیر، مطبوعہ مصر، جلد ۲ صفحہ ۴۳۶۔
بحرالرائق مطبوعہ مصر، ۱۳۱۱ ہجری، جلد ۳ صفحہ ۱۵۲۔

marfat.com

صورت میں اس کی ذمہ داری ولی پر ہوگی ۔

توضیح : شوہر کے بالغ ہونے پر نکاح کو قایم رکھنے کی صورت میں مہر کی ذمہ داری شوہر پر ہوگی اور ولی بری الذمہ ہو جائے گا۔

۱۷۔ معاهدہ نکاح میں مہر کی ادائی کے بارے میں کوئی صراحت نہ ہونے کی صورت میں پورا مہر مہر معجل متصور ہوگا ۔ بوقت نکاح قسم مہر کی عدم صراحت کی صورت میں مہر کا وجوب

تشریح

شیعوں کے نزدیک اگر مہر ادا کرنے کا کوئی وقت مقرر نہ ہو تو کل مہر معجل سمجھا جائے گا[13]۔ لیکن حنفیوں کے نزدیک مفتی بہ اور راجح قول یہ ہے کہ اس کا فیصلہ عرف و رواج کے مطابق کیا جانا چاہیے[14] ۔ چنانچہ ان کے نزدیک عدالت کو ہر مقدمہ کے مخصوص حالات کے پیش نظر یہ طے کرنا چاہیے کہ کتنا مہر معجل اور کتنا موجل ہونا چاہیے۔ بعض حنفی فقہا کے نزدیک ایک تہائی اور بعض کے نزدیک ایک چوتھائی حصہ مہر معجل ہونا چاہیے۔ لیکن یہ قول غیر مفتی بہ اور متروک ہے ۔

حنفی امام علاءالدین الکاسانی نے اپنی مشہور تصنیف بدائع الصنائع میں اس مسئلہ میں لکھا ہے کہ ''اگر مہر کے بارے میں معجل یا موجل کی کوئی صراحت نہ ہو تو پورا مہر معجل قرار پائے گا[15] ۔ اور یہی صورت صحیح تر ہے کیوں کہ نکاح ایک قسم کا عقد معاوضہ ہے اور عقد معاوضہ جانبین سے مساوات کا

---

(۱۳) محمڈن لا ' امیر علی جلد دوم ۔

(۱۴) فتح القدیر ' ابن ہمام ' مصر' جلد ۲ صفحہ ۳۷۴ ۔
بحرالرائق ' مطبوعہ مصر ' جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ ۔
ردالمحتار مطبوعہ مصر' جلد ۲ صفحہ ۳۶۸ ۔

(۱۵) اوکان سکوتاعن التعجیل والتاجیل لان حکم المسکوت حکم المعجل (البدائع و الصنائع ' مصر' جلد ۲ صفحہ ۲۸۸) ۔

marfat.com

مقتضی ہے ۔ جب ایجاب و قبول کے بعد نفس عقد کے سبب مرد کا حق انتفاع عورت پر قائم ہو گیا تو عورت کا حق مہر بھی مرد کے ذمہ واجب ہو جائے گا۔ چنانچہ کسی برعکس قرار داد کی غیرموجودگی میں یہ اصول مبنی برانصاف نظر آتا ہے کہ اگر نکاح میں مہر کی ادائگی کے وقت کے متعلق کوئی امر طے شدہ نہ ہو تو مہر کی کل رقم کے بارے میں یہ تصور کیا جانا چاہیے کہ وہ معجل یعنی عندالطلب قابل ادا ہے ۔ پاکستان کے رائج الوقت قانون میں اسی نقطۂ نظر کی پیروی کی گئی ہے[16] ۔

خلوت صحیحہ کے بغیر طلاق کی صورت میں مہر کا وجوب

۷۲۔ خلوت صحیحہ کے بغیر طلاق یا فسخ نکاح کی صورت میں مرد کے ذمہ نصف مہر واجب ہوگا ۔

توضیح : (الف) اگر کوئی مہر مقرر نہ ہوا ہو تو عورت کو صرف کپڑوں کا ایک جوڑا دیا جائے گا ۔

(ب) اگر فسخ نکاح کی ذمہ داری عورت پر ہو تو وہ کچھ مہر پانے کی مستحق نہ ہو گی ۔

تشریح

اگر طلاق خلوت صحیحہ سے قبل واقع ہو جائے اور مہر مقرر کیا گیا ہو تو نصف مہر واجب ہوگا[17] جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے :

''وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن و قد فرضتم ولھن فریضہ فنصف مافرضتم[18]''۔

---

(۱۶) پاکستان عائلی قوانین آرڈی نینس مجریہ ۱۹۶۱ع دفعہ ۱۰ ۔

(۱۷) رد المحتار ' مطبوعہ مصر ' جلد ۲ ' صفحہ ۳۳۰ ۔
فتح القدیر ' مطبوعہ مصر ' جلد ۲ صفحہ ۴۳۹ ۔

(۱۸) سورۃ البقرہ آیت ۲۳۷ ۔

marfat.com

یعنی اگر تم طلاق دو عورتوں کو اس بات سے پہلے کہ مس کرو تم ان سے، اور تم مقرر کر چکے تھے ان کے واسطے کچھ حصہ تو واجب ہے تم پر نصف اس کا جو مقرر کیا تھا تم نے۔

مہر مسمی کی صورت میں نکاح فسخ ہونے پر نصف مہر واجب ہوگا لیکن اگر خلوت صحیحہ سے قبل مابین زوجین تفریق واقع ہو جائے جس کی ذمہ داری عورت پر ہو تو عورت کچھ مہر پانے ، مستحق نہ ہوگی۔ مثلاً عورت سے کوئی ایسا فعل صادر ہوا ہو س سے حرمت مصاہرت واقع ہو جائے یا یہ کہ وہ مرتد ہو جائے[19]۔

اگر بوقت نکاح یا بعد نکاح مہر مقرر نہ ہوا ہو اور خلوت صحیحہ سے قبل طلاق ہو جائے تو حنفیوں کے نزدیک عورت صرف بطور نذرانہ یک جوڑا کپڑوں کا پانے کی مستحق ہوگی[20]۔ لیکن شیعہ مذہب کے نزدیک عورت کو مہر مثل دیا جائے گا۔ احناف اپنے نظریہ کی بنیاد اس آیت قرآنی ''لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضو لھن فریضة و متعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ[21]'' پر رکھتے ھیں یعنی تم پر گناہ نہیں ہے اگر تم عورتوں کو طلاق دو جب کہ نہ مس کرو ان کو یا مقرر نہ کرو کوئی حصہ مہر کا ان کے واسطے اور متعہ دو ان کو غنی پر ہے اس کی مقدار اور مفلس پر ہے اس کے لائق۔

اس ضمن میں احناف کا نقطۂ نظر قرآن پاک کے حکم کے بموجب نظر آتا ہے۔

---

(۱۹) کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه، عبدالرحمٰن الجزیری، مصر۔

(۲۰) رد المحتار، مطبوعه مصر، جلد ۲ صفحه ۳۴۴۔

(۲۱) پارہ ۲ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۳۶۔

marfat.com

خلوت صحیحہ کے بعد مہر کا وجوب

۷۳۔ حسب ذیل صورتوں میں مہر متاکد ہو جائے گا اور کل واجب ہو جائے گا:

(۱) وطی —

(الف) خلوت صحیحہ کے بعد

(ب) کسی ایک کی وفات واقع ہونے پر۔

تشریح

محض عقد نکاح سے پورا مہر قابل ادا نہیں ہوتا البتہ خلوت صحیحہ کے بعد کل مہر واجب ہو جاتا ہے اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ اس کی دلیل میں منجملہ دیگر احادیث کے حسب ذیل احادیث ہیں جن پر ہمارے فقہاء کا فتویٰ ہے:

۱۔ روایت کی دار قطنی نے محمد بن عبد الرحمٰن بن ثومان سے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ جس شخص نے عورت کا خمار (اوڑھنی یا چادر اصطلاحاً نقاب) کھولا اور اس پر نظر ڈالی تو اس (مرد) پر کل مہر واجب ہو گیا خواہ دخول کرے یا نہ کرے[۲۲]۔

۲۔ عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب قضی فی المراۃ اذا تزوجھا الرجل انہ اذا ارخیت الستور فقد وجب الصداق۔ یعنی سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے حکم کیا کہ مرد عورت سے نکاح کرے جب چھوٹ جائیں پردے تو تحقیق کہ مرد پر (کل) مہر واجب ہو گیا[۲۳]۔

۳۔ اخبرنا مالک اخبرنا ابن شہاب عن زید بن ثابت قال اذا دخل رجل بامراۃ و ارخیت الستور فقد وجب للصداق یعنی زید بن

(۲۲) شرح وقایہ (اردو ترجمہ) لاہور' کتاب النکاح' باب المہر' جلد دوم ۳۹۷۔
(۲۳) موطا امام مالک (عربی۔ اردو) ' کراچی صفحہ ۳۳۸۔

marfat.com

ثابت نے کہا کہ مرد عورت کے پاس جائے اور پردے چھوٹ جائیں تو تحقیق کہ مہر (کل) واجب ہوگیا [۲۴]۔

نکاح فاسد کی صورت میں :

سنیوں کے چاروں مذاہب میں خلوت صحیحہ مجامعت کی قایم مقام ہے لیکن شیعوں کے نزدیک خلوت صحیحہ مجامعت کی قایم مقام نہیں ہے ۔ البتہ سنیوں کے نزدیک نکاح فاسد کی صورت میں خلوت صحیحہ مجامعت کے قائم مقام نہ ہوگی اس لیے کہ نکاح فاسد داعی الی الوطی نہیں ہے اور عورت کے لیے عقد فاسد میں بلا وطی کے کوئی مہر قائم نہیں ہوتا [۲۵]۔ چنانچہ اگر نکاح فاسد میں عورت کو وطی سے پہلے طلاق دے دی جائے تو کوئی مہر واجب نہ ہوگا۔

۷۴- خلوت صحیحہ کے بعد طلاق یا فسخ نکاح کی صورت میں کل مہر فی الفور واجب ہو جائے گا ۔

خلوت صحیحہ کے بعد طلاق کی صورت میں مہر کی ادائی

تشریح

مہر خلوت صحیحہ سے متاکد و محکم ہو جاتا ہے اگر خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دی جائے یا نکاح فسخ ہو جائے تو کل مہر فی الفور واجب الادا ہو جائے گا خواہ مہر معجل ہو یا موجل ۔ اس اصول کی بنیاد یہ ہے کہ طلاق یا فسخ کے سبب نکاح ختم ہو جاتا ہے ۔ اس لیے مہر کی فوری ادائگی لازم ہوجاتی ہے ۔

۷۵۔ نکاح صحیح کے دوران زوجین میں سے کسی ایک کی وفات کی صورت میں کل مہر واجب الادا ہو جائے گا ، بلا لحاظ اس کے کہ خلوت صحیحہ ہوئی ہو یا نہ ۔

وفات واقع ہونے پر مہر کا وجوب

---

(۲۴) موطا امام محمد بن الحسن الشیبانی ۲۳۳ ۔

(۲۵) یجب المہر المثل فی نکاح فاسد بالوط فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطئہا (رد المحتار ، مطبوعہ مصر ، جلد ، صفحہ ۳۵۹) ۔

marfat.com

تشریح

چونکہ موت متمم نکاح ہے اس لیے زوجین میں سے کسی ایک کے مر جانے کی صورت میں ازدواجی تعلق ہمیشہ کے لیے منقطع ہو جاتا ہے اور اس بناء پر مرد کے ذمہ پورا مہر واجب ہو جاتا ہے خواہ خلوت صحیحہ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو[۲۶]۔ البتہ نکاح فاسد کی صورت میں اگر خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو اور زوجین میں سے کسی ایک کی موت واقع ہو جائے تو کوئی مہر واجب نہ ہوگا۔

اگر مہر کی ادائگی کی کوئی میعاد مقرر ہے مگر اس میعاد کے ختم ہونے سے قبل طلاق رجعی واقع ہوگئی تو مہر اسی وقت واجب ہو جائے گا خواہ اس کے بعد مرد نے عورت سے رجوع کر لیا ہو کیوں کہ ایک بار جو مہر واجب ہوجائے میعادی نہیں بن سکتا[۲۷]۔

مہر میں کمی و زیادتی

۷۶۔ قیام نکاح کے دوران ــــ

(الف) زوجہ اپنے مہر میں کمی کر سکتی ہے۔

(ب) شوہر مہر مقررہ میں زیادتی کر سکتا ہے۔

تشریح

ائمہ کا اس امر میں اتفاق ہے کہ زوجہ اپنے میں مہر کمی کر سکتی ہے[۲۸] لیکن یہ کمی رضاکارانہ ہونی چاہیے اگر بہ مجبوری یا بہ اکراہ ہو تو صحیح نہ ہوگی اسی طرح اگر عورت مرض الموت میں مبتلا ہو اور اس مرض کی حالت میں اپنے مہر میں کمی کرے

---

(۲۶) شرح وقایہ (اردو) مطبوعہ لاہور، جلد دوم۔

(۲۷) خلاصہ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری (اردو) جلد دوم صفحہ ۲۲۰۔

(۲۸) محیط، بحوالہ فتاویٰ عالمگیری (اردو) جلد دوم صفحہ ۲۰۹۔

marfat.com

تو جائز نہ ہوگا[۲۹]۔

شوہر کو اس امر کا اختیار ہے کہ وہ زوجہ کے مقررہ مہر میں اضافہ کر دے[۳۰] لیکن اگر وطی سے قبل تفریق ہو گئی تو اصل مہر کا نصف واجب ہوگا۔ زیادتی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا الاّ یہ کہ زیادتی اصل مہر سے متّصلہ ہو مثلاً زمین اور درخت۔

مہر وصول کرنے کا اختیار

۷۷۔ بالغہ عورت کو مہر وصول کرنے کا خود اختیار حاصل ہے البتہ اگر نابالغہ ہو تو اس کا باپ اور باپ کی غیر موجودگی میں ولی اقرب وصول کر سکتا ہے۔

زوجہ کا مہر کے ہبہ کرنے کا اختیار

۷۸۔ زوجہ بالغہ اپنے مہر کا کل یا جز ہبہ یا معاف کر سکتی ہے۔

توضیح: اگر زوجہ نابالغہ ہو تو اس کا ولی مہر کو معاف یا بحق شوہر ہبہ نہیں کر سکتا۔

تشریح

مہر چونکہ زوجہ کی ملکیت ہوتا ہے اس لیے اسے اس امر کا پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ دخول سے قبل یا بعد جب چاہے اپنے مہر کا کل یا جزو شوہر یا کسی دیگر شخص کے حق میں ہبہ کر دے یا معاف کر دے۔ اس کے اولیاء کو کوئی حق اعتراض حاصل نہ ہوگا۔[۳۱] لیکن یہ ہبہ رضاکارانہ ہونا چاہیے۔[۳۲] ہبہ شوہر کی وفات کے بعد بھی ہو سکتا ہے لیکن حالت زچگی میں جب کہ عورت

(۲۹) بحرالرائق، مطبوعہ مصر، جلد دوم صفحہ ۱۶۱-۱۶۲۔
(۳۰) سراج الوھاج بحوالہ فتاویٰ عالمگیری (اردو) جلد دوم صفحہ ۲۰۹۔
(۳۱) شرح طحاوی بحوالہ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۲۱۵۔
(۳۲) شاہ بانو بیگم بنام افتخار محمد خاں پی ایل ڈی ۱۹۵۶ع کراچی صفحہ ۳۶۳۔

marfat.com

کی جان پر بن آئی ہو ہبہ ناجائز ہوگا ۔[۳۳]

عورت اپنے مہر کو مشروط طور پر ہبہ یا معاف کرنے کی بھی مختار ہے چنانچہ اگر شرط پوری ہو گئی تو ہبہ مکمل ہو جائے گا لیکن اگر شرط پوری نہ ہوئی تو ہبہ نافذ نہ ہوگا بلکہ مہر علیٰحالہ قائم رہے گا البتہ اگر شرط ناجائز ہو تو شرط کالعدم اور ہبہ جائز ہوگا ۔

اگر زوجہ نابالغہ ہو تو اس کا ولی یہ اختیار نہیں رکھتا کہ اس کے مہر کو معاف یا بحق شوہر ہبہ کر دے کیونکہ ولایت نابالغ کے مفادات کے تحفظ کے لیے ہے نہ کہ صریح نقصان کے لیے ۔ اس لیے ولی کا یہ فعل اصل منشاء ولایت کے خلاف ہوگا اورنابالغہ کے حق مہر پر اثر انداز نہیں ہو سکتا ۔

عدم ادائی مہر معجل کی بناء پر زوجہ کا زنا شوئی سے انکار

۷۹ ۔ زوجہ کو تا ادائے مہر معجل شوہر کے ساتھ رہنے اور وظیفہ زوجیت ادا کرنے سے انکار کا حق حاصل ہوگا ، خواہ پہلے صحبت ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو ۔

تشریح

تمام ائمہ اور فقہاء کا اس بارے میں بالکلیہ اتفاق ہے کہ جب تک عورت نے اپنے نفس کو شوہر کے سپرد نہیں کیا اس وقت تک اس کو اختیار ہے کہ مہر معجل کی عدم ادائگی کے سبب شوہر کے ساتھ رہنے اور اسے مجامعت کا موقع دینے سے انکار کر دے[۳۴] لیکن ائمہ کے درمیان اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر مرد عورت

---

(۳۳) سراجیہ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۲۱۵ -

(۳۴) محیط ، امام سرخسی ، بحوالہ فتاویٰ عالمگیری (اردو) جلد دوم ، صفحات ۱۸-۲۱۷ -

marfat.com

کے ساتھ صحبت کر چکا ہو یا خلوت صحیحہ ہوگئی ہو تو اس کے بعد عورت کا یہ اختیار باقی رہتا ہے یا نہیں کہ وہ تا ادائے مہر معجل شوہر کو اپنے نفس پر قدرت دینے سے باز رکھے۔ امام اعظم کے نزدیک اس صورت میں بھی عورت کو اختیار حاصل ہے لیکن صاحبین کے نزدیک عورت کو ایسا اختیار نہیں رہا۔[۳۵] امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک بھی عورت کو حق نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اس مسئلہ میں جواب دینے سے توقف فرمایا اور کوئی جواب نہیں دیا لیکن حنبلیوں میں ابو عبداللہ بن بطہ اور ابو اسحاق شاملہ عدم استحقاق کے قایل ہیں جب کہ عبداللہ بن حامد جو مشہور محدث ہیں اور حنبلیوں میں مجتہد کا درجہ رکھتے ہیں، امام ابو حنیفہ کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں اور اس مسئلہ میں عورت کے اس حق کے قایل ہیں۔[۳٦] شیعہ علماء کی رائے صاحبین کے موافق ہے۔

اس مسئلہ میں جہاں تک حنفی کتب فقہ کا تعلق ہے تنویر الابصار اور کنز الدقائق میں امام ابوحنیفہ کی رائے کو تسلیم کیا گیا ہے۔ جب کہ ہدایہ، بحر الرائق، شرح وقایہ، فتح القدیر، طحطاوی، اور ردالمحتار میں امام صاحب اور صاحبین کی رائیں مع اختلاف بیان کر دی گئی ہیں لیکن ان فقہاء نے اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا ہے۔ البتہ امام علاء الدین الکاسانی نے اپنی مشہور کتاب بدائع الصنائع میں اختلاف کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔

صاحبین کے دلائل:

اس مسئلہ کی بنیاد کہ اگر عورت ایک بار اپنے نفس پر مرد کو قدرت دے دے تو عدم ادائے مہر معجل کی بناء پر وہ وظیفہ

---

(۳۵) فتاویٰ عالمگیری (اردو) جلد دوم، مطبوعہ نول کشور، صفحات ۸۲-۸۳۔
(۳٦) المغنی ابن قدامہ (متوفی ٦۲۵ ہجری)، مصر، صفحہ ۴۳۸۔

marfat.com

زوجیت ادا کرنے سے انکار کر سکتی ہے اس اصول پر رکھی گئی ہے کہ جس طرح بیع میں مشتری پہلے قیمت پیش کرتا ہے اس کے بعد بائع شے مبیعہ مشتری کے حوالے کرتا ہے اسی طرح عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ شوہر کو صحبت سے منع کرے تا وقتیکہ اس کا کل مہر (معجل) ادا نہ کر دیا جائے۔ چنانچہ جس طرح شے مبیعہ کا معاوضہ قیمت ہوا کرتا ہے اسی طرح ملک بضع کا معاوضہ مہر ہوتا ہے اور جس طرح بائع کو تا ادائے زر ثمن شے مبیعہ کے روک لینے (Retention) کا اختیار حاصل ہے اسی طرح عورت بھی مہر کی ادائگی تک مرد کو اپنے نفس پر قدرت نہ دینے کا حق رکھتی ہے اور اگر مہر (معجل) ادا نہ ہوا ہو تو شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو وظیفہ زوجیت ادا کرنے پر مجبور کرے کیونکہ مرد کے عورت سے حق استمتاع قائم ہونے کے ساتھ ہی عورت کا مرد سے وصولی مہر (معجل) کا حق بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر عورت مرد سے زر مہر کی ادائگی کا مطالبہ کرے تو تا ادائے زر مہر شوہر اس عورت سے استمتاع کا حق دار نہ ہوگا۔ البتہ شوہر زوجہ کا حق مہر ادا کرنے کے بعد اس سے انتفاع کا حق دار ہوگا۔ لیکن اگر زوجہ کے مہر کا ایک روپیہ بھی ادا ہونے سے رہ گیا ہو تو زوجہ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ وظیفۂ زوجیت ادا کرنے سے انکار کر دے کیونکہ حق انتفاع قابل تقسیم نہیں ہوتا اس لیے مہر (معجل) کے کسی جز کے (خواہ وہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو) واجب الادا ہونے کی صورت میں زوجہ کے لیے مرد کو مجامعت سے روکنے کا حق حاصل ہوگا۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک ایک بار اپنے نفس پر مرد کو قدرت دینے کے بعد عدم ادائے مہر (معجل) کی بناء پر

marfat.com

عورت وظیفہ زوجیت ادا کرنے سے انکار نہیں کر سکتی اور خود کو روک رکھنے کی مجاز نہیں ہے ۔ صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کی دلیل یہ ہے کہ زوجہ کے برضا و رغبت ایک مرتبہ وطی کر لینے سے یا خلوت صحیحہ ہو جانے سے تمام معقود علیہ مرد کے سپرد ہو گئے اور وہ خود اہل تسلیم میں سے ہو گئی اور اس کا اپنے کو روکے رکھنے کا حق باطل ہو گیا ۔ اس عورت کی مثال اس بائع کی طرح ہے جس نے بلا وصولی زرثمن (ادھار) شے مبیعہ خریدار کے حوالے کر دی ہو ۔[۳ے]

صاحبین کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ وطی ہو جانے کے بعد مہر متاکد ہو جاتا ہے ۔ دوسری ، تیسری یا چوتھی مرتبہ وطی کرنے سے پہلا مہر مکرر اور سہ کرر نہیں ہوتا اس لیے مزید وطی بسلسلۂ مہر کسی شے کے عوض نہیں ہوتی چنانچہ جس طرح ایک بار مجامعت یا خلوت صحیحہ کے بعد مہر متاکد و لازم ہو جاتا ہے اسی طرح عورت کے ایک بار اپنے نفس پر مرد کو قدرت دینے کے بعد مہر معجل کی عدم ادائگی کی بناء پر خود کو روکے رکھنے کا اختیار بھی ساقط ہو جاتا ہے ۔

صاحبین کی رائے کے خلاف دلائل :

مہر در اصل اس منافع بضع کا معاوضہ ہے جو شوہر اپنی زوجہ سے تمام وطیوں کے ذریعہ حاصل کرتا ہے اور وہ منافع بضع (استمتاع) وطیوں کے ذریعہ جاری رہتا ہے اور جس طرح عورت کو پہلی بار وطی کرنے سے روکنے کا حق حاصل ہے اسی طرح دوسری

(۳ے) وجه قولهما انها بالوطء مرة واحدة او بالخلوة الصحيحة سلمت جميع المعقود عليه برضاها وهى من اهل التسليم فبطل حقها فى المنع كالبائع اذا سلم المبيع (بدائع الصنائع الكاسانى، مصر، جلد دوم، صفحه ۲۸۹) ۔

marfat.com

اور تیسری مرتبہ وطی کرنے سے روکنے کا بھی حق ہے چنانچہ یہ کہنا کہ پہلی بار وطی کر لینے سے عورت کا حق یا وہ اختیار ساقط ہو گیا غلط ہے کیونکہ اصل معاہدہ مہر معجل کا ہے وہ معاہدہ اپنے اثرات و نتائج کے لحاظ سے علیٰ حالہ قائم و باقی رہتا ہے۔ عورت کے ایک یا ایک سے زیادہ بار مرد کو اپنے نفس پر قدرت دے دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عورت نے معاہدہ مہر معجل کو بدل دیا ہے اور اس کے اثرات و نتائج میں اس وطی کے سبب خود بخود کوئی تبدیلی رونما ہو گئی ہے۔ در اصل اس کو عورت کی جانب سے مرد کے حق میں ایک عارضی رعایت کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا، نہ کہ اسقاط حق کا موجب کوئی فعل۔ اس کی نوعیت ایک عارضی وصف کی ہے جس سے عورت کے اصل حق پر باعتبار نتیجہ کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وہ اپنی مرضی سے اس وصف کو جب چاہے دور کر سکتی ہے اور اپنے اصل حق کی بناء پر تا ادائے زر مہر (معجل) مرد کو مزید استمتاع سے باز رکھ سکتی ہے۔ یہ کہنا کہ ایک بار اپنے نفس پر قدرت دینے سے اس کا حق ساقط ہوگیا اور چونکہ جو (حق) ایک مرتبہ ساقط ہو جائے وہ نہیں لوٹ سکتا اس کا اطلاق موجودہ صورت پر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ عورت کے اپنے نفس پر قدرت دے دینے سے اس کا حق ساقط نہیں ہوا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وطی کی حد تک مؤخر ہوگیا۔

صاحبین کی رائے کے خلاف ایک دوسری دلیل یہ دی جا سکتی ہے کہ عورت کو اپنے نفس کو مرد سے روکنے کا اختیار اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ اس نے مرد سے مہر معجل کی ادائی کا مطالبہ کیا اور وہ ادا نہ کیا گیا ہو۔ لیکن اگر بلا طلب اس نے اپنے نفس پر مرد کو قدرت دے دی تو اس کے حق کے ساقط ہونے

marfat.com

کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ۔

جہاں تک ایک بار مجامعت یا خلوت صحیحہ سے مہر کے متاکد ہونے کی دلیل کا تعلق ہے اس کی بنیاد اس اصول پر قائم ہے کہ حکم ایسے فعل پر لگایا جاتا ہے جو واقع ہو چکا ہو اس لیے ایک بار وطی کے بعد مہر متاکد ہو جاتا ہے ۔ معدوم شے پر کوئی حکم نہیں لگایا جاتا اور نہ ہی اس شے پر کوئی حکم لگایا جاتا ہے جو مجہول ہو اس لیے ایک مرتبہ وطی کر لینے سے مہر کے موکد ہو جانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جا سکتا کہ دوسری ، تیسری یا چوتھی مرتبہ جو وطی کی جائے وہ بسلسلۂ مہر کسی شے کے بغیر ہوگی ۔

جہاں تک بائع کی مثال کا تعلق ہے ، اس مثال کو مسئلہ کی خاص نوعیت کے پیش نظر ، موجودہ صورت پر منطبق نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بائع شے مبیعہ ایک مرتبہ دے دیتا ہے ، قیمت لینے سے پہلے یا قیمت لینے کے بعد ، لیکن منافع بضع کی صورت حال مختلف ہے کیونکہ مرد کا عورت سے استمتاع جاری رہتا ہے اس لیے عورت مرد کو مزید استمتاع سے باز رکھ سکتی ہے نیز یہ کہ بیع کے سلسلے میں جو اصول اشیاء سے متعلق ہوتے ہیں ان کا اطلاق اشخاص اور ان کی حیثیت پر کرنا اور ان سے وہی نتائج برآمد کرنا ، ہوسکتا ہے کہ منطقی طور پر درست ہو مگر بعض اوقات اس تطبیق سے جو فقہی نتائج برآمد ہوں گے وہ نادرست اور غیر موزوں ہوں گے بالخصوص مہر کے معاملے میں جس میں فریقین کی حیثیت ایک بائع اور مشتری کی نہیں بلکہ شوہر اور زوجہ کی ہے نیز یہ کہ مہر محض ایک رقمی معاوضہ نہیں بلکہ ایک شرعی حکم بھی ہے ۔

marfat.com

وجہ اختلاف:

اس مسئلہ میں ائمہ اور فقہاء کے درمیان اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ صاحبین عورت کے ایک بار مرد کو اپنے نفس پر قدرت دے دینے کو یہ باور کرتے ہیں کہ اس کا حق ساقط ہو گیا جب کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حق ساقط نہیں ہوتا بلکہ مؤخر ہو جاتا ہے۔

ہمارے نزدیک مذکورہ بالا بحث اور فقہی دلایل کی روشنی میں امام صاحب کا مذکورہ مسلک صحیح نظر آتا ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہیے۔

ان فقہی دلائل سے قطع نظر اگر معاشرے کی تنظیم اور عورتوں کی نفسیات پر ایک نظر ڈالی جائے تو عورت کا معاشرتی تنظیم میں مرد سے بعد نکاح فوری طور پر مہر کا مطالبہ کرنا اس کی ''بے حیائی'' کے مترادف خیال کیا جائے گا اس لیے معاشرتی آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی عورت کا حق باقی رہنا چاہیے خواہ مرد اس سے صحبت کر چکا ہو۔

دوسرے، یہ امر کس طرح ممکن العمل ہے کہ عورت کو حق وصولی مہر تو ہو مگر عدم ادائگی کی بناء پر حق حبس (اپنے کو روک رکھنے کا اختیار) نہ ہو علاوہ ازیں شوہر کے مہر نہ دینے کی بناء پر عدالتی چارہ جوئی کی صورت میں جو نفسیاتی الجھنیں پیدا ہوں گی ان کے پیش نظر بھی یہ امر عین ترین مصلحت اور تقاضائے انصاف کے عین مطابق ہے کہ عورت کا عدم ادائے مہر کی بناء پر حق حبس باقی رہے بلا لحاظ اس امر کے، کہ مرد اس سے صحبت کر چکا ہے یا نہیں۔

marfat.com

عدالتوں کا رجحان :

ہند و پاکستان کی عدالتوں کا ایک زمانے سے یہ رجحان رہا ہے کہ بعد طلب عدم ادائے مہر معجل کی بناء پر عورت کو حق ہے کہ وہ مرد کے ساتھ رہنے یا جماع کی اجازت دینے سے انکار کر دے۔ بمقدمہ عبدالقادر بنام سلیمہ بی[۳۸] میں اعادہ حقوق زوجیت کی ڈگری کو ادائے مہر پر موقوف کر دیا گیا۔ جس کا اتباع بمقدمہ مسماۃ صالح بی بی بنام رفیع الدین (۱۶۴ پی - آر ۱۸۸۹ غ) پنجاب چیف کورٹ کے اجلاس متفقہ میں کیا گیا بمبئی، کلکتہ، مدراس، پنجاب، اور ڈھاکہ ھائی کورٹوں نے بھی اس فیصلے کا اتباع کیا اور شوہر کو اعادہ حقوق زوجیت کے مقدمات میں مشروط ڈگری دی بشرطیکہ بیوی نے عدم ادائی مہر کے عذر کو بطور جواب دھی پیش کیا ہو[۳۹]۔

چنانچہ عدالتوں میں اب یہ مسئلہ ایک مسلّمہ صورت اختیار کر گیا ہے کہ زوجہ مہر معجل کی عدم ادائگی کی بناء پر شوہر کے ساتھ رہنے سے انکار کر سکتی ہے خواہ اس سے پہلے صحبت ہی کیوں نہ ہو چکی ہو دیگر مسلم ممالک مثلاً مصر، شام، تیونس وغیرہ میں بھی اسی پر عمل ہو رہا ہے۔

مہر کی نوعیت

۸۰- (۱) مہر کی نوعیت ایک قرض کی ہے جو تمام حقوق وصیت و وراثت پر مقدم ہے۔

(۲) شوہر کی وفات کے بعد بیوہ اپنا مہر متوفی کی جائداد سے وصول کر سکتی ہے۔

(۳۸) ۱۸۸۶ع آئی ایل آر ۸ الہ آباد صفحہ ۱۴۹ -

(۳۹) نجم النساء بیگم بنام سراج الدین احمد اے آئی آر ۱۹۴۶ع پٹنہ ۴۶۷ اور رحیم جان بنام محمد پی ایل ڈی ۱۹۵۵ع لاھور ۱۲۲ نور الدین احمد بنام مسعودہ خانم پی ایل ڈی ۱۹۵۷ع ڈھاکہ ۲۴۲ -

marfat.com

تشریح

مہر در حقیقت ایک قرض کی نوعیت رکھتا ہے ۔ عدم ادائی کی صورت میں شوہر کی وفات سے ساقط نہیں ہوتا چنانچہ بیوہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا مہر متوفی کی جانداد سے وصول کر لے ۔ مگر اس قرض کی حیثیت ایک غیر کفالتی قرضے (Unsecured Debt) کی ہے الّا یہ کہ شوہر کی جانب سے کوئی باضابطہ اقرار نامہ موجود ہو یا دَین مہر کا بار کفالت عدالت نے بذریعہ ڈگری جائداد پر عائد کیا ہو ۔

متوفی کے ورثا دین مہر کی ادائگی کے ذاتی طور پر ذمہ دار نہیں ہوتے بلکہ متوفی کے دوسرے قرضوں (Debts) کی طرح ہر وارث اپنے حصہ وارثت کے بقدر اس کی ادائی کا ذمہ دار ہوتا ہے لیکن دین مہر کو تمام حقوق وصیت اور وراثت پر فوقیت حاصل ہے ۔

اگر متوفی نے کوئی ترکہ نہ چھوڑا ہو جس سے دین مہر وصول کیا جاسکے تو دین مہر سوخت ہو جائے گا ۔

ہند و پاکستان کی عدالتوں نے شوہر کی وفات کے بعد بیوہ کے حق مہر کے تمام حقوق وصیت و وراثت پر مقدم ہونے اور اس کی ادائگی کے لیے ہر وارث کی ذمہ داری سے متعلق جو فیصلے وقتاً فوقتاً دیے ہیں وہ عام طور پر احکام شرعی کے مطابق ہیں[۴۰] ۔

عدم ادائگی مہر کی صورت میں بیوہ کا متوفی کی جائیداد پر قبضہ رکھنے کا حق

۸۱۔ عدم ادائے مہر کی صورت میں بیوہ کو متوفی کی جائداد پر تا ادائے مہر قبضہ رکھنے کا حق حاصل ہوگا ۔

توضیح : یہ واقعہ کہ بیوہ بر بنائے دین مہر متوفی کی جائداد پر

(۴۰) قاسم حسین بنام حبیب الرحمن ' ۱۹۲۹ع انڈین اپیلز صفحات ۲۵۸-۲۵۴ ' ۸ پٹنہ ۹۲۶ ' ۱۱۷ انڈین کیسیز صفحہ ۵۶-۱۰ ' ۱۹۲۹ اے ای آر پریوی کونسل ۱۷۴ ' محمد واجد بنام بضاعت حسین (۱۸۷۸ع) ۵ انڈین اپیلز ۲۱۱ ' ۲۲۴-۲۲۳ ' ۴ کلکتہ ۳۰۲ ۔

marfat.com

قابض ہے اس امر میں مانع نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے مہر کی وصولیابی کا مقدمہ متوفی کے ورثاء پر دائر کرے ۔

تشریح

اگر زوجہ شوہر کی حیات کے زمانہ میں شوہر کی کسی جائداد یا اس کے کسی حصہ پر بلا شرکت غیرے قابض ہو تو شوہر کی وفات کے بعد تاادائے زر مہر اس کو بلا منظوری وارثان اس جائداد پر قبضہ رکھنے کا اختیار حاصل ہے ۔

مگر شرط یہ ہے کہ قبضہ بطریق جائز بلا کسی جبر یا فریب کے حاصل کیا گیا ہو ۔

مزید شرط یہ ہے کہ اس قبضے کی حیثیت حق رهن کی طرح نہیں ہے اور نہ ہی اس سے مالکانہ حقوق پیدا ہوتے ہیں ۔

جائداد پر قبضہ رکھنے کے دوران زوجہ کو اس امر کا اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اپنے مہر کی وصولی کے لیے وارثان پر مقدمہ دائر کر سکے ۔

مہر کی وصولیابی کا مقدمہ دائر کرنے کی صورت میں اس کے لیے اس کی آمادگی کا اظہار لازمی ہوگا کہ وہ مہر وصول ہوجانے کے بعد جائداد پر سے (جو بر بنائے دین مہر ہے) اپنا قبضہ اٹھا لے گی [۳۱]۔

---

(۳۱) میناں بی بی بنام چودھری وکیل (۱۹۲۵ع) ۵۲ انڈین اپیلز ۱۴۵ ، ۴۷ الہ آباد ۲۵۰ ، ۸٦ انڈین کیسیز ۵۷۹ ۔

marfat.com

شرح

قانونِ نفقہ

marfat.com

دسواں باب

نفقہ

نفقے کی تعریف

۸۳۔ نفقہ حبس زوجہ کا معاوضہ ہے جس میں خوراک، لباس اور مکان شامل ہیں۔

تشریح

نفقے کے لفظی معنی اخراج کے ہیں۔ لغت میں نفقہ اس شے کو کہتے ہیں جو انسان اپنے عیال وغیرہ پر صرف کرتا ہے۔ یہ لفظ خود اسم مشتق ہے۔ النفوق یا نفاق یا نفق سے مشتق نہیں ہے[1]۔ لیکن فقہی اصطلاح میں ایک شخص کا دوسرے کی محنت کے معاوضہ میں اس کی ضروریات زندگی فراہم کرنا نفقہ کہلاتا ہے۔[2]

شوہر کو شرع نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو اپنے پاس روکے رکھے، جس کا معاوضہ نفقہ کی صورت میں ادا کرنا واجب ہے۔ اس کا وجوب قرآن کریم کی آیات "لینفق ذو سعة من سعته ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما آتاه الله۔"[3] "اسکنوهن من حیث سکنتم من وجد کم۔"[4] اور "رزقهن وکسوتهن با لمعروف"[5] سے ثابت ہے۔

---

(۱) بحرالرائق، مصر، جلد ۴، صفحہ ۱۸۸۔
(۲) کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه، مؤلفه عبدالرحمٰن الجزیری، مطبوعه مصر، جلد ۴، صفحه ۵۵۳۔
فتح القدیر، جلد ۳ مصر، صفحه ۳۲۱۔
(۳) پاره ۲۸، سورة الطلاق، رکوع ۱۔
(۴) پاره ۲۸، سورة الطلاق، رکوع ۱۔
(۵) پاره ۲، سورة البقره، رکوع ۳۱۔
فتح القدیر جلد ۳ مطبوعه مصر، صفحه ۳۲۱۔
بحر الرائق مصر، جلد ۴، صفحه ۱۸۸۔

marfat.com

نفقہ سے بالعموم تین چیزیں یعنی خوراک ، لباس اور مسکن مراد لی جاتی ہیں لیکن اس میں دیگر ضروری اشیاء مثلاً صابن ، تیل ، پانی ، دوا وغیرہ اور دیگر اشیاء جو عورت کے گزارہ اور آرام و آسایش کے لیے ضروری ہوں ، شامل ہیں ۔[6]

مرد پر لازم ہے کہ وہ عورت کو پکا ہوا کھانا دے اور سلا ہوا لباس ۔ عورت روٹی سالن پکانے پر مجبور نہیں کی جا سکتی ۔[7] اور نہ ہی لباس سینے پر مجبور کی جا سکتی ہے ۔ مرد پر واجب ہے کہ وہ عورت کو علیحدہ مکان میں رکھے یا مکان کے کسی علیحدہ حصے میں ، جس کا راستہ علیحدہ ہو ۔[8] البتہ اگر وہ چاہے تو خود اپنی مرضی سے شوہر کے والدین یا رشتہ داروں کے ساتھ رہ سکتی ہے[9]۔

نفقے کی شرعی حیثیت

۸۴۔ شوہر پر اپنی زوجہ کا نفقہ بر بنائے تسلیم نفس واجب ہے ۔

تشریح

نفقے کے واجب ہونے کے تین اسباب ہوتے ہیں :

۱۔ ازدواج ،

۲۔ قرابت ، اور

۳۔ ملک ۔

---

(۶) فتاوی عالمگیری (عربی) مطبوعہ ہند ، جلد ۲ ، صفحہ ۴۴ ۔
شرح وقایہ (اردو ترجمہ) ، مطبوعہ لاہور ، صفحہ ۹۱ ۔
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ، مؤلفہ عبدالرحمٰن الجزیری ، مطبوعہ مصر ، صفحہ ۵۵۳ ۔

(۷) بحرالرائق جلد ۴ صفحہ ۲۰۰ ۔ فتاوی قاضی خان ، جلد ۱ ، ۱۹۶ - ۱۹۸

(۸) فتاوی عالمگیری (عربی) مطبوعہ ہند ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۴۷ ۔

(۹) شرح وقایہ (اردو ترجمہ) مطبوعہ لاہور ، صفحہ ۹۴ ۔
فتاوی عالمگیری ، مطبوعہ ہند ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۴۷ ۔
فتاوی قاضی خان ، مطبوعہ ہند ، جلد ۱ صفحہ ۱۹۶ ۔

marfat.com

شوہر پر زوجہ کے نفقہ کا وجوب ازدواج سے پیدا ہوتا ہے۔ نفقہ کے واجب ہونے کا دوسرا سبب قرابت ہے مثلاً اولاد یا والدین کا نفقہ، نفقہ کا تیسرا سبب ملک ہے جیسے غلام یا کنیز کا نفقہ۔[10]

زوجہ کی نفقے کی بنیاد یہ ہے کہ وہ محض نکاح ہو جانے سے لازم نہیں ہوتا بلکہ عورت کے تسلیمِ نفس سے واجب ہوتا ہے۔[11] یعنی جب عورت مرد کی قید اختیار میں آ جاتی ہے تو مرد کے ذمہ نفقہ واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اس ضمن میں اصول یہ ہے کہ اگر مرد خود اپنی کسی مجبوری کی بناء پر عورت کو پاس نہ رکھ سکتا ہو مثلاً جماع کے قابل نہ ہو، یا اپنی خواہش سے عورت کو اپنے پاس نہ رکھے تو اس سے عورت کے حق نفقہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

شوہر پر لازم ہے کہ وہ اپنی زوجہ کے ساتھ معروف طریقے سے پیش آئے اور حسن سلوک کا ثبوت دے، اس کے آرام و آسایش اور نفقے کا خیال رکھے۔[12]

اگر کسی مرد کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اسے چاہیے کہ منجملہ دیگر امور کے نفقہ کے معاملے میں بھی ان میں عدل و مساوات قائم کرے، باکرہ ثیبہ، نئی یا پرانی، مسلمان یا کتابیہ میں کوئی فرق نہ کرے اور ایک عورت کو دوسری پر ترجیح نہ

---

(۱۰) کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه مؤلفه عبدالرحمان الجزیری، جلد ۴، صفحه ۵۵۳۔
بحرالرائق، جلد ۴ صفحه ۱۸۸۔
ردالمحتار، مصر، جلد ۲، باب النفقه، صفحه ۶۷۶۔

(۱۱) فتاوی قاضی خاں، مطبوعه هند، جلد ۱، صفحه ۱۹۵۔
بحرالرائق، مطبوعه مصر، جلد ۴، صفحه ۱۹۴۔

(۱۲) احکام الشریعة فی الاحوال الشخصیه، مصر، دفعه ۱۵۰۔

marfat.com

دے خواہ ان میں سے کوئی زوجہ صحت مند ہو یا بیمار، حائضہ ہو یا غیر حائضہ ۔[۱۳]

شرائط وجوب

۸۵۔ مرد پر حسب ذیل صورتوں میں اپنی زوجہ کا نفقہ واجب ہے ۔

(۱) جب کہ نکاح صحیح ہو ۔

(۲) جب کہ عورت نے خود کو مرد کے اختیار میں دے دیا ہو ۔

(۳) جب کہ زوجہ مشقت جماع کو برداشت کر سکتی ہو، خواہ شوہر نابالغ ہو یا اس سے صحبت کرنے پر قادر نہ ہو ۔

(۴) جب کہ زوجہ اپنے باپ کے گھر میں مقیم ہو مگر شوہر نے اسے اپنے گھر آنے کی دعوت نہ دی ہو اور بغیر وجہ جائز کے گھر بلانے سے منع کرتا ہو ۔

(۵) جب کہ عورت پر بنائے عدم ادائگی مہر معجل یا کسی دیگر جائز سبب کی بناء پر شوہر کے گھر آنے سے انکاری ہو، خواہ صحبت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو ۔

تشریح

نکاح صحیح :

مرد پر عورت کے نفقے کے واجب ہونے کا ایک سبب "**نکاح**" ہے ۔ لیکن نکاح صحیح ہونا چاہیے ۔[۱۰] نکاح فاسد ہونے کی صورت میں عورت نفقے کی مستحق نہ ہوگی، ماسوائے نکاح

---

(۱۳) احکام الشریعہ فی الاحوال الشخصیہ، مصر، دفعات ۱۵۳-۱۵۴ -
فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ ہند، جلد ۱، صفحہ ۱۹۵ -

(۱۰) کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ مؤلفہ عبدالرحمٰن الجزیری مصر، جلد ۴، صفحہ ۵۶۵ -
احکام الشریعہ فی الاحوال الشخصیہ مطبوعہ مصر، دفعہ ۱۶۲ -

marfat.com

بلا شہود کے ۔[۱۵]

جماع :

عورت کے نفقے کے لیے اصلاً اس کی عمر کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ وہ جماع کی مشقت کو برداشت کر سکتی ہے یا نہیں ۔ اگر برداشت کر سکتی ہے تو نفقہ واجب ہوگا خواہ مرد نابالغ ہو اور اس سے صحبت پر قادر نہ ہو ۔[۱۶]

قید اختیار :

عورت کے خود کو مرد کی قید اختیار میں دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے نفس کو مرد کے حوالے کر دیا ہے ۔[۱۷] اگر زوجہ کو بلاوجہ جائز شوہر اپنے گھر نہ بلائے اور زوجہ اپنے والدین کے مکان پر سکونت رکھتی ہو تو اس سے زوجہ کا حق نفقہ متأثر نہ ہوگا ۔[۱۸]

مہر معجّل کی عدم ادائگی اور نفقے کا لزوم :

اگر مہر معجّل ادا نہ کیا گیا ہو یا مہر میعادی ہو اور وہ میعاد پوری ہو چکی ہو مگر مہر ادا نہ کیا گیا ہو اور اس کے سبب عورت شوہر کے ساتھ رہنے سے انکاری ہو تو اس کا یہ انکار

---

(۱۵) کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ ، مؤلفہ عبدالرحمٰن الجزیری مطبوعہ مصر ، جلد ۴ صفحہ ۵۶۵ ۔
احکام الشریعہ فی الاحوال الشخصیہ مطبوعہ مصر ، دفعہ ۱۶۲ ۔
بحرالرائق ، مصر ، جلد ۴ ، صفحہ ۱۹۴ ۔
فتاویٰ قاضی خاں ، مطبوعہ ہند ، جلد ۱ ، صفحہ ۱۹۵ ۔
فتاویٰ عالمگیری (عربی) مطبوعہ ہند ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۴۲ ۔
(۱۶) قدوری ، مطبوعہ کراچی ، صفحہ ۱۷۳ ۔
(۱۷) قدوری ، مطبوعہ کراچی ، صفحہ ۱۷۳ ۔
بحرالرائق ، مصر ، جلد ۴ ، صفحہ ۱۹۴ ۔
(۱۸) بحرالرائق ، مصر ، جلد ۴ ، صفحہ ۱۹۴ ۔

marfat.com

وجہ جائز پر محمول کیا جائے گا۔ اور اس کے حق نفقہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا خواہ مرد نے اس عورت سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو۔[19]

اسی طرح اگر عورت کسی وجہ جائز مثلاً شوہر کی بے رحمی وغیرہ کے سبب اس کے گھر آنے یا اس کے ساتھ رہنے سے انکاری ہو تو اس کے حق نفقہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

نفقے کا عدم وجوب

۸۶۔ حسب ذیل صورتوں میں مرد پر عورت کا نفقہ واجب نہ ہوگا۔

(۱) جب کہ زوجہ اتنی کم عمر ہو کہ جماع کی مشقت کو برداشت نہ کر سکے، لیکن اگر زوجہ پاگل ہو جائے یا ایسی بڑھیا ہو جائے کہ جماع کے قابل نہ رہے تو نفقہ کا وجوب قایم رہے گا۔

(۲) جب کہ عورت اس قدر بیمار ہو کہ بعد عقد رخصت ہو کر مرد کے گھر نہ آ سکتی ہو، لیکن اگر شوہر کے گھر میں بیمار ہو تو نفقہ واجب ہوگا۔

(۳) جب کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر حج کو جائے الّا یہ کہ حج واجب ہو۔

(۴) جب کہ عورت کاریگر یا ملازم ہو اور شوہر کے منع کرنے کے باوجود گھر سے باہر رہتی ہو۔

(۵) جب کہ عورت قید میں ہو، البتہ شوہر کے قید میں ہونے کے سبب عورت اپنے نفقہ کے حق سے محروم نہ ہوگی۔

(۶) جب کہ عورت ناشزہ (نافرمان) ہو اور شوہر کی اجازت

---

(۱۹) بحرالرائق، مصر، جلد ۴، صفحہ ۱۹۴۔

marfat.com

کے بغیر بلا وجہ جائز اس کے گھر سے نکل جائے یا اگر مکان عورت کی ملکیت ہو تو شوہر کو مکان میں داخل ہونے اور اپنے ساتھ رہنے سے منع کرے ۔

توضیح : عورت اگرچہ ناشزہ (نافرمان) ہو مگر شوہر کے گھر میں رہتی ہو تو بغرض نفقہ ناشزہ نہیں کہلائے گی خواہ وہ مرد کو ہم بستر ہونے سے منع کرتی ہو ۔

(۷) نکاح فاسد میں وطی بالشبہ کی صورت میں فساد نکاح ظاہر ہو جانے پر ، ماسوائے نکاح بلا شہود کے ۔

(۸) جب عورت بلا وجہ جائز شوہر سے علیحدہ رہے یا اس کے ساتھ دوسرے شہر جانے سے انکار کرے ۔ الا یہ کہ مہر معجّل ادا طلب ہو یا کوئی معاہدۂ جائز مابین فریقین موجود ہو ۔

(۹) جب کہ عورت مرتد ہو گئی ہو ۔

(۱۰) جب کہ تفریق عورت کی معصیت کے سبب واقع ہوئی ہو ۔

(۱۱) جب کہ بوجہ وفات عدت میں ہو ۔

استثناء : اگر بیوہ حاملہ ہو تو وضع حمل تک نفقہ واجب ہوگا ۔

(۱۲) جب کہ کوئی عورت کو غصب کر کے لے جائے ۔

تشریح

نفقہ کی بنیاد ” احتباس “ پر ہے ۔ اگر عورت بالغ ہو ، خواہ مرد اس سے صحبت پر قادر ہو یا نہ ہو ، اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا ۔ لیکن اگر زوجہ سے اس کی کم عمری کے سبب مجامعت ممکن نہ ہو تو شوہر پر اس کا نفقہ واجب نہ

marfat.com

ہوگا۔[۲۰] لیکن زوجہ کے پاگل پن یا بڑھاپے کے سبب جماع کے قابل نہ رہنے کی بناء پر اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب رہے گا۔[۲۱]

بیماری :

عورت کی بیماری کے سبب اس وقت نفقہ واجب نہ ہوگا جب کہ وہ اس قدر بیمار ہو کہ عقد کے بعد رخصت ہو کر شوہر کے گھر نہ آ سکتی ہو لیکن زفاف کے بعد بیماری کے سبب نفقے کا عدم وجوب قایم نہ رہے گا۔[۲۲] اسی طرح اگر زوجہ شوہر کے گھر میں بیمار ہو تب بھی نفقہ کا حق متاثر نہ ہوگا۔ خواہ وہ بیمار ہو کر (بعد دخول) میکے چلی گئی ہو اور بیماری کے

---

(۲۰) "فان کانت لا تجامع لا نفقة لها" ۔ فتاویٰ قاضی خان ' مطبوعہ ہند جلد ۱ صفحہ ۱۹۴ ۔
"فان کانا صغیرین لا یطیقان الجماع لا نفقة لها" فتاویٰ قاضی خان ' مطبوعہ ہند ' جلد ۱ صفحہ ۱۹۵ ۔
فتح القدیر ' جلد ۳ ' مصر ' صفحہ ۳۲۴ ۔
عنایہ بر حاشیہ فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۳۲۴ ۔

(۲۱) شرح وقایہ (اردو ترجمہ) مطبوعہ لاہور ' فتح القدیر ' جلد ۳ ' صفحہ ۳۲۷ ۔

(۲۲) "المریضة التی لم تزف الی زوجها ولم یمکنها الانتقال اصلاً لا نفقة لها" ۔ دفعہ ۱٦۷ ' الاحکام الشریعہ فی الاحوال الشخصیہ ' مصر ۔
"اذا مرضت المرأة مرضا یمنع من مباشرتها بعد الزفف و النقلة الی منزل زوجها او قبلها ثم انتقلت الیه و هی مریضة او لم تنتقل ولم تمنع نفسها بغیر حق فلها النفقة علیه" ۔ دفعہ ۱٦۴ ' الاحکام الشریعہ فی الاحوال الشخصیہ ' مصر ۔
"ولا نفقة للمریضة اذا لم تزف الی بیت زوجها فان زفت قالوا لها النفقة ---- واذ ازفت المراة الی زوجها وهی صحیحة مرضت فی بیت الزوج مرضا لا یحتمل الجماع ان کان بی بها کان لها النفقة ---- مرضا لا یحتمل الجماع لا نفقة لها" ۔
فتاویٰ قاضی خان ' مطبوعہ ہند ' جلد ۱ ' صفحہ ۹۵-۱۹۴ ۔

marfat.com

سبب شوہر کے گھر نہ آ سکتی ہو ۔[۲۳]

سفر حج :

اگر زوجہ شوہر کی اجازت کے بغیر حج کو جائے، خواہ حج واجب ہی کیوں نہ ہو، تو احناف کے نزدیک مرد پر عورت کا نفقہ واجب نہ ہوگا ۔ امام محمد کے نزدیک اگر عورت محرم کے ساتھ حج کو جائے تب بھی نفقہ واجب نہ ہو گا لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک عورت کو قیام کا نفقہ ملے گا ۔[۲۴] لیکن شیعوں کے نزدیک حج کے واجب ہونے کی صورت میں زوجہ نفقے سے محروم نہ ہوگی ۔[۲۵] ہمارے نزدیک فریضۂ حج کے واجب حج ہونے کی صورت میں اس کی ادائیگی میں شوہر کو منع کرنے کا حق بلا وجہ جائز نہ ہونا چاہیے اور محض عدم اجازت کی صورت میں (جب کہ وہ بلا وجہ جائز ہو) زوجہ نفقے سے محروم نہ ہوگی ۔ کیونکہ بلا وجہ جائز شوہر کی اجازت کے مقابلے میں حج کے رکن اسلام ہونے کے سبب شرعی مصلحت مقدم ہونی چاہیے ۔

ملازمت وغیرہ :

اگر زوجہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر رہ کر

---

(۲۳) "ولومرضت المرأة فی بیت زوجها بعد الدخول فانتقلت الی دار ابیها ۔۔۔ وان كان لا يمكن نقلها فلها النفقة" ۔ فتاوی قاضی خان، مطبوعہ ہند، جلد ۱ صفحہ ۱۹۵ ۔

(۲۴) "لزوجة التی تسافر الی الحج ولولا داء فريضة بدون ان يكون معها زوجها لا نفقة لها عليه مدة غيابها و ان سافرت مع محرم لها" ۔ دفعہ ۱۶۸، الا احکام الشریعه فی الاحوال الشخصیه، مصر،
بحرالرائق مصر، جلد ۴، صفحہ ۱۹۷ ۔
فتح القدیر، مطبوعہ مصر، جلد ۳، صفحہ ۳۲۶ ۔
فتاوی قاضی خان، مطبوعہ ہند، جلد ۱ صفحہ ۱۹۶ ۔

(۲۵) جامع الاحکام فی فقہ الاسلام، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۸۸۳ع جلد ۱، صفحہ ۲۱۵ ۔

marfat.com

ملازمت یا حصول معاش کے لئے کوئی کام کرتی ہو تو مرد پر زوجہ کا نفقہ واجب نہ ہوگا کیونکہ بنیادی طور پر نفقہ کا لزوم ''احتباس'' کی بناء پر ہے۔[26]

بحالت قید :

جب عورت قید میں ہو اور شوہر کے لیے اس تک رسائی ممکن نہ ہو تو شوہر کے ذمہ نفقہ واجب نہ ہو گا۔ لیکن اگر مرد قید میں ہو تو عورت کا حق نفقہ متاثر نہ ہوگا۔[27]

نشوز (نافرمانی) :

عورت نافرمان ہونے کے سبب نفقہ کے حق سے محروم ہو جاتی ہے یعنی یہ کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر اور بلا کسی وجہ جائز کے شوہر کے گھر سے نکل جائے۔[28] لیکن اگر عورت شوہر کے گھر میں مقیم ہو مگر اس کو وطی نہ کرنے دے تو ناشزہ نہ کہلائے گی۔[29]

---

(۲۶) الاحکام الشریعة فی الاحوال الشخصیه ' مصر ' دفعه ۱۶۹ -
قدوری (عربی) صفحه ۱۴۶ -
بحرالرائق ' مطبوعه مصر ' جلد ۴ صفحات ۱۹۰ ' ۱۹۶ -

(۲۷) فتاوی قاضی خان ' مطبوعه هند ' جلد ۱ ' صفحه ۱۹۶ -
الاحکام الشریعة فی الاحوال الشخصیه ' مصر ' دفعه ۱۷۰ -
قدوری ' صفحه ۱۴۲ -
بحرالرائق ' مطبوعه مصر ' جلد ۴ ' صفحه ۱۹۶ -

(۲۸) '' والناشزة لا نفقة لها وهی التی خرجت عن منزل الزوج بغیر اذنه بغیر حق -'' فتاوی قاضی خان ' مطبوعه هند ' جلد ۱ ' ۱۹۵ -
الاحکام الشریعة فی الاحوال الشخصیه ' مصر ' دفعه ۱۷۱ -
قدوری ' صفحه ۱۴۳ -
ردالمحتار در المختار ' مطبوعه مصر ' جلد ۲ ' صفحه ۶۶۴ -

(۲۹) ''ولو کانت مقیمة فی منزله ولم تمکنه من الوطی لا تکون نا شزة'' فتاوی قاضی خان ' مطبوعه هند ' جلد ۱ صفحه ۱۹۵ -

marfat.com

عورت کے نفقے کا وجوب نکاح صحیح کی صورت میں ہے چنانچہ نکاح فاسد کی صورت میں (ماسوائے نکاح بلا شہود کے) نفقہ کا وجوب صرف اس وقت تک ہے جب تک فساد ظاہر نہ ہو۔ فساد ظاہر ہو جانے کے بعد طرفین پر تفریق لازم ہوگی اور نفقے کا وجوب ختم ہو جائے گا۔[۳۰]

نفقے کے لزوم کے لیے زوجہ کا بصورت ممکنہ شوہر کے ساتھ رہنا ضروری ہے۔ چنانچہ اگر عورت بلا کسی جائز وجہ کے شوہر کے ساتھ نہ رہے یا اس کے ساتھ رہنے سے انکاری ہو تو وہ نفقے کی مستحق نہ ہوگی۔[۳۱] البتہ اگر شوہر شہر سے باہر لے جانا چاہے اور مابین زوجین کوئی ایسا معاہدہ موجود ہو جس کے تحت شوہر زوجہ کو شہر سے باہر نہ لے جانے کا پابند ہو اور اس صورت میں زوجہ باہر جانے سے انکاری ہو تو وہ نفقے سے محروم نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر زوجہ شوہر کے ساتھ رہنے سے اس بناء پر انکاری ہو کہ اس کا مہر معجل ادا طلب ہے تو اس صورت میں بھی اس کے حق نفقہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔[۳۲]

ارتداد:

زوجہ کے مرتد ہو جانے کے سبب اس کا حق نفقہ ساقط ہو

---

(۳۰) "المنکوحۃ نکاحاً فاسداً والموطواۃ بشبہۃ لا نفقۃ لہا الا المنکوحۃ بلا شہود فاذا فرض الحاکم لا حداھا نفقۃ قبل ظہور فساد النکاح و فرق بینہما فللزوج الرجوع علیہا بما اخذتہ منہ بامر الحاکم لا بما اخذتہ بلا أمرہ"۔ الاحکام الشریعۃ فی الاحوال الشخصیہ، دفعہ ۱۷۳۔
ردالمحتار در مختار، مطبوعہ مصر، جلد ۲، صفحہ ۶۶۱۔

(۳۱) فتح القدیر، جلد ۳، صفحہ ۳۲۶۔
ردالمحتار، مطبوعہ مصر، جلد ۲، صفحہ ۶۶۳۔

(۳۲) ملاحظہ ہو دفعہ ۸۰ شرح قانون مہر مجموعۂ ہذا۔

marfat.com

جاتا ہے۔[۳۲] چونکہ ارتداد کے سبب نکاح فسخ ہو جاتا ہے اس لیے نفقے کا حکم بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ اس کی بنیاد اس اصول پر قائم ہے کہ زوجین میں سے کسی کا مرتد ہو جانا ملک نکاح کے منافی ہے۔

معصیت زوجہ :

عورت کا حق نفقہ اس صورت میں ساقط ہو جائے گا جب کہ تفریق عورت کی معصیت کے سبب واقع ہوئی ہو۔ مثلاً عورت سے شوہر کے خاندان کے محارم کے ساتھ کوئی ایسا فعل سرزد ہو جس سے حرمت مصاہرت لازم آئے تو عورت کا نفقہ کا حق ساقط ہو جائے گا اور زوجین میں تفریق کرانا لازم ہوگا۔[۳۳]

زمانۂ عدت :

زوجہ کے بہ زمانۂ عدت نفقے کے سلسلے میں دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ بوجۂ وفات عدت میں ہو اور دوسرے یہ کہ وہ بسبب طلاق عدت میں ہو۔ بوجۂ وفات عدت میں ہونے کی صورت میں نفقہ واجب نہیں ہوتا[۳۴] البتہ بوجۂ طلاق زمانۂ عدت میں نفقہ کے احکام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

احناف کے نزدیک اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن، تو مرد پر اس عورت کا نفقہ

---

(۳۳) ردالمحتار، مطبوعہ مصر، جلد ۲، صفحہ ۶۶۴۔
قدوری، صفحہ ۱۷۴۔
کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ، جلد ۴، صفحہ ۵۶۷۔

(۳۴) کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ مولفہ عبد الرحمن الجزیری، جلد ۴، صفحہ ۵۶۷۔
ردالمحتار، مطبوعہ مصر، جلد ۲، صفحہ ۶۶۴۔

(۳۵) کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ مصر، جلد ۴ صفحہ ۵۶۷۔

marfat.com

عدت کے ختم ہونے تک واجب رہے گا۔ لیکن امام شافعی کے نزدیک زمانۂ عدت میں مرد پر عورت کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ امام شافعی اپنے دعوے کی دلیل میں فاطمہ بنت قیس والی حدیث پیش کرتے ہیں کہ اس کے شوہر نے تین طلاقیں دی تھیں مگر رسول اللہ صلعم نے فاطمہ کے واسطے کوئی نفقہ مقرر نہیں کیا تھا۔ احناف کے قول کے مطابق اس حدیث کو حضرت عمر اور حضرت عائشہ اور کبار تابعین نے رد کر دیا ہے۔ طحاوی اور دار قطنی نے حضرت عمر کی روایت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے سنا کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ مطلقۃ الثلاث کے لیے نفقہ اور مسکن ہے۔[۳۶]

صحیح تر شرعی حکم:

اس ضمن میں احناف کا مسلک قابل ترجیح ہے کیونکہ عورت طلاق رجعی کی صورت میں مرد کے نکاح میں رہتی ہے، مرد جب چاہے اس سے رجوع کر سکتا ہے اور وہ اس کے نکاح سے کلیتہً آزاد نہیں ہوئی اس لیے مرد پر نفقہ واجب ہونا چاہیے، نیز طلاق بائن یا طلاق ثلاثہ کی صورت میں اگرچہ زوجہ اس مرد کے نکاح سے خارج ہو جاتی ہے لیکن دوران عدت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی، اس بناء پر نفقہ کا وجوب باقی رہنا چاہیے۔

زوجۂ مغصوبہ کا نفقہ:

اگر زوجہ کو کوئی شخص غصب کر کے لے جائے تو مرد پر اس عورت کا نفقہ واجب نہیں رہتا[۳۷] کیونکہ شوہر کا حق استمتاع معطّل ہو جاتا ہے۔

---

(۳۶) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح القدیر باب النفقات، جلد ۳، مطبوعہ مصر۔

(۳۷) قدوری، صفحہ ۱۷۳۔
کنز الدقائق، مطبع مجتبائی، دہلی، صفحہ ۱۵۲۔
ردالمحتار، مصر، جلد ۲، صفحہ ۶۶۶۔

marfat.com

نفقے کی مقدار

۸۷۔ زوجہ کے نفقے کے تعین میں شوہر اور زوجہ دونوں کے مرتبے اور حیثیت کا لحاظ کیا جائے گا ۔ اگر دونوں کی حیثیت میں فرق ہو تو اوسط درجے کا نفقہ دلایا جائے گا ۔

تشریح

حنفیوں کے نزدیک نفقہ میں عورت کے مرتبے اور حیثیت کا لحاظ کیا جاتا ہے ۔ جب کہ شافعیہ مرد کے رتبہ اور حیثیت کا لحاظ کرتے ہیں لیکن صحیح تر یہ ہے کہ دونوں کی حیثیت مدنظر رکھی جائے ۔[۳۸]

اگر عورت مالدار ہو اور مرد تنگ دست ، تو حنفیہ کے نزدیک مفتی بہ قول یہ ہے کہ اس پر متوسط درجے کا نفقہ واجب ہوگا ، لیکن شافعیہ کے نزدیک جیسا کہ قرآن پاک میں آیا ہے لینفق ذوسعة من سعته[۳۹]، اس پر تنگ دست کا نفقہ واجب ہوگا ۔

گزشتہ زمانے کا نفقہ

۸۸۔ عورت کو حق ہوگا کہ وہ شوہر سے گزشتہ زمانے کے نفقہ کے جائز اخراجات کی ادائگی کا مطالبہ کرے ۔

تشریح

احناف کے نزدیک عورت گزشتہ زمانے کے نفقے کا مطالبہ نہیں کر سکتی الاّ یہ کہ باہمی ایسی کوئی قرار داد یا عدالتی ڈگری موجود ہو ، لیکن شافعیہ کے نزدیک عورت کو گزشتہ زمانے کے

(۳۸) شرح وقایہ (اردو ترجمہ) مطبوعہ لاہور ۴۸۸ ۔
فتح القدیر ، مطبوعہ مصر ، صفحہ ۳۲۲ ۔
ردالمحتار ، مطبوعہ مصر ، باب النفقہ ، جلد ۲ ، صفحہ ۶۶۳ ۔
فتاویٰ عالمگیری ، مطبوعہ ہند ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۴۴ ۔
(۳۹) پارہ ۲۸ ، سورۃ الطلاق ، رکوع ۱ ۔

marfat.com

نفقے کی ادائگی کا حق حاصل ھے ۔[۴۰] امام مالک و احمد ابن حنبل کا بھی یہی قول ھے ۔[۴۱] اس باب میں ائمۂ ثلاثہ کا مذھب قرین مصلحت ھے ۔

مرد کے غیاب میں نفقہ

۸۹۔ اگر شوھر غائب ھو تو زوجہ شوھر کے نام پر قرضہ لے کر اپنا نفقہ مہیا کر سکتی ھے اور قرض خواہ اس کے شوھر سے وصول کر سکتا ھے ۔ بشرطیکہ نفقہ عدالت کی جانب سے مقرر کردہ ھو۔

تشریح

احناف کا نقطۂ نظر یہ ھے کہ اگر عدالت نے عورت کا نفقہ مقرر کر دیا ھے مگر مرد غائب ھے اور عورت کو نفقہ نہیں دیتا اور نہ ھی مرد کی کوئی جائداد یا کاروبار ایسا ھے جس سے عورت اپنے نفقے کا انتظام کر سکتی ھو تو اس کو یہ اختیار ھوگا کہ وہ مرد کے نام پر قرض لے کر اپنے نفقے کے اخراجات پورے کرے بشرطے کہ نفقہ عدالت کا مقرر کردہ ھو لیکن امام مالک ' امام شافعی ' امام احمد ابن حنبل کا مسلک یہ ھے کہ عورت کا مرد کے غائب ھونے کے سبب قرض لینے کا اختیار مطلق (Absolute) ھے۔ اس لیے ضروری نہیں کہ نفقہ پہلے سے عدالت کا مقرر کردہ ھی ھو ۔[۵۲]

---

(۴۰) قدوری صفحہ ۱۷۴ ۔
کنز الدقائق ' مصر ' صفحہ ۱۵۳ ۔
ردالمحتار ' مصر ' جلد ۲ ' باب النفقہ ' صفحہ ۶۷۲ ۔
بحرالرائق ' مصر ' جلد ۴ ' باب النفقہ ' صفحہ ۲۰۲ ۔
(۴۱) مجمع الانہر ' مصر ' جلد ۱ ' صفحہ ۴۹۸ ۔
(۴۲) مجمع الانہر ' مصر ' جلد ۱ ' صفحہ ۴۹۸ ۔
بحرالرائق ' مصر ' جلد ۴ ' صفحہ ۲۱۴ ۔

marfat.com

لیکن احناف کا نقطہ نظر عام نفسیات انسانی کے مطابق ہے اور اسی کے مطابق عمل کیا جانا چاہیے۔

قید بسبب عدم ادائی نفقہ

۹۰۔ اگر مرد عورت کے نفقہ کی فراہمی سے مسلسل غفلت اور کوتاہی برتتا ہو تو عورت عدالت میں نفقہ کی عدم ادائگی کی صورت میں مرد کو قید کیے جانے کی درخواست پیش کرنے کی مجاز ہوگی۔

تشریح

شرع نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ اگر شوہر زوجہ کو نفقہ دینے سے غفلت اور کوتاہی برتتا ہو تو وہ عدالت میں شوہر کے خلاف شکایت پیش کر سکتی ہے۔ قاضی شوہر کو نفقے کی ادائگی کا حکم دے گا۔ اگر شوہر باوجود حکم کے نفقہ نہ دے تو قاضی کو اختیار ہے کہ وہ شوہر کو ایک مدت معینہ تک قید میں رکھنے کا حکم دے۔[۴۳] بعض فقہاء نے عدم ادائے نفقہ کی بناء پر قید کی مدت ایک ماہ اور بعض نے تین ماہ لکھی ہے۔

براء نفقے کا معاہدہ

۹۱۔ زوجین کے درمیان یہ معاہدہ یا زوجہ کا یہ اقرار کہ مرد پر نفقہ واجب نہ ہوگا یا وہ نفقہ نہ لے گی، باطل ہوگا۔

تشریح

شوہر کے ذمہ اپنی زوجہ کے نفقہ کی ادائگی مقاصد نکاح کی تکمیل کا ایک وسیلہ ہے، جو مصلحت شرعی پر مبنی ہے اس لیے کوئی ایسا معاہدہ جو عورت کے اس حق کو متاثر کرتا ہو

(۴۳) مجمع الانہر، مطبوعہ مصر، جلد ۱، صفحہ ۴۹۹۔
بحرالرائق، مطبوعہ مصر، جلد ۴، صفحہ ۲۰۲۔

marfat.com

غیر نافذ قرار پائے گا، کیوں کہ ایسا معاہدہ مصلحت عامہ کے منافی ہے۔[۴۴]

تفریق بربنائے تنگدستی

۹۲۔ کسی عورت کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ شوہر کی تنگدستی کے سبب تفریق کی طالب ہو الّا یہ کہ حاکم عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ معاش کا مستقبل قریب میں کوئی امکان نہیں اور عورت کے معصیت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔

تشریح

احناف کے نزدیک اگر شوہر اپنی زوجہ کو نفقہ دینے سے گریز کرے تو ان کے درمیان تفریق نہ کرائی جائے گی خواہ شوہر تنگ دست ہی کیوں نہ ہو۔ احناف اپنے قول کی دلیل میں قرآن پاک کی حسب ذیل آیت پیش کرتے ہیں:

''لینفق ذوسعة من سعته و من قدر علیه رزقه فلینفق مما آتاه الله، لایکلف الله نفسا الا ما آتاها، سیجعل الله بعد عسر یسرا۔''[۴۵]

(یعنی کشایش والے کو چاہیے کہ اپنی کشایش کے مطابق خرچ کرے اور جو شخص تنگی کی گئی اس پر اس کے رزق کی، پس چاہیے کہ خرچ کرے اس چیز سے کہ دی ہے اللہ نے اس کو، کہ نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی نفس کو مگر جتنا کہ دیا ہے اس کو، اللہ جلد ہی سختی کے بعد آسانی پیدا کرے گا)۔

احناف کا دوسرا استدلال یہ ہے کہ صحابہ میں فارغ البال بھی تھے اور تنگدست بھی لیکن دور نبوی میں ایک بھی ایسی

(۴۴) بحرالرائق، مطبوعہ مصر، باب النفقة، جلد ۴، صفحہ ۲۰۳۔
(۴۵) پارہ ۲۸ سورة الطلاق رکوع ۱۔

marfat.com

مثال موجود نہیں کہ شوہر کی عسرت و تنگدستی یا عدم اتفاق کے سبب تفریق کرائی گئی ہو۔

چنانچہ احناف کے نزدیک اگر شوہر باوجود فارغ البالی کے اپنی زوجہ کو نفقہ دینے سے گریز کرے تو قاضی تفریق کا حکم کرنے کے بجائے شوہر کو قید کر دے یا اس کے مال کو فروخت کر کے عورت کو نفقہ دلائے اور اگر عدم فراہمی نفقہ عسرت اور تنگدستی کے سبب ہو تو شوہر کو مہلت دی جانی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تنگی کے بعد فراغت دے گا۔ چنانچہ حنفیوں کے نزدیک اگر حاکم عدالت کے سامنے ایسا مقدمہ آئے تو اوّلاً عورت کو مرد کے نام قرض لے کر نفقہ کے اخراجات پورے کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ شیعہ علماء بھی احناف کے نقطہ نظر سے متفق نظر آتے ہیں۔

البتہ ائمۂ ثلاثہ، امام شافعی، امام، امام احمد بن حنبل کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر شوہر اپنی زوجہ کو نفقہ دینے سے گریز کرتا ہو تو ان کے درمیان تفریق کرا دی جائے۔ کیونکہ ایسی صورت میں ان عورتوں کو ایسے مردوں کے نکاحوں میں رکھنا ان عورتوں پر ظلم و زیادتی کے مترادف ہو گا۔ جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ''لا تمسکوھن ضراراً لتعتدو[۳۶]''

(یعنی مت روکو ان کو ایذا دینے کے لیے، کہ ان کے ساتھ زیادتی کرو)

چونکہ عورت کو ایسے مرد کے نکاح میں رہنے کے لیے مجبور کرنا ظلم ہے اور ظلم کو دفع کرنا قاضی کا فرض ہے لہذا

(۳۶) پارہ ۲ سورۃ البقرہ رکوع ۲۹۔

marfat.com

جب شوہر زوجہ کو علیحدہ کرنے پر راضی نہ ہو تو قاضی شوہر کے قایم مقام کی حیثیت سے ان کے درمیان تفریق کا حکم دینے کا مجاز ہوگا۔

تجزیہ :

احناف کا یہ نظریہ کہ پہلے قاضی مرد کے نام پر قرض لے کر نفقے کے اخراجات پورے کرنے کا حکم دے گا عملی طور پر متعدد دشواریوں کا حامل ہے۔ اور یوں بھی نفقے کا مستقل بندوبست قرض سے نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے ہمارے نزدیک حاکم عدالت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ یہ دیکھے کہ آیا مستقبل قریب میں معاش کا کوئی امکان موجود ہے؟ اگر کوئی امکان موجود نہ ہو اور تنگی کی بناء پر اس امر کا اندیشہ ہو کہ عورت معصیت میں مبتلا ہو جائے گی تو حاکم عدالت پر لازم ہو گا کہ وہ زوجین میں تفریق کرا دے۔

امام شافعی کا نقطۂ نظر، کہ مرد کی تنگدستی اور عورت کو نفقہ دینے کی عدم صلاحیت کی بناء پر تفریق کرا دی جائے، مناسب نظر آتا ہے، البتہ ایسی صورت میں شوہر کو مناسب مہلت دینا احسن ہوگا۔

تفریق کی نوعیت :

عدم ادائے نفقہ کی بناء پر تفریق طلاق رجعی کے حکم میں داخل ہوگی۔ اگر شوہر دوران عدت عدالت میں اس امر کا قرار واقعی ثبوت پیش کر دے کہ وہ صاحب فراغت ہے اور زوجہ کو نفقہ دینے پر قادر ہے یا نفقہ دینے کے لیے آمادہ ہے[٣٦] تو اسے

---

(٣٧) تفریق القاضی لعدم الانفاق یقع رجعیاً و للزوج ان یراجع زوجته فی العدۃ بشرط ان یثبت یسارہ و یستعدلانفاق۔ (قانون الاحوال الشخصیه، شام دفعه ۱۱۱)۔

marfat.com

اپنی زوجہ سے رجوع کرنے کا حق ہوگا۔ بشرطیکہ عدت کی مدت ختم نہ ہوئی ہو۔

دیگر مسلم ممالک میں :

نفقہ نہ دینے کی صورت میں تفریق کے سلسلہ میں متعدد مسلم ممالک میں بھی قانون سازی کی گئی ہے۔ چنانچہ قانون الاحوال الشخصیہ، عراق کی دفعہ ۴۵ کے تحت زوجہ کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ شوہر کے کسی عذر شرعی کے بغیر نفقہ نہ دینے کی صورت میں عدالت میں تفریق کی درخواست پیش کر سکتی ہے۔ اور عدالت شوہر کو ساٹھ یوم کی مہلت کے اندر اندر نفقہ مہیا کرنے کا حکم دے گی۔ اسی طرح نافذ الوقت مصری قانون کے تحت بھی ایک ماہ کی مہلت کے اندر اگر شوہر عورت کو نفقہ دینے سے قاصر رہے تو عدالت تفریق کا حکم دے گی بشرطیکہ شوہر کا کوئی مال ظاہراً موجود نہ ہو جس سے زوجہ نفقہ کے اخراجات پورے کر سکے۔ دفعہ ۹۱ قانون حقوق العائلۃ الاردنی کے تحت ایک سال تک عدم فراہمی نفقہ کی صورت میں عدالت تفریق کا حکم دے گی۔ دفعہ ۱۱۰ قانون الاحوال الشخصیہ، شام کے تحت زوجہ کو اس صورت میں طلب تفریق کا اختیار دیا گیا ہے جب کہ شوہر موجود ہو اور بلا کسی مجبوری کے زوجہ کو نفقہ دینے سے گریز کرتا ہو لیکن اگر وہ عدالت کے روبرو اپنی مجبوری ثابت کر دے تو عدالت اسے تین ماہ تک کی مہلت دے گی جس کے دوران نفقہ فراہم کرنا لازمی ہو گا۔ بصورت عدم فراہمی تفریق کرا دی جائے گی۔ نیز دفعہ ۱۱۱ کے تحت یہ صراحت کردی گئی ہے کہ یہ تفریق طلاق رجعی کے حکم میں داخل ہو گی اگر دوران عدت شوہر

marfat.com

نفقہ کا انتظام کر سکے اور زوجہ کو نفقہ فراہم کر دے تو اپنی زوجہ سے رجوع کا حق ہو گا۔

تجویز

پاکستان میں رائج الوقت قانون انفساخ ازدواج مسلمانان، ۱۹۳۹ع کی دفعہ ۲ ذیلی دفعہ (۲) کے تحت عورت کو اس صورت میں طلب تفریق کا حق دیا گیا ہے جب کہ شوہر دو سال تک نفقہ دینے سے انکاری رہا ہو یا اس نے فراھمی نفقہ سے غفلت برتی ہو۔

اکثر اوقات دعوے کے تصفیہ میں کئی کئی سال لگ جاتے ھیں اور عورت ایک مدت تک مصائب و آلام کا شکار رھتی ہے۔ ھمارے ملک کے مخصوص حالات کے پیش نظر جب کہ عورت عام طور پر اپنی معاش کے حصول پر قادر نہیں، عدم انفاق کی صورت میں طلب تفریق کے اختیار کو استعمال کرنے کے لیے نفقہ میں شوھر کی جانب سے دو سال تک غفلت یا انکار کی شرط میں ترمیم کرنا ضروری ہے بلکہ اگر شوھر چھ ماہ تک نفقہ دینے سے غفلت برتے یا بلاوجہ جائز انکار کرے تو عورت کو عائلی عدالت میں طلب تفریق کی درخواست پیش کرنے کا حق ھونا چاھیے۔ اگر عدالت شوھر کے نفقہ نہ دینے کی وجوہ اور اس کے مالی حالات کا جائزہ لے کر اس نتیجہ پر پہنچے کہ نفقہ نہ دینے کی جائز وجوہ موجود نہیں اور شوھر تنگدست بھی نہیں ہے تو عدالت کو بلا تاخیر تفریق کا حکم جاری کرنا چاھیے۔ اور اگر شوھر تنگدستی کے سبب نفقہ دینے سے معذور ھو نیز یہ باور

marfat.com

کرنے کی وجوہ موجود ہوں کہ مستقبل قریب میں حصول معاش کا کوئی امکان نہیں تو عدالت کو بلا کسی مہلت کے تفریق کا حکم دے دینا چاہیے۔ البتہ اگر معاش کا امکان نظر آئے تو شوہر کو زیادہ سے زیادہ تین ماہ تک کی مہلت دی جائے اگر وہ تین ماہ کے اختتام پر اپنی فارغ البالی اور زوجہ کو نفقہ دینے کی استطاعت اور آمادگی ثابت نہ کر سکے تو عدالت کو تفریق کا حکم جاری کر دینا چاہیے۔

marfat.com

کتب حوالہ و استفادہ

ابو داؤد ' نولکشور ' لکھنؤ

احکام الاحوال الشخصیہ فی الشریعۃ الاسلامیہ ' عبدالرحمن تاج ' مصر ' ۱۹۵۵ ع -

احکام السلطانیہ ' ابوالحسن ماوردی ' (متوفی ' ۴۵۰ھ) قرآن محل ' کراچی

احکام الشریعۃ الاسلامیہ ' عمر عبداللہ ' مصر ۱۹۶۱ ع -

ادوار فقہہ ' محمود شہابی ' تہران ' ۱۹۵۰ ع -

اسٹیڈیز ان مسلم لا ' این ' یو - اے صدیقی ' ڈھاکہ ' ۱۹۵۵ ع -

اسلامک جورس پروڈنس ' کمال - اے - فاروق ' کراچی ' ۱۹۶۲ ع -

اسلامک جورس پروڈنس ان دی موڈرن ورلڈ ' اے - اے - قادری ' علی گڑھ ' ۱۹۶۲ ع -

اسلامک سرویز ۲ ' کولسن ' ایڈنبرا ' ۱۹۶۴ ع -

اسلامک لا ان تھیوری اینڈ پریکٹس ' عزیز احمد ' لاہور ' ۱۹۵۶ ع -

سلامک لا ان موڈرن ورلڈ ' انڈرسن ' نیویارک ' ۱۹۵۹ ع -

اسلام کا نظام قانون ' عبدالقادر عودہ (اردو ترجمہ) لاہور ' ۱۳۷۶ھ -

اسلامی قانون کی تدوین ' امین احسن اصلاحی ' لائل پور ' ۱۹۶۴ ع -

اصول فقہ اسلام ' سر عبدالرحیم ' حیدرآباد (دکن) ' ۱۹۲۹ ع -

اصول فقہ ' محمد ابوزہرہ ' مصر ' ۱۹۵۷ ع -

الاتقان فی علوم القرآن ' جلال الدین سیوطی ' (اردو ترجمہ) کراچی ' ۱۹۶۱ ع -

الاحکام الشرعیۃ فی الاحوال الشخصیہ ' مصر -

الاستبصار ' ابی جعفر محمد بن الحسن الطوسی ' (متوفی ' ۴۶۰ھ) نجف -

الاشباہ و النظائر ' زین العابدین ابن نجیم ' مصر ' ۱۳۲۲ ہجری -

التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ ' عبدالعزیز عامر ' مصر ' ۱۹۵۷ ع -

الجامع الکبیر ' محمد بن الحسن الشیبانی (متوفی ' ۱۸۹ھ) ' مصر ' ۱۳۵۶ھ -

الرد علی سیر الاوزاعی ' ابو یوسف ' (متوفی ' ۱۸۲ھ) مصر -

الرسالہ ' امام شافعی ' (متوفی ' ۲۰۴ھ) مصر ۱۹۶۰ ع -

الزواج و الطلاق ' محمد جواد مغنیہ ' بیروت ' ۱۹۶۰ ع -

السنن الکبریٰ ' البیہقی ' حیدرآباد (دکن) ' ۱۳۴۴ھ -

الطلاق مرتان ' تمنا عمادی ' ڈھاکہ ' ۱۹۶۳ ع -

الفاروق ' شبلی نعمانی ' کراچی -

الفقہ علی المذاہب الخمسہ ' محمد جواد مغنیہ ' بیروت ' ۱۹۶۰ ع -

الکافی ' ابی جعفر بن محمد الکلینی ' (متوفی ' ۳۲۸ھ) طہران ' ۱۳۷۷ھ -

المبسوط ' سرخسی ' (متوفی ' ۴۸۳ھ) ' مصر ' ۱۳۲۷ھ -

المحلی ' ابن حزم (متوفی ' ۴۵۶ھ) مصر ' ۱۳۴۷ھ -

المدونۃ الکبری ' امام مالک ' (متوفی ' ۱۷۹ھ) مصر ' ۱۳۲۳ھ -

marfat.com

المستدرک، المحاکم نیشاپوری، حیدرآباد (دکن)، ۱۳۳۴ھ -

المسند، احمد بن حنبل، (متوفی ۲۴۱ھ)، مصر، ۱۹۴۹ع -

المغنی، ابن قدامہ، (متوفی ۶۲۰ھ) مصر، ۱۳۶۷ھ

المقدمات، ابن رشد، (متوفی ۵۲۰ھ) مصر،

امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، مناظر احسن گیلانی، کراچی، ۱۹۶۰ع -

امداد الفتاوی، اشرف علی تھانوی، کراچی -

انٹروڈکشن ٹو اسلامک لا، جوزف شاخت، لندن، ۱۹۶۴ع -

انسٹی ٹیوٹس آف مسلمانز لا، نواب سر عبدالرحمن، کلکتہ، ۱۹۰۷ع -

اوریجنس آف محمڈن جورس پروڈنس، جوزف شاخت، لندن، ۱۹۵۹ع -

آؤٹ لائنز آف محمڈن لا، فیضی، لندن، ۱۹۵۵ع -

اینگلو محمڈن لا، ولسن، کلکتہ، ۱۹۳۰ع -

بحر الرائق، ابن نجیم، مصر، ۱۳۱۱ھ -

بدائع الصنائع، الکاسانی، (متوفی ۵۸۷ھ) مصر، ۱۳۲۷ھ -

بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، ابن رشد، مصر -

پرنسپلز آف لا میکنگ ان اسلام، صبحی محمصانی و دیگران، لاہور، ۱۹۶۱ع -

پرنسپلز آف محمڈن لا، طیب جی، بمبئی -

پرنسپلز آف محمڈن لا، ملا، کلکتہ ۱۹۶۳ع -

تاریخ فقہ اسلامی، الخضری، دارالمصنفین، (اردو ترجمہ) اعظم گڑھ، ۱۹۶۱ع -

ترمذی -

تعزیرات پاکستان، ۱۸۶۰ع -

تفسیر جامع الاحکام، قرطبی -

جامع الاحکام فی فقہ الاسلام، سید امیر علی، لکھنؤ، ۱۸۸۳ع -

حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ دہلوی -

حقوق در اسلام، مجید خدوری، ترجمہ زین العابدین، تہران، ۱۳۳۶ھ -

حیات امام ابوحنیفہ (اردو ترجمہ) ابو زہرہ، لاہور، ۱۹۶۲ع -

حیات امام احمد بن حنبل (اردو ترجمہ) ابو زہرہ، لاہور، ۱۹۶۱ع -

حیات حافظ ابن القیم (اردو ترجمہ)، عبدالعظیم عبدالسلام، شرف الدین، لاہور، ۱۹۶۳ع -

در مختار بر حاشیہ ردالمحتار، مصر -

ڈائجسٹ آف اینگلو محمڈن لا، محمداللہ، ایس، جنگ، الہ آباد، ۱۹۳۲ع -

ڈائجسٹ آف محمڈن لا، بیلی، لاہور، ۱۹۵۸ع -

ڈیولپمنٹ آف مسلم تھیالوجی، جورس پروڈنس اینڈ کانسٹی ٹیوشنل تھیوری، میکڈانلڈ، لاہور، ۱۹۶۰ع -

ڈزولیوشن آف مسلم میریجز ایکٹ، ۱۹۳۹ع -

ردالمحتار، ابن عابدین، مصر -

سیرۃ النعمان، شبلی نعمانی، لاہور -

سیرت امام شافعی، خالد انصاری، بھوپال، ۱۹۴۴ع -

شرائع الاسلام، ابی القاسم نجم الدین جعفر بن الحسن الحلی، (متوفی ۶۷۷ھ)، ایران، ۱۳۷۷ھ -

شرح الاحکام الشریعۃ فی الاحوال الشخصیہ، محمد زید البیانی، مصر، ۱۹۲۰ع -

شرح الاشباہ و النظائر، حموی (متوفی ۹۷۰ھ) لکھنؤ -

شرح السیر الکبیر، سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) مصر، ۱۳۳۵ھ -

شرح الوقایہ، عبیداللہ بن مسعود (متوفی ۷۴۷ھ) کراچی، ۱۹۵۹ع -

شرح فتح القدیر، ابن ہمام (متوفی ۸۶۱ھ) مصر -

شرح قانون الاحوال الشخصیہ، سوریہ، مصطفی

السباعی، دمشق، ۱۹۶۱ء -

شرح قانون الاحوال الشخصیہ، نمبر ۱۸۸ بابت ۱۹۵۹ء، عراق، علاء الدین خروفہ، بغداد، ۱۹۶۲ء -

شریعت (ایپلیکیشن) ایکٹ ۱۹۳۷ء -

صحیح، ابن حبان، مصر -

صحیح بخاری، امام محمد بخاری، مطبع مجتبائی، دہلی -

عائلی قوانین آرڈی نینس، مجریہ ۱۹۶۱ء -

عائلی کمیشن رپورٹ پر تبصرہ، امین احسن اصلاحی، لائل پور، ۱۹۶۰ء -

عورت کا عائلی مقام، ممتاز جہاں بیگم، کراچی -

فتاوی العالمگیری، جلد الثانی، کتاب النکاح، مطبع مجیدی، کان پور -

فتاوی قاضی خان، فخر الدین بن حسن (متوفی ۵۹۲ھ) دہلی -

فتح المعین، علامہ ابی المسعود، مصر،

فقہ الاسلام، حسین احمد الخطیب، (اردو ترجمہ) کراچی، ۱۹۶۱ء -

فقہ عمر، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، لاہور، ۱۹۶۰ء -

فلسفۂ شریعت اسلام، صبحی محمصانی، لاہور، ۱۹۵۵ء -

قانون ازدواج عیسائیاں، ۱۸۷۲ء -

قانون امتناع ازدواج اطفال، ۱۹۲۹ء -

قانون انفساخ ازدواج مسلمانان، ۱۹۳۹ء -

قانون بلوغ، ۱۸۷۵ء -

قدوری، اصح المطابع و قران محل، کراچی -

قرآن پاک —

ترجمہ: تھانوی ـ اشرف علی،
محدث دہلوی، شاہ عبدالقادر،
مودودی، سید ابوالاعلی،
شیخ الہند، محمود الحسن،

تفسیر: ابن کثیر، اصح المطابع، کراچی،
سید ابوالاعلی مودودی، لاہور
شبیر احمد عثمانی، کراچی
عبدالماجد دریا بادی -

کتاب الآثار، امام محمد، قرآن محل، کراچی -

کتاب الاختلاف الفقہاء، ابی جعفر محمد بن جریر الطبری، لندن، ۱۹۳۳ء -

کتاب الام، امام شافعی، (متوفی ۲۰۴ھ) مصر ۱۳۲۱ء -

کتاب السنن، الدارقطنی، دہلی -

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، عبد الرحمن الجزیری، مصر، ۱۹۳۶ء -

کنز الدقائق، مطبع مجتبائی، دہلی -

لباب المحل، ابن خلدون، مصر -

مجلۃ الاحکام العدلیہ، اصح المطابع، کراچی -

مجمع الانہر، ابن سلیمان شیخ زادہ، مصر، ۱۳۲۷ھ

محمڈن تھیوریز آف فنانس، نکولاس اگنائڈس، لاہور، ۱۹۶۱ء -

محمڈن لا، سید امیر علی، بمبئی،

محمڈن لا، محمد یوسف خان بہادر، کلکتہ، ۱۸۹۸ء

مسلم لا، سکسینہ، الہ آباد، ۱۹۳۷ء -

مسند، امام اعظم، قرآن محل کراچی -

مشکوۃ شریف، قرآن محل کراچی -

موطا، امام مالک، قرآن محل کراچی -

موطا، امام محمد، قرآن محل کراچی -

مینول آف حدیث، محمد علی، لاہور، ۱۹۶۰ء -

نسائی، مطبوعہ کراچی -

نصب الرایہ، جمال الدین زیلعی (متوفی ۷۶۲ھ) سورت، ۱۹۳۸ء -

ہدایہ، برہان الدین مرغینانی (متوفی ۵۹۳) دہلی ۱۳۷۵ھ -

ہدایہ برہان الدین مرغینانی (انگریزی ترجمہ) ہملٹن، لاہور، ۱۹۵۷ء -

ہمارے عائلی مسائل، محمد تقی عثمانی، کراچی، ۱۳۸۲ھ -

marfat.com

اشاریہ

اجتماع
ایک مرد کے نکاح میں ' ایسی دو قرابت دار عورتوں کا جن میں سے اگر ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو ان میں باہم نکاح حرام ہو ۳۹ ' ۱۷۱ -
احادیث نبوی' ۱۷۲ -
استثناء ' ۱۷۲ -
صحیح شرعی حکم' ۱۷۳ -
اجتماع خواہرین
ایک مرد کے نکاح میں' ۳۸ ' ۱۴۴ ' ۱۶۴ -
آراء :
حالیہ مؤلفین' ۱۶۶ -
رازی' ۱۶۴ -
سرخسی' ۱۶۵ -
قاضی خاں' ۱۶۵ -
کاسانی' ۱۶۵ -
تجزیہ' ۱۶۹ -
حکم قرآنی' ۱۶۴ -
عدالتی نظائر' ۱۶۷ -
اجتہاد' ۳۱ ' ۵۵ -
اسباب التحریم (نکاح) -
اجتماع محرمات ' ۱۵۰ ' ۱۶۱ -
حق الغیر' ۱۵۵ -
رضاعت' ۱۵۵ ' ۱۵۶-۱۶۱ -
شرک' ۱۵۵ ' ۱۷۴ ' ۱۷۷ -
طلاق الثلاثہ' ۱۵۵ ' ۱۸۸ -
قرابت' ۱۵۵ -
مصاہرت ۱۵۵ ' ۲۰۳ -
ملک (دو کنیزوں کی) ' ۱۵۵ -
اطلاق' ۳۱ ' ۵۵ -
انعقاد اور جواز (نکاح) -
انعقاد' ۳۳ ' ۱۰۲ -
اہلیت' ۳۳ ' ۷۵ -
گواہان' ۱۲۸ -
متناکحین' ۱۱۰ -
نکاح' ۷۵ -
وکیل نکاح ۱۰۵ -
شرائط' ۱۱۰ ' ۱۱۱ -
اتحاد مجلس' ۱۱۹ -
ایجاب و قبول' ۳۳ ' ۱۰۲ -
اصالتاً یا وکالتاً' ۳۳ ' ۱۰۳ -
الفاظ ۳۴ ' ۱۰۷ -
احناف کے نزدیک' ۱۰۷ -
امام شافعی کے نزدیک' ۱۰۸ -
شیعہ مکتب فکر' ۱۰۸ -
وجۂ اختلاف' ۱۰۸ -
بذریعۂ اشارہ' ۱۰۷ -
تطابق' ۳۴ ' ۱۱۰ -
زبانی یا تحریری' ۳۳ ' ۱۰۳ -
صیغے' ۳۴ ' ۱۰۹ -
گونگے بہرے کا' ۱۰۸ -
بلوغ' ۱۱۱ -

marfat.com

امام ابو حنیفہ کی رائے ۱۱۲ -
امام شافعی کی رائے ' ۱۱۲ -
شیعہ مکتب فکر ' ۱۱۲ -
صاحبین کی رائے ' ۱۱۲ -
قانون نافذ الوقت ' ۱۱۳ -
رضا مندی ' ۱۱۴ -
باکرہ کی ' ۱۱۴ - ۱۱۶ -
بالجبر ' ۱۱۸ -
بذریعہ غلط بیانی ' ۱۱۸ -
ثیبہ کی ' ۱۱۵ - ۱۱۶
صریح ' ۱۱۵ -
معنوی ' ۱۱۵ -
حنفیہ اور شافعیہ میں اختلاف ' ۱۱۵ -
وجۂ اختلاف ' ۱۱۶ -
عقل ' ۱۱۱ -
گواہان ' ۱۲۱ -
اہلیت ' ۱۲۸ -
حنفیہ اور شافعیہ میں اختلاف ' ۱۲۸ -
وجۂ اختلاف ' ۱۲۹ -
تعداد ' ۱۲۱ -
حنفیہ اور شافعیہ مکاتیب فکر ' ۱۲۶ -
حکم قرآنی ' ۱۲۶ -
موجودگی اور سماعت ' ۱۲۱ -
از روئے کتب فقہ
بدائع الصنائع ' ۱۲۲ -
فتاویٰ قاضی خان ' ۱۲۱ -
ہدایہ ' ۱۲۱ -
ائمہ کا اختلاف آراء ' ۱۲۳ - ۱۲۴ -
وجۂ اختلاف ' ۱۲۵ -
تجاویز
ایکٹ نمبر ۲۱ مجریہ ۱۸۵۰ع کے تحت ولایت نکاح کے سلسلہ میں ' ۲۲۳ -
ڈزولیوشن آف مسلم میریجز ایکٹ (قانون انفساخ ازدواج مسلمانان) ۱۹۳۹ع کی دفعہ ۲ (۲) میں بربناء عدم ادائی نفقہ زوجہ کے حق طلب تفریق کے بارے میں ' ۳۲۷ -
ڈزولیوشن آف مسلم میریجز ایکٹ (قانون انفساخ ازدواج مسلمانان) ۱۹۳۹ع کی دفعہ ۲ (۷) میں خیار بلوغ کے استعمال کے وقت کے تعین کے سلسلہ میں ' ۲۶۰ -
عائلی قوانین آرڈی نینس نمبر ۸ مجریہ ۱۹۶۱ع کی دفعہ ۶ بابت تعدد ازدواج کے سلسلہ میں ' ۱۴۳ -
عائلی قوانین آرڈی نینس مجریہ ۱۹۶۱ع کی دفعہ ۵ بابت رجسٹری نکاح ' ۱۳۳ -
عائلی قوانین آرڈی نینس مجریہ ۱۹۶۱ع کی دفعہ ۷ بابت طلاق ' ۲۰۱ -
غیر مسلم ممالک کی عیسائی و یہودی عورتوں سے نکاح پر پابندی عائد کرنے کے سلسلہ میں ' ۷۲ -
قانون شہادت ۱۸۷۲ع کے تحت شہادت نکاح کے سلسلہ میں ' ۱۲۹ -
کرسچین میریجز ایکٹ (قانون ازدواج عیسائیان) ۱۸۷۲ع کے تحت رجسٹری نکاح کے سلسلہ میں ' ۷۳ -
نابالغوں کے نکاح کے بارے میں ' ۲۱۸ -
نکاح فاسد میں فساد کا علم ہو جانے کے بعد تفریق اختیار نہ کرنے پر تعزیر کے سلسلہ میں ' ۱۴۸ -
تعدّد ازدواج ' ۳۵ ' ۱۳۳ -
حکم قرآنی مشروط ہے ' ۱۳۵ -
عدل کا معیار ' ۱۳۵ -
عائلی قوانین آرڈی نینس پاکستان ۱۴۰
قانون تیونس ' ۱۴۰ -
قانون شام ' ۱۳۹ -
قانون عراق ' ۱۳۹ - ۱۴۰ -

marfat.com

قانون مراکش ' ۱۳۹ - ۱۴۰ -
محمد رشید رضا کی رائے ' ۱۳۷ -
مفتی محمد عبدہٗ کی رائے ' ۱۳۸ -

تعریفات
ادائے شہادت ' ۱۲۹ -
ایجاب و قبول ' ۱۰۳ -
حمل شہادت ' ۱۲۹ -
خلوت صحیحہ ' ۴۴ ' ۲۷۳ -
خلوت فاسدہ ' ۴۵ ' ۲۷۵ -
خیار بلوغ ' ۴۲ ' ۲۳۱ -
کفو ' ۴۳ ' ۲۶۱ -
متعہ ' ۴۰ ' ۲۰۳ -
مسلمان ' ۳۲ ' ۵۵
مہر ' ۴۶ ' ۲۷۹ -
مہر مثل ' ۴۶ ' ۲۸۱ -
مہر مسمیٰ ' ۴۶ ' ۲۸۱ -
مہر معجّل ' ۴۶ ' ۲۸۱ -
مہر موجّل ' ۴۶ ' ۲۸۱ -
نفقہ ' ۴۹ ' ۳۰۷ -
نکاح ' ۳۲ ' ۵۶ -
نکاح باطل ' ۳۸ ' ۱۵۴ -
نکاح صحیح ' ۳۶ ' ۱۴۹ -
نکاح فاسد ' ۳۷ ' ۱۵۰ -
نکاح مؤقت ' ۲۰۹ -

تغیر احکام بہ تغیر زمان ' ۱۳۸ - ۱۳۹ -

تفریق (تنسیخ نکاح)
تنگدستی کی بناء پر ' ۵۲ ' ۳۲۳ -
احناف کا نقطۂ نظر ' ۳۲۴ -
ائمۂ ثلاثہ کا نقطۂ نظر ' ۳۲۴ -
بحکم عدالت ' ۳۲۴ - ۳۲۵ -
تجزیہ ' ۳۲۵ -
طلاق رجعی کے حکم میں ' ۳۲۶ - ۳۲۷ -
قانون اردن کے تحت ' ۳۲۶ -
قانون پاکستان کے تحت ' ۳۲۷ -
قانون شام کے تحت ' ۳۲۶ -
قانون عراق کے تحت ' ۳۲۶ -
عدم کفأت کی بنا پر ' ۴۴ ' ۲۷۲ -
بحکم عدالت ' ۲۷۲ -
ولی عصبہ کا حق اور اس کا اسقاط ' ۲۷۱ ' ۲۷۲ -
وہ صورتیں جن میں عدالتی ڈگری کی ضرورت ہے ' ۲۴۹ -
تفریق بالجب -
تفریق بالعنہ -
تفریق باللعان -
تفریق بربنائے خیار بلوغ -
تفریق بربنائے عدم کفأت -
تفریق بربنائے کمی مہر -
تفریق شوہر کے اسلام ترک کرنے کی بنا پر
وہ صورتیں جن میں عدالتی ڈگری کی ضرورت نہیں ' ۲۴۹ -
تفریق بسبب ارتداد -
تفریق بسبب ایلاء -
تفریق بر بنائے خیار عتق -
تفریق بسبب تباین دارین -
تفریق بسبب خیار طلاق -
نکاح فاسد کی صورت میں -

توارث بین الزوجین
نکاح فاسد کی صورت میں ' ۱۵۴ -

جبر ولایت
امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا نقطۂ نظر ۷۵ ' ۹۳ - ۱۰۰ -
امام مالک اور شافعی کی آراء ۷۵ ' ۸۱ ' ۸۴ - ۹۱ -
تجزیہ ' ۱۰۰ -
شیعہ فرقہ کا مسلک ' ۷۵ -

marfat.com

صحیح شرعی حکم، ۱۰۱ -
وجۂ اختلاف، ۱۰۱ -
حکومت کا حق قانون سازی، ۱۳۷، ۲۱۷ -
خلوت صحیحہ، ۴۴، ۲۷۴ -
اثرات، ۴۵، ۲۷۵ -
کارت زائل ہونے میں، ۲۷۶ -
پہلے شوہر سے زوجہ کی لڑکی کے حرام ہونے میں، ۲۷۶ -
رجعت میں، ۲۷۶ -
سنگ ساری کے حکم میں، ۲۷۵ -
مہر میں، ۲۷۵ -
میراث پر، ۲۷۶ -
نسب اولاد پر، ۲۷۶ -
نفقہ دوران عدت، ۲۷۶ -
وجوب عدت پر، ۲۷۶ -
تعریف، ۴۴، ۲۷۴ -
شرائط، ۲۷۵ -
موانع، ۲۷۵ -
جسمانی، ۲۷۵ -
شرعی، ۲۷۵ -
طبعی، ۲۷۵ -
خلوت فاسدہ
اثرات، ۴۵، ۲۷۶
تعریف، ۴۵، ۲۷۶ -
خیار بلوغ
استعمال کا وقت، ۴۳، ۲۵۹ -
از روئے قانون نافذ الوقت، ۲۵۹ -
از روئے کتب فقہ، ۲۵۹ -
تجویز، ۲۶۰ -
استعمال کا طریقہ -
کسی خاص شکل کی قید نہیں، ۲۶۰ -
احناف کا نقطۂ نظر، ۲۳۱ - ۲۳۳ -
امام ابو یوسف کی رائے، ۲۳۱ -
باپ دادا اور دوسرے اولیاء کے کیے ہوئے نکاحوں میں
حنفیہ مکتب فکر، ۲۳۱ - ۲۳۳ -
شافعیہ اور مالکیہ مکاتیب فکر، ۲۳۱-۲۳۲-
شیعہ فرقہ کا مسلک، ۲۳۲ -
صریح حدیث موجود نہیں، ۲۴۰
فقہاء کے دلائل، ۲۳۴
بر بنائے استحسان، ۲۳۳ -
بر بنائے سنت، ۲۳۳ -
تجزیہ، ۲۳۴ - ۲۳۷ -
قانون نافذ الوقت، ۲۴۳ -
قرآن خاموش ہے، ۲۳۹ -
مؤلف کی رائے، ۲۴۰-۲۴۱-
بناء، ۲۴۹-۲۵۰ -
تعریف، ۴۲، ۲۳۱ -
ثیبہ کا، ۴۴، ۲۶۲ -
فسخ نکاح کے لیے عدالتی ڈگری کی ضرورت، ۲۵۰-۲۵۱ -
آراء، -
ابن سلطان شیخ زادہ، صاحب مجمع الانہر ۲۴۴-
امام سرخسی، ۲۴۸ - ۲۴۶ -
پاکستان و ہند کی عدالتیں، ۲۵۳-۲۵۷ -
تجزیہ، ۲۵۷-۲۵۸ -
قاضی خان، ۲۴۴ -
کب ساقط ہوگا؟ ۲۶۰
مجامعت سے، ۲۶۱ -
بلا رضا مندی؟ ۲۶۱ -
بلا علم؟ ۲۶۱ -
رضاعت، ۱۵۸ -
اثر، ۱۶۰ -
شرائط، ۱۵۸-۱۵۹ -
شہادت نکاح
اداء، ۱۲۹ -

marfat.com

امام مالک کا نقطۂ نظر ' ۱۲۳ -
اہلیت گواہان ' ۱۲۸ -
احناف اور شافعیوں میں اختلاف ' ۱۲۸ -
بنائے اختلاف ' ۱۲۹ -
تعداد گواہان ۱۲۶ -
اجماع ' ۱۲۶ -
احناف اور شافعیوں میں اختلاف ' ۱۲۶ -
حمل شہادت ' ۱۲۹ -
حیثیت شرعی ' ۱۲۱-۱۲۲ -
امام مالک کا نقطۂ نظر ' ۱۲۳ -
بنائے اختلاف ' ۱۲۵ -
تجزیہ ' ۱۲۵ -
حنفی مسلک ' ۱۲۴ -
غیر مسلم کی ' ۱۲۸ -
فاسق کی ' ۱۲۸ -
نابینا کی ' ۱۲۸ -
احناف اور شافعیوں میں اختلاف ' ۱۲۸ -
بناء اختلاف ۱۲۸ -
طلاق الثلاث
احادیث و روایات ' ۱۹۱ ' ۱۹۴ ' ۱۹۷ -
اختلاف کی وجہ ' ۱۹۷-۱۹۸ -
آرڈی نینس ۸ مجریہ ۱۹۶۱ء ' ۱۹۹ -
جمہور فقہاء کا نقطۂ نظر ' ۱۹۱ -
دیگر مسلم ممالک میں ' ۱۹۸ -
قرآن کریم کے احکام ' ۱۸۹ ' ۱۹۵-۱۹۶ -
منشائے قرآن ' ۱۹۰ -
عمر نکاح
آردن میں ' ۱۱۳ -
پاکستان میں ' ۱۱۳ -
سوریہ میں ' ۱۱۳ -
عراق میں ' ۱۱۳ -
مراکش میں ' ۱۱۳ -
غیبت منقطعہ ۲۲۸ -
کفاءت ' ۴۳ ' ۲۶۲ -
احادیث نبوی ' ۲۶۸ -
اطلاق ' ۴۳ ' ۲۶۲ -
التزام ' موجودہ دور میں ' ۲۶۸ -
امور ' ۴۴ ' ۲۶۳ -
احناف کے نزدیک ' ۲۶۴ -
آزادی ' ۲۶۵ -
اسلام ' ۲۶۴ -
پیشہ ' ۲۶۵ -
تمول ' ۲۶۵-۲۶۶ -
دیانت ' ۲۶۶ -
نسب ' ۲۶۴ -
شافعیوں کے نزدیک ' ۲۶۳ ' ۲۶۷ -
مالکیوں کے نزدیک ' ۲۶۳ ' ۲۶۷ -
صحت نکاح کی شرط نہیں ' ۴۴ ' ۲۶۹ -
ابوالحسن اور جصاص کی رائے ' ۲۶۹ -
امام مالک اور شافعی کی رائے ' ۲۶۹ -
حضرت عمر اور چند دیگر صحابہ کی رائے ' ۲۶۹ -
فسخ نکاح ' بحکم عدالت ' ۴۴ ' ۲۷۲ -
بر بنائے عدم کفاءت ' ۴۴ ' ۲۷۲ -
بمنزلۂ تفریق ' ۴۴ ' ۲۷۳ -
ولی کا حق ' ۲۷۰ -
کب ساقط ہوگا ' ۲۷۱ -
فسخ نکاح کا اثر ' ۴۴ ' ۲۷۳ -
لحاظ ' ۴۴ ' ۲۶۹ -
مقصود ' ۲۶۷ -
کفو ۴۳ ' ۲۶۳ -
قید بسبب عدم ادائی نفقہ ' ۵۲ ' ۳۲۲ -
متعہ ۳۰ ' ۲۰۶ -
احادیث نبوی و آیات قرآنی ' ۲۰۷-۲۱۰ -
باطل ہے ' ۳۰ ' ۲۰۶ -
تجزیہ ۲۱۰

marfat.com

رواج ۲۰۶ -
ایران و عراق میں ' ۲۰۶ -
پاکستان و ہند میں ' ۲۰۶ -
معاہدہ ' ۲۰۷ -
مسلمان کی تعریف ' ۳۲ ' ۵۵ -
مصاہرت ' ۱۵۲ -
مطلقۂ ثلاثہ (سے نکاح) -
احادیث نبوی کی روشنی میں ' ۱۹۰-۱۹۳ -
احکام و منشائے قرآنی ' ۱۸۹-۱۹۰ ' ۱۹۵-۱۹۶ -
آراء
حالیہ مؤلفین کی ' ۲۰۲ -
عدالتوں کی ' ۲۰۲ -
اثرات -
علم کے ساتھ ' ۲۰۲ -
لاعلمی میں ' ۲۰۲
پاکستان میں ' ۱۹۹ -
ممالک اسلامیہ میں ' ۱۹۸ -
فقہاء کے نزدیک ' ۱۹۱-۱۹۷ -
فقہاء میں اختلاف ' ۱۹۱ - ۱۹۷ -
اصل اختلاف ' ۱۹۷ -
وجۂ اختلاف ' ۱۹۸ -
معنیٰ
فقہی اصطلاح میں ' ۱۸۸ -
لغوی ' ۱۸۸ -
معاہدہ
ابراء نفقہ کا ' ۵۲ ' ۳۲۲ -
نکاح ' نوعیت اور عدالتیں ' ۵۷ -
موانع شرعی ' ۱۳۰ -
اسباب
ازدواجی ' ۱۳۱ -
رضاعی ' ۱۳۱ -
سببی ' ۱۳۱ -
نسبی ' ۱۳۱ -
مہر ' ۳۶ ' ۴۳ ' ۲۷۹-۳۰۳ -
ادائی ' خلوت صحیحہ سے پہلے ' طلاق کی صورت میں ' ۴۷ ' ۲۷۹ -
ادائی ' خلوت صحیحہ کے بعد ' طلاق کی صورت میں ' ۴۷ ' ۲۹۲ -
ادائی کا وقت ' عدم صراحت کی صورت میں ' ۴۷ ' ۲۸۸ -
ادائی کی ذمہ داری ' ۴۷ ' ۲۸۷ -
اقسام ' ۴۶ ' ۲۸۱ -
مہر مثل ' ۴۶ ' ۲۸۲ -
مہر مسمیٰ ' ۴۶ ' ۲۸۱ -
مہر معجّل ' ۴۶ ' ۲۸۲ -
مہر موجّل ' ۴۶ ' ۲۸۲ -
تعریف ' ۴۶ ' ۲۷۹ -
زیادتی ' ۴۸ ' ۲۹۳ - ۲۹۴ -
عدم ادائی کی صورت میں بیوہ کا شوہر کی جائیداد پر قبضہ رکھنے کا حق ' ۴۸ ' ۳۰۳-۳۰۴ -
عدم ادائی کی صورت میں زوجہ کا زنا شوئی سے حق انکار ' ۴۸ ' ۲۹۵ -
امام اعظم کی رائے ' ۲۹۶ -
امام شافعی اور مالک کی رائے ' ۲۹۶ -
حنفیہ مکتب فکر ' ۲۹۶ -
صاحبین کا نقطۂ نظر ' ۲۹۶-۲۹۸ -
صاحبین کے نقطۂ نظر کے خلاف دلائل ۲۹۸ - ۳۰۰ -
صحبت سے پہلے ' ۲۹۵ -
صحبت کے بعد ' ۲۹۵ -
عدالتوں کا رجحان ' ۳۰۱ -
وجۂ اختلاف ۳۰۱ -
کمی ' ۴۸ ' ۲۹۳ -
کونسی شے قرار پا سکتی ہے ' ۲۷۹ ' ۲۸۱ -

marfat.com

لزوم ' ۴۶ ' ۲۸۱ -
نوعیت ' ۴۸ ' ۲۸۳ -
احناف کا نقطۂ نظر ' ۲۸۳ -
امام شافعی کا نقطۂ نظر ' اور اس کا جواب ۲۸۶-۲۸۴
حنفیہ کا استدلال ' ۲۸۵-۲۸۶ -
حنفیہ اور شافعیہ میں وجۂ اختلاف ' ۲۸۶ -
شرعی حکم ' ۲۸۷ -
مقدار ' ۴۶ ' ۲۸۰ -
حنفی ' مالکی اور شافعی نقطۂ نظر ' ۲۸۰ -
شیعوں کے نزدیک ' ۲۸۰ -
نوعیت ' ۴۸ ' ۳۰۲ -
وجوب ' ۲۸۹ -
احادیث نبوی ' ۲۹۱ -
حکم قرآنی ' ۲۸۹-۲۹۰ -
خلوت صحیحہ کے بعد طلاق کی صورت میں ' ۴۷ ' ۲۹۱-۲۹۲ -
خلوت صحیحہ کے بغیر طلاق کی صورت میں ' ۴۷ ' ۲۸۹ -
عدم تعین کی صورت میں ' ۲۹۰ -
حکم قرآنی ' ۲۹۰ -
حنفیہ مکتب فکر کے نزدیک ' ۲۹۰ -
شیعہ مکتب فکر ' ۲۹۰ -
وفات کی صورت میں ' ۴۸ ' ۲۹۲-۲۹۳ -
وصول کرنے کا اختیار ' ۴۸ ' ۲۹۴ -
ھبہ کرنے کا اختیار ' ۴۸ ' ۲۹۴ -
ھبۂ مشروط ' ۲۹۵ -
نسب اولاد ' ۱۵۲ -
نفقہ (زوجہ کا) ۴۹-۵۲ ' ۳۰۷-۳۲۸ -
تعریف ۴۹ ' ۳۰۷ -
تفریق بسبب عدم استطاعت ' ۳۲۳ -
حق اور اس کی بنیاد ' ۳۰۹ ' ۳۱۳ -
حیثیت شرعی ' ۴۹ ' ۳۰۸ -
عدت کے زمانے کا ' ۳۱۸ -
احناف کی رائے ' ۳۱۹ -
امام شافعی کی رائے ' ۳۱۹ -
صحیح تر حکم ' ۳۱۹ -
عدم وجوب ' ۵۰ ' ۳۱۲ -
بحالت قید زوجہ ' ۳۱۶ -
دوران سفر حج ' ۳۱۵ -
مرتدہ کا ' ۳۱۷ -
مغصوبہ کا ' ۳۱۹ -
مرد کے غیاب میں ' ۳۲۱ -
احناف کا نقطۂ نظر ' ۳۲۱ -
ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر ' ۳۲۱ -
ناشزہ کا ' ۳۱۶ -
عدم ادائی کے سبب قید ' ۵۲ ' ۳۲۲ -
معاھدہ ابراء ' ۵۲ ' ۳۲۲ -
معنٰی ' فقہی اصطلاح میں ' ۳۰۷ -
مقدار ' ۵۱ ' ۳۲۰ -
مہر معجل کی عدم ادائی کی صورت میں ' ۳۱۱ -
وجوب -
اسباب (ازدواج ' قرابت ' ملک) ' ۳۰۸ -
حکم قرآنی ' ۳۰۷ -
شرائط ' ۴۹ ' ۳۱۰ -
گزشتہ زمانہ کا ' ۵۱ ' ۳۲۰ -
احناف کا مسلک ' ۳۲۰ -
شافعیہ مسلک ' ۳۲۱ -
حنبلیہ اور مالکیہ مسلک ' ۳۲۱ -
قرین صواب ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے ' ۳۲۱ -
نکاح
باطل ۳۸ ' ۱۴۴ ' ۱۵۶ -
اثرات -
امام محمد کی رائے ' ۱۶۴ -
تعریف ' ۱۵۴ -
باطل اور فاسد میں فرق ' ۱۴۷ -

marfat.com

ابن ھمام کی رائے ' ۱۴۷ -
شیعہ مکتب فکر ' ۱۵۱ -
مختلف صورتیں ' ۱۴۵ -
پانچواں ' چار بیویوں کی موجودگی میں '
۳۹ ' ۱۴۵ ' ۱۸۰ -
احادیث نبوی ' ۱۸۱ -
حالیہ مؤلفین ' ۱۸۲ -
حکم قرآنی ' ۱۸۱ -
قاضی خاں ' ۱۸۱ -
حاملہ ثابت النسب سے ' ۴۰ ' ۲۰۲ -
حقیقی بیٹوں کی بیویوں سے ' ۳۸ ' ۱۶۳ -
دیوانی ' ۴۰ ' ۲۱۳ -
دیوانی ' شرعی یا عمرانی معاھدہ ' ۵۶-۵۹ -
رجسٹری ' ۳۵ ' ۱۳۱-۱۳۲ -
شرعی حیثیت ' ۱۳۳ -
عائلی قوانین آرڈی نینس کے تحت ' ۱۳۲ -
رضاعی ماؤں اور بہنوں سے ' ۳۸ ' ۱۵۶ -
زانیہ کی ماں اور بیٹی سے ' ۴۰ ' ۲۰۱ -
زوجہ کی عدت میں اس کی بہن سے ' ۱۴۵
۱۶۹-۱۷۰ -
ساس سے ' ۳۸ ' ۱۶۱ -
سوتیلی بیٹیوں سے ' ۳۸ ' ۱۶۲ -
عورت کا مرد پر جبر کر کے ' ۱۴۵ ' ۱۴۶ -
غیر مسلم سے ' ۳۹ ' ۱۷۷ -
غیر مسلمہ سے ' ۱۷۷ -
فاسد ' ۳۷ ' ۱۴۴ - ۱۴۵ -
اثرات ' ۱۵۴ -
توارث بین الزوجین ' ۱۵۴ -
حرمت مصاھرت ' ۱۵۲ -
عدت ' ۱۵۳ - ۱۵۴ -
متارکت ' ۱۵۴ -
مہر ' ۱۵۲ -
نسب اولاد ' ۱۵۲ -
نفقہ ' ۱۵۳ -
فضولی ' ۱۰۴ -
قاضی کی ضرورت ' ۳۳ ' ۱۰۳ -
کافر کا مسلمہ سے ' ۱۴۵ - ۱۴۶ ' ۱۷۷-۱۷۸ -
کتابیہ سے ' ۳۳ ' ۶۲ -
ابن عباس کا نقطۂ نظر ' ۶۶ -
ابن عمر کا مسلک ' ۶۳ -
شرعی حیثیت ' ۶۷ -
شیعہ مکتب فکر ' ۷۱ -
قرآن کریم ' ۶۳ -
گواھوں کے بغیر ' ۱۴۵ -
ماؤں ' بہنوں ' بیٹیوں ' پھوپھیوں ' خالاؤں '
بھتیجیوں ' بھانجیوں سے ' ۳۸ ' ۱۵۵ - ۱۵۶ -
محرمات سے ' ۱۴۴ -
محرمات بالرضاع سے ' ۱۴۵ -
محرمات بالنسب سے ' ۱۴۵ -
مختلف فرقوں سے متعلق ہونے کی صورت میں
زوجین کے حقوق و فرائض ' ۳۲ ' ۶۱
مسلمان فرقوں میں ' ۳۲ ' ۶۱ -
مشرکہ سے ' ۳۹ ' ۱۴۵ ' ۱۶۹ ' ۱۷۳ - ۱۷۶ -
حالیہ مؤلفین کی رائیں ' ۱۷۴ - ۱۷۵ -
حکم قرآنی ' ۱۷۴ -
عدالتی نظائر ' ۱۷۶ -
فتاویٰ قاضی خان ' ۱۷۴ -
کنز الدقائق ' ۱۷۴ -
ھدایہ ' ۱۷۴ -
مطلقۂ ثلاثہ سے ' ۴۰ ' ۱۴۵ ' ۱۸۸ - ۲۰۰ -
معتدۂ غیر سے ' ۳۹ ' ۱۴۵ ' ۱۶۹ ' ۱۸۴ - ۱۸۸ -
حالیہ مؤلفین کی آراء ' ۱۸۶ -
حکم قرآنی ' ۱۸۴ -
عدالتوں کا نقطہ نظر ' ۱۸۷ -
فتاویٰ عالمگیری ' ۱۸۶ -
فتاویٰ قاضی خان ' ۱۸۶ -

marfat.com

موطاء امام مالک ' ۱۸۸ -
هدایه ' ۱۸۶ -
منکوحۂ غیر سے ' ۳۹ ' ۱۷۸ - ۱۸۰ -
امام رازی کا نقطۂ نظر ' ۱۷۹ -
ائمہ اربعہ کی رائے ' ۱۷۹ -
شرعی حکم ' ۱۸۰ -
نکاح موقت ' ۳۰ ' ۲۰۹ -
امام زفر کی رائے ' ۲۱۰ -
تعریف ' ۲۰۹ -
نابالغ کا نکاح ' ۳۰ ' ۲۱۳ -
ابن شبرمہ اور قاضی ابوبکر الاصم کا نقطہ نظر ' ۲۱۳ -
ائمہ اربعہ اور شیعہ فرقہ کا اتفاق رائے ' ۲۱۳ -
تحدید ' تحت قانون نافذ الوقت ' ۲۱۷ -
ترمیم کی سفارش ' ۲۱۸ -
جواز (مثالیں) ' ۲۱۵ - ۲۱۶ -
مذہبی اور سماجی حیثیت ' ۲۱۷ -

وکیل نکاح ' ۱۰۶ -
احناف اور شافعیہ میں اختلاف ' ۱۰۵ -
تجزیہ ' ۱۰۶ -
مناسب نقطۂ نظر ' ۱۰۷ -
ولایت نکاح ' ۳۰ ' ۲۱۳ - ۲۲۳ -
احناف کا نقطۂ نظر ' ۲۲۳ -
امام شافعی کا قول ' ۲۲۵ -
امام مالک کا قول ' ۲۲۵ -
آیات قرآنی و احادیث ' ۲۱۳ '
شرائط ' ۲۱۹ -
شیعہ مسلک ' ۲۲۵ -
قریب تر ولی کی موجودگی میں بعید تر ولی کا حق ' ۳۲ ' ۲۲۶ -
قریب تر ولی کی موجودگی میں بعید تر ولی کے کیے ہوئے نکاح کا اثر ' ۳۳ ' ۲۲۶ ' ۲۲۹ -
قانون نافذ الوقت ' ۲۲۰ -
کب ساقط ہوگا ' حق ولایت ' ۳۴ ' ۲۴۷ -
ہم درجہ اولیاء کی صورت میں ایک ولی کے نکاح کر دینے کا اثر ' ۲۲۹ -

marfat.com

شخصیات و مقامات

تیار کردہ : قاری منیر احمد

ابراھیم : ۶۵، ۲۳۸
ابن حزم : ۸۹
ابن رشد : ۸۱، ۸۴
ابن شہاب زھری : ۱۸۱، ۱۸۵، ۱۹۳، ۲۹۱ .
ابن شبرمہ : ۲۱۴
ابن عباسؓ : ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۸۲، ۸۷، ۱۱۷، ۱۹۴، ۱۹۶،
۱۹۷، ۲۱۰، ۲۱۱ .
ابن عمرؓ : ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۹۳، ۱۹۴.
ابن قاسم : ۸۱
ابن القیم : ۱۹۵
ابن مہران : ۶۵
ابو اسحاق شاملہ : ۲۹۶
ابو الاعلی مودودی،سید : ۱۳۹.
ابوبکر الاصم : ۲۱۴
ابوبکر جصاص (امام) : ۶۵، ۶۸، ۱۶۹.
ابوبکرؓ صدیق (حضرت) : ۲۲۷
ابوالجلاس بن منبہ : ۱۸۵ .
ابوجعفر : ۲۳۹ .
ابوالحسن کرخی (امام) : ۲۶۹
ابوحنیفہؒ (امام) : ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۸۲، ۸۳، ۹۳، ۹۴، ۹۸،
۱۱۲، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۵۸، ۱۸۶،
۲۰۱، ۲۰۳، ۲۲۷، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۶۶،
۲۷۰، ۲۹۶ .
ابو سعید بن منبہ : ۱۸۵
ابو عبداللہ بن بطہ : ۲۹۶
ابوھریرہؓ (حضرت) : ۸۸، ۱۷۲
ابویوسف (امام) ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۱۱۲، ۱۱۶، ۱۲۸،
۲۰۱، ۲۰۳، ۲۳۱، ۲۳۵، ۲۶۶، ۲۷۰، ۲۹۷،
۳۱۵ .
ابی سلمہ ابن عبدالرحمن : ۹۷
احسان حسن : ۱۷۵، ۱۷۶
احمد بن حنبل (امام) : ۶۳، ۱۲۸، ۲۰۳، ۲۹۶، ۳۲۱، ۳۲۳
الہ آباد : ۲۵۳، ۲۵۷
اللہ بخش : ۲۵۵
اللہ دی : ۸۴

ام سلمی : ۹۸
امیر علی : ۱۵۰، ۱۶۷، ۱۶۹، ۱۷۵، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۷،
امیرن : ۲۵۵
انگلستان : ۲۳۵
اودھ : ۱۶۸
اوزاعی (امام) : ۲۰۳
ایران : ۲۰۶
باغ سنگھ : ۱۸۷
باقر (امام) : ۷۱
بخت بی بی : ۱۸۷
بدن شیخ : ۱۰۶
بدھو : ۲۵۴
بدیع الزمان (جشن) : ۲۵۶، ۲۵۷
برھان الدین علی ابن ابی بکر المرغینانی : ۱۲۱
بغداد : ۸۴
بمبئی : ۱۶۷، ۱۶۸، ۳۰۲
بیلی : ۱۵۰، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۷
بیہقی : ۲۶۹

پاکستان : ۱۹۹، ۲۱۸، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶
پٹنہ : ۱۷۵، ۱۷۶
پنا لال : ۱۷۵، ۱۷۶.
تاج بی : ۱۶۷
تبوک : ۲۱۱
ترمذی : ۲۱۱
تیونس : ۱۴۰، ۳۰۲

جابر : ۲۰۹
جصاص : ابوبکر جصاص
جمیل بن الحسن : ۹۰
جھنڈو : ۱۸۷
حبیب خان : ۲۵۷، ۲۵۸
حذیفہ بن الیمانؓ : ۶۵، ۷۰، ۲۱۸
الحسن : ۶۵
حسن بصریؒ : ۶۸

marfat.com

حسن بن زیاد ۷۹
حسین بی بی : ۱۸۷
حماد ابن ابی سلیمان : ۲۶۹

خازنی : ۲۰۹
خضر النساء : ۱۶۷
خوشنما خاتون : ۵۸
حیبر : ۲۱۱

دار قطنی : ۲۹۱، ۳۱۹
داؤد بن علی الظاہری ۱۹۵

ڈھاکہ : ۳۰۲

رازی (امام) : ۱۶۳، ۱۷۹
رحمن، ایس اے، (جسٹس) . ۲۵۳
رحیمہ بی بی : ۲۵۳
رشید ثقفی : ۱۸۵
رفیع الدین : ۳۰۲
رورو : ۱۸۷
زبیر : ۲۱۵
زبیر بن عوام : ۱۹۵
زفر (امام) : ۷۷، ۲۱۲، ۲۲۷
زید بن ثابت : ۲۹۱
سالم بن عبد اللہ : ۸۳
سرخسی (امام) : ۷۳، ۷۶، ۱۲۷، ۱۶۵، ۱۶۸، ۲۱۶، ۲۳۷،
۲۳۸، ۲۳۶، ۲۲۷، ۲۳۸، ۲۵۱.
سعید بن مسیب : ۶۸، ۸۲، ۱۷۲، ۱۸۵، ۱۹۱.
سفیان ثوری : ۲۰۳
سلیمان بن موسیٰ : ۸۹
سلیمان بن یسار : ۸۳، ۱۸۵
سکینہ : ۱۸۳
سلمہ : ۵۷، ۳۰۲

شافعیؒ (امام) : ۶۳، ۷۷، ۷۹، ۸۳، ۸۵، ۸۷، ۸۸، ۹۲، ۹۳،
۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۲، ۱۱۶، ۱۲۶، ۱۲۸، ۲۰۱،
۲۲۵، ۲۲۷، ۶۵:، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۸۳، ۲۸۳،
۲۸۶، ۲۹۶، ۳۱۹، ۳۲۱، ۳۲۳.

شام : ۵۶، ۶۵، ۹۰، ۱۲۵، ۱۳۳، ۱۳۹، ۱۹۸، ۳۰۲.
شریف النساء : ۱۶۷
شعبی : ۶۵
شفیع اللہ : ۲۵۳
شیخ ابن ہمام : ۱۳۷

صالح بی بی : ۳۰۲

طاؤس : ۱۹۵، ۲۱۰
طحاوی : ۳۱۹
طفیل احمد : ۲۵۳، ۲۵۳
طلحہ بن عبد اللہ :۶۵،۱۸۵
طیب جی : ۱۸۳

عائشہ (حضرت) : ۸۷، ۸۸، ۹۰، ۹۷، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۳۳،
۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۳۱۹.
عبدالرحمن : ۱۸۵ ، ۱۸۶
عبد الرحمن (سر نواب) : ۱۶۶، ۱۷۵، ۲۰۲.
عبد الرحمن ابن ابوبکر : ۹۰
عبدالرحمن بن عوف : ۱۹۵، ۲۶۹
عبدالرحمن الجزیری : ۲۶۷
عبدالرحیم (سر) : ۱۶۶
عبد القادر : ۵۷، ۳۰۲
عبد اللہ : ۲۱۵
عبد اللہ بن حامد : ۲۹۶
عبد اللہ بن حسن : ۲۱۵
عبد اللہ بن عباس، ابن عباس .
عبید ابن عمیر : ۲۶۹
عبد اللہ بن عمرؓ : ۲۶۹ ؛ ابن عمر
عبد اللہ بن مسعود : ۱۹۳، ۲۱۵، ۲۶۹، ۲۸۵، ۲۸۶.
عثمانؓ (حضرت) : ۶۵، ۷۰، ۸۲، ۱۸۵، ۱۹۱، ۲۰۹، ۲۱۲،
۲۵۳، ۲۶۸، ۲۹۱، ۳۱۹.
عراق : ۱۱۳، ۱۳۹، ۱۳۰، ۲۰۶ .
عرفان الدین : ۱۰۶
عزیز النساء : ۱۶۷
عطاء : ۲۱۰
عکرمہ : ۱۹۵
علاؤالدین : ۲۵۷
علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود (امام) : ۷۷

marfat.com

علاؤ الدین الکاسانی (امام) : ۲۸۸، ۲۹۶.
علقمہ : ۲۸۵
علیؓ (حضرت) : ۷۶، ۱۸۵، ۲۱۰، ۲۱۵، ۲۳۳، ۲۶۹.
عمر ابن عبد العزیز : ۲۶۹
عنایت اللہ : ۲۵۳
عویمر : ۱۹۲
عیسی بن مریم : ۶۳

فاطمہ (حضرت) : ۲۱۹، ۲۳۳.
فرخندہ اختر : ۲۵۷

قاسم بن محمد : ۸۳، ۱۸۸
قاضی خان : ۱۲۱، ۱۸۱، ۱۸۶، ۲۳۳، ۲۶۶، ۲۷۹.
قائم دین : ۱۸۷
قتادہ : ۹۷
قدامہ ابن مظعون : ۲۱۵
قدیر الدین احمد (جسٹس) : ۵۸

کراچی : ۵۸
کریم النساء : ۱۶۷، ۱۸۰
کلکتہ : ۱۰۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۲۵۳، ۳۰۲ .
کیکاؤس (جسٹس) : ۲۵۶، ۲۵۷.

لال : ۱۷۵، ۱۷۶
لاہور : ۱۶۸، ۱۸۳، ۲۶۱.
لیاقت علی : ۱۸۰
مارت عکلی : ۱۹۵
مالک (امام) : ۶۳، ۷۷، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۷۲،
۱۸۸، ۱۹۳، ۲۲۵، ۲۶۳، ۲۶۹، ۲۸۱، ۲۹۱،
۲۹۶، ۳۲۱.
مجیدن : ۲۵۳، ۲۵۳.
محمد (امام) : ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۲، ۱۱۲، ۱۲۸، ۱۵۳،
۱۸۵، ۲۰۱، ۲۲۶، ۲۳۵، ۲۶۶، ۲۷۰، ۲۸۰،
۲۹۷، ۳۱۵.
محمد بخش : ۲۵۵، ۲۵۸
محمد بن اسحاق : ۱۹۵

محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان : ۲۹۱
محمود بن لبید : ۱۹۱
محمد رشید رضا مسید : ۱۳۷ .
محمد شریف (جسٹس) : ۲۶۱
محمد عبدہ : ۱۳۸
محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم : ۵۵، ۸۲، ۸۷، ۹۰، ۹۱،
۹۷، ۹۸، ۱۱۷، ۱۷۲، ۱۸۱، ۱۸۱ب ، ۱۹۲، ۱۹۳،
۲۰۹، ۲۱۳، ۲۳۳، ۲۳۸، ۲۶۹، ۲۸۵، ۲۸۶،
۲۹۱، ۳۱۹.
محمد یاسین : ۵۸
محمد یوسف : ۱۷۵
محمود (جسٹس) : ۵۷
مدراس : ۱۶۸، ۱۸۷، ۳۰۲
مدینہ : ۲۱۰
مراکش : ۱۱۳، ۱۳۹، ۱۳۰
مسلم بن ابی مسلم : ۹۰
مسیب بن نخبہ : ۲۱۵
مشرقی پاکستان : ۱۳۱
مصر : ۱۲۵، ۱۳۸، ۱۹۸، ۲۰۵، ۲۱۸، ۳۰۲
مصطفی السباعی : ۱۳۳
معاذ بن جبل : ۸۸
مغربی پاکستان : ۲۵۸
مفیض الدین منڈل : ۲۵۳
مکہ : ۲۱۱
ملاّ : ۱۸۷
منذر بن زبیر : ۹۰
منّی : ۲۵۷، ۲۵۸
مولا خان : ۱۶۷
میمون بن مہران : ۶۳

نائلہ : ۶۵

ولسن : ۱۷۵، ۱۸۷

ہندوستان : ۵۷

marfat.com

marfat.com